وقائع زندگانی ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا

تذکرۃ العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

نہج البلاغہ

تاریخ کی روشنی میں

www.KitaboSunnat.com

رشحاتِ قلم علامہ محمود احمد عباسیؒ

تقدیم و تحقیق
محمد فہد حارث

نظر ثانی
سیدہ ام معاذ حفظہا اللہ

حارث پبلی کیشنز

وقائع زندگانی ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا تذکرۃ العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نہج البلاغہ تاریخ کی روشنی میں
رشحاتِ قلم علامہ محمود احمد عباسیؒ
تقدیم و تحقیق محمد فہد حارث
حارث پبلی کیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

وقائع زندگانی ام ہانی رضی اللہ عنہا
بنت ابی طالب

تذکرۃ العباس رضی اللہ عنہ
بن عبد المطلب

نہج البلاغہ
تاریخ کی روشنی میں

رشحاتِ قلم: علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ

تقدیم و تحقیق: محمد فہد حارث

نظر ثانی: سیدہ ام معاذ سلمہا اللہ

حارث پبلی کیشنز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حارث پبلی کیشنز

جملہ حقوق اشاعت برائے حارث پبلی کیشنز محفوظ نہیں ہیں۔

وقائع زندگانی ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا
تذکرۃ العباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب
نہج البلاغہ
تاریخ کی روشنی میں

رشحاتِ قلم: .... علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ
تقدیم و تحقیق: .... محمد فہد حارث
نظر ثانی: .... سیدہ ام معاذ سلمہا اللہ
کمپوزنگ: .... مسز محمد عمران
تعداد کتاب: 1100
اشاعت اول: .... فروری ۲۰۲۲
قیمت: .... ـــــــ

پبلشر: حارث پبلی کیشنز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	تقدیم	10
2	وقائع زندگانی ام ہانی رضی اللہ عنہا	39
3	واقعہ معراج اور حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی حالات	41
4	ام ہانی رضی اللہ عنہا	41
5	ام ہانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیامِ نکاح	42
6	ہبیرہ شوہر ام ہانی موذیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	47
7	شوہر اُمِّ ہانی سرغنہ لشکر کفار	55
8	ہبیرہ کا کلام نافرجام	57
9	حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا جواب	57
10	ہبیرہ وابن الزبعریٰ کا مکے سے فرار	60
11	قطعہ اشعار ہبیرہ	66
12	ام ہانی رضی اللہ عنہا کا قبولِ اسلام	67
13	دوبارہ پیامِ نکاح پر ام ہانی رضی اللہ عنہا کا عذر	70
14	سسرالی رشتہ داروں سے نیک سلوک	74
15	خلاصہ کلام	76

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

16	شب معراج کی ایک وضعی کہانی، ام ہانی رضی اللہ عنہا کی زبانی	80
17	وضعی کہانی	82
18	ایک مکروہ لغو بیانی	86
19	ایک اور جھوٹ	98
20	اختلاف سلف العلماء	109
21	زمانہ اسراء (معراج)	112
22	رات کا سفر (اسراء) اور ہجرت	115
23	سفر شبانہ کس طرح ہوا؟	120
24	سفر رات کا شروع کہاں سے ہوا؟	122
25	شعب بنی ہاشم	124
26	شعب کے نام وحیثیت کی تبدیلی	129
27	دار ام ہانی رضی اللہ عنہا	134
28	مطلب راوی دیگرست	138
29	لفظ معراج	156
30	توہین وتکفیر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ	163
31	اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى	171
32	ولادت باسعادت بحالت یتیمی	171
33	حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا	172
34	نوید مسیحا	173
35	سگے تایا جناب زبیر کی کفالت	174

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

36	آنحضرت ﷺ کے تایا چچا اور پھوپھیاں	178
37	زبیر بن عبدالمطلب وصی و جانشین پدر	181
38	نقل دستاویز معاہدہ دوامی	182
39	حرب فجار	186
40	حلف الفضول	189
41	زبیر بن عبدالمطلب	200
42	زبیر کی وفات پر بہن بھائی کے مرثیے	203
43	اخفائے نام ونسب	205
44	وفات و اولادِ امجاد	209
45	ابوطالب بن عبدالمطلب	213
46	شخصیت	216
47	جسمانی معذوری	217
48	مالی کمزوری	221
49	اہل خاندان کی عددی قوت	223
50	ابوطالب نے آنحضرت ﷺ کے نکاح میں بیٹی دینا پسند نہ کیا	224
51	کفالت و پرورش کی وضعی روایتیں	226
52	آنحضرت ﷺ کی حمایت بحیثیت سربراہ خاندان	235
53	ابوطالب کا عدم اسلام اور وفات	237
54	نگہ بازگشت	242
55	ضمیمہ از علامہ محمد جعفر شاہ پھلواری ندوی رحمہ اللہ	248

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

56	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن ام ہانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	248
	تذکرۃ العباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب	254
1	پیش لفظ	256
2	خاندان	257
3	ولادت وبچپن	262
4	تجارتی کاروبار	264
5	اعزازی عہدے اور پبلک خدمات	266
6	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت	267
7	قبل اظہار اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت	267
8	اسلام لانے کا اظہار	270
9	خاتم المہاجرین	275
10	فتح مکہ	278
11	غزوۂ حنین	280
12	صلہ رحمی وفیاضی	282
13	حجۃ الوداع	282
14	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات وتجہیز وتکفین	283
15	دعوائے میراث	294
16	مناقب اور احترام	296
17	دعاء استسقائے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ	301
18	حلیہ مبارک	305

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

19	وفات	306
20	روضہ عباس رضی اللہ عنہ	307
21	حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا	308
22	اولادِ امجاد	311
	نہج البلاغہ تاریخ کی روشنی میں	314
1	کتاب کی نوعیت	316
2	مؤلفین نہج البلاغہ اور زمانہ تالیف	329
3	زبان	337
4	(۱) ہمامۃ	338
5	(۲) کیفیۃ	339
6	(۳) ازلیہ	339
7	(۴) تلاش وتلاشت	340
8	(۵) کیف اوراین	340
9	ذاتی اور خاندانی حالات کا بیان	341
10	غیب دانی کا دعویٰ	349
11	اطلاع	368

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقدیم

ہمارے ہاں عموماً یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ سیرت نگاری پر اولین کام امام محمد بن اسحٰق بن یسار اور ان کے استاد امام زہری کا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سیرت نگاری پر دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہی کام شروع ہو گیا تھا۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ مشہور انصاری صحابی سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو مغازی اور سیرت کے بارے میں املا کرایا کرتے تھے۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں مشہور راوی حدیث جناب ابو اسحٰق السبیعی کا نام آتا ہے جنہوں نے اپنے استاد کی سیرت و مغازی سے متعلق روایات کو جمع کیا تھا۔ صحیح بخاری میں سیرت و مغازی سے متعلق بیشتر روایات انہی براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور ابو اسحٰق السبیعی سے مروی ہیں۔ اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی ملتا ہے کہ وہ شاگردوں کو قرآن، حدیث اور عربی ادب کے ساتھ ساتھ سیرت و مغازی پر درس بھی دیا کرتے تھے۔ علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدمہ میں فہرست ابن الندیم کے حوالے سے لکھا ہے کہ

> سب سے پہلے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبید بن شریہ کو یمن سے بلا کر قدماء کی تاریخ مرتب کرائی جس کا نام ''کتاب الملوک واخبار الماضین'' ہے، اس تاریخ میں سیرت کے کئی واقعات بھی قلمبند کئے گئے تھے۔ ①

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ان کی اولادوں میں ہی اولین دور کے سیرت نگار

① سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد اول صفحہ ۴۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہو گئے تھے، جن میں دو نمایاں نام سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جناب ابان بن عثمان رحمہ اللہ اور سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جناب عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کے ہیں۔ جناب ابان بن عثمان رحمہ اللہ مغازی کے خصوصی متخصصین میں شمار ہوتے تھے اور مغازی سے متعلق انہوں نے ایک مجموعہ بھی مرتب کیا تھا جو ''مغازی ابان بن عثمان'' کہلاتا تھا۔ جبکہ جناب عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی مغازی و سیرت سے متعلق بیشتر معلومات ان کی خالہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے براہ راست اخذ کردہ تھیں۔ انہوں نے بھی سیرت سے متعلق اپنا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جس کے مندرجات طبری اور ابن سعد کی تاریخ میں مل جاتے ہیں۔

تابعین میں مزید تین نام ایسے ہیں جنہوں نے سیرت و مغازی کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آنے والی معلومات کو مرتب اور جمع کرنے کا کام کیا۔ ان میں پہلا نام سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردِ خاص ہمام بن منبہ کے بھائی وہب بن منبہ کا ہے۔ وہب بن منبہ نے بھی اپنی یادداشتوں کو قلمبند کیا تھا جس کے بارے میں ڈاکٹر محمود احمد غازی کا ماننا تھا کہ اس کا ایک نسخہ جرمنی کے کسی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ اس کے بعد جناب شرحبیل بن سعد اور امام زہری کا نام آتا ہے۔ اولین سیرت نگاروں میں ایک نام جناب علی رحمہ اللہ بن حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کا بھی ہے۔ انہوں نے بھی سیرت و مغازی پر ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جو ہم تک تو نہیں پہنچ سکا تاہم واقدی اور ابن کثیر نے اپنی تصانیف میں اس مجموعہ کا ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم

اس کے علاوہ امیر مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ملتا ہے کہ ان کو سیرت و مغازی سے خصوصی دلچسپی تھی اور جس زمانے میں وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف سے مدینہ کے گورنر تھے، اس زمانے میں انہوں نے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ علیہم سے خصوصی طور پر کئی دفعہ درخواست کی کہ وہ سیرت ومغازی سے متعلق اپنی معلومات کو ایک جگہ مرتب کرلیں۔ چنانچہ ان کے کہنے پر ہی مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اور جناب عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے اپنی معلومات کو ایک جگہ مرتب ویکجا کرلیا تھا۔ امیر مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ کے علاوہ سیرت ومغازی کے علوم کو جمع کرنے میں جس اموی خلیفہ کا نمایاں حصہ رہا وہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ تھے۔ ان عبدالملک بن مروان کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ اور ڈاکٹر محمود احمد غازی دونوں تصریح کرتے ہیں کہ یہ خود بڑے پائے کے صاحب علم انسان اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے۔ جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے انتقال کے وقت ان سے پوچھا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد فتاویٰ کے لئے کس سے رجوع کیا جائے تو انہوں نے عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کا نام لیا۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی ان عبدالملک بن مروان کی بابت اپنے ''محاضراتِ سیرت'' کے تیسرے لیکچر میں بتاتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ علمی اور دینی اعتبار سے اس درجہ اور مقام ومرتبہ کے انسان تھے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں کئی جگہ کسی چیز کا سنت ہونا عبدالملک رحمہ اللہ کے طرزعمل کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ مثلاً کہا ہے کہ فلاں چیز سنت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اہل علم نے عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔ گویا امام مالک رحمہ اللہ نے عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ کے طرزِ عمل کو سنت کی دلیل قرار دیا۔ امیر عبدالملک بن مروان رحمہ اللہ سیرت سے متعلق معلومات کے لئے اکثر و بیشتر عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کو سوالات بھیجا کرتے تھے اور عروہ ان سوالات کا تفصیلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب دیا کرتے تھے۔ عبدالملک کے خطوط اور عروہ کے جوابات آج بڑی حد تک محفوظ ہیں۔ ان میں سے بہت سے سوالات و جوابات امام طبری نے اپنی تاریخ میں مکمل سند کے ساتھ نقل کئے ہیں۔ اس کے علاوہ واقدی، ابن سعد اور دوسرے مورخین کے ہاں بھی عبدالملک اور عروہ کے یہ سوالات و جوابات مل جاتے ہیں۔

۱۹۸۰ء میں ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے ''مغازی عروہ بن زبیر'' کو تلاش وبسیار کے بعد تحقیق کر کے ایک کتابی شکل میں شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں عبدالملک اور عروہ کے یہ سوالات و جوابات من وعن اسی طور سے موجود ہیں جیسا کہ طبری اور ابن سعد وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔ گویا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''مغازی عروہ بن زبیر'' جو کہ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کی تحقیق سے منصہ شہود پر دوبارہ آسکی، بشرط صحت، سیرت کی سب سے اول موجود کتاب ہے۔

اس موضوع سے متعلق ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر صاحبہ کی کتاب ''سیرت نگاری آغاز وارتقاء'' کافی مفصل و مدلل معلومات فراہم کرتی ہے۔ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔

علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی ﷺ پر قلم اٹھایا تو سیرت نگاری کے مبحث پر اپنی کتاب کے مقدمہ میں کافی جامع اور مفصل کلام کیا۔ اس کلام سے محدثانہ طرق پر کئی جہت سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ سیرت نگاری کے موضوع اور سیرت سے متعلق روایات کی تنقیح کے سلسلے میں یہ مقدمہ نہایت وقیع اور منطقی معلومات فراہم کرتا ہے۔ اس مقدمہ میں شبلی نعمانی نے ''سیرت اور حدیث کے فرق'' کی سرخی قائم کر کے واضح طور پر اس بات کا اقرار کیا کہ خاص سیرت پر آج تک کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی، جس میں صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح روایات کا التزام کیا گیا ہو۔ یہی سبب ہے کہ مستند اور مسلم الثبوت تصنیفات میں بہت سی ضعیف روایتیں شامل ہوگئیں۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرت کے نام پر ہر رطب ویابس کو جمع کرنے کے بجائے حدیث ورجال کی کتب کی روشنی میں سیرت نگاری کا کام کیا جائے اور اس سلسلے میں روایات کی تنقیح کی جائے۔ ساتھ ہی علامہ شبلی نعمانی نے اس سلسلے میں کچھ اصولوں کا بھی ذکر کیا اور اس سلسلے میں بجا طور پر تسلیم کیا کہ اسلامی فنِ تاریخ کا پہلا فن اصولِ روایت تھا جس کے تحت محدثین نے اسناد کی صحت کا اہتمام کیا اور رواۃ کے حالاتِ زندگی جمع کر کے ان کو قیدِ قرطاس کرنے کی بنیاد ڈالی۔ سیرت نگاری پر کام کرتے ہوئے ایک مؤلف کو جن اصولوں کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے ان کا خلاصہ کرتے ہوئے شبلی نے لکھا ہے:

۱۔ سب سے پہلے سیرت کے واقعہ کی تلاش قرآن مجید میں، پھر احادیث صحیحہ میں، پھر عام احادیث میں کرنی چاہیے، اگر نہ ملے تو روایاتِ سیرت کی طرف توجہ کی جائے۔

۲۔ کتبِ سیرت محتاجِ تنقیح ہیں اور ان کے روایات واسناد کی تنقید لازم ہے۔

۳۔ سیرت کی روایتیں باعتبار صحت، احادیث کی روایتوں سے فروتر ہیں، اس لئے بصورتِ اختلاف احادیث کی روایات کو ہمیشہ ترجیح دی جائے گی۔

۴۔ بصورتِ اختلافِ احادیث، رواۃ ارباب فقہ و ہوش کی روایات کو دوسروں پر ترجیح ہوگی۔

۵۔ سیرت کے واقعات میں سلسلہ علت ومعلول کی تلاش نہایت ضروری ہے۔

۶۔ نوعیتِ واقعہ کے لحاظ سے شہادت کا معیار قائم کرنا چاہیئے۔

۷۔ روایات میں اصل واقعہ کس قدر ہے؟ اور راوی کی ذاتی رائے وفہم کا کس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدر جزو شامل ہے۔

۸۔ اسبابِ خارجی کا کس قدر اثر ہے؟

۹۔ جو روایات عام وجوہِ عقلی، مشاہدۂ عام، اصولِ مسلمہ اور قرائنِ حال کے خلاف ہوں گی، لائقِ حجت نہ ہوں گی۔

۱۰۔ اہم موضوع پر مختلف روایات کی تطبیق و جمع سے اس کی تسلی کر لینی چاہیے کہ راوی سے ادائے فہم میں تو غلطی نہیں ہوئی ہے۔

۱۱۔ اخبارِ آحاد کو موضوع کی اہمیت اور قرائنِ حال کی مطابقت کے لحاظ سے قبول کرنا چاہیے۔ ①

قطع نظر اس بات کے کہ مذکورہ بالا اصولوں میں سے چند ایک سے اختلاف رکھا جا سکتا ہے، علامہ شبلی نعمانی نے اپنی سیرت کے مقدمہ میں یہ ۱۱ نکات دے تو دیئے لیکن مقامِ افسوس کہ خود انہوں نے سیرت نگاری پر قلم اٹھاتے ہوئے ان نکات پر عمل نہیں کیا اور اپنی سیرت النبی ﷺ کو کثرت سے ضعیف اور کمزور روایات سے بھر دیا اور کئی مواقع پر اصح روایات کو چھوڑ کر شاذ و منکر حکایات تک سے استدلال کیا جن میں سے ایک ابو طالب کے قبولِ اسلام سے متعلق مبحث ہے جہاں جمہور اہلسنت کے خلاف شبلی نے جناب ابو طالب کے اسلام لانے پر زورِ استدلال صرف کیا ہے۔

سیرت پر آج لاکھوں کتب موجود ہوں گی لیکن یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ان لاکھوں کتب کا سلسلہ جا کر صرف تین چار کتابوں تک منتہی ہو جاتا ہے جن میں سیرتِ ابن اسحٰق، طبقات ابن سعد اور طبری شامل ہیں۔ ان تینوں کتابوں کے مؤلفین نے صرف نقلِ روایات کا کام سرانجام دیا ہے اور اس سلسلے میں انہوں

---

① سیرت النبی ﷺ جلد اول صفحہ ۸۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کسی طور کی کوئی تنقیح نہیں کی بلکہ تنقیح و چھان پھٹک کا کام آنے والے لوگوں پر چھوڑ دیا ہے۔ ان حضرات کے بعد جو لوگ آئے تو انہوں نے تنقیحِ روایات کے بجائے کثرتِ مواد پر زور دیا اور نبی ﷺ کی سیرت سے متعلق جو کچھ ملتا گیا، اس کو خوش اعتقادی کے تحت نقل کر دیا۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ تساہل معجزات کے باب میں برتا گیا اور آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو دیگر انبیاء سے ممتاز و ممیز کرنے کی غرض سے کثرت کے ساتھ آپ ﷺ سے غیر ثابت معجزات کو منسوب کیا گیا، یہاں تک کہ بعض وہ واقعات جو معجزات نہیں تھے، ان کو بھی معجزات کی قبیل میں شمار کر دیا گیا جیسا کہ بخاری و مسلم میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی علالت کا واقعہ کہ جب نبی ﷺ آپ کی عیادت کو گئے تو وہ بیہوش تھے۔ نبی ﷺ نے وضو کر کے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے منہ پر پانی چھڑکا تو ان کو ہوش آ گیا۔ یہ ایک عام واقعہ تھا جس کو محدثین نے معمول کے مطابق اپنی کتب میں روایت کر دیا لیکن جب دلائل اور خصائص کے متلاشی مؤلفین نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں درج کیا تو اس کو نبی ﷺ کا معجزہ قرار دے دیا جیسا کہ امام سیوطی نے خصائص کبریٰ جلد دوم صفحہ ۷۱ میں اس واقعہ کو آپ ﷺ کے معجزات کے ذیل میں نقل کیا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح روایاتِ صحیحہ (جن کو امام مسلم اور امام احمد اپنی کتب میں لائے ہیں)، میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو آپ ﷺ کی بغلوں کی سپیدی نظر آتی ہے۔ یہ ایک عام بات تھی لیکن اسی بات کو محب طبری، قرطبی اور سیوطی وغیرہ نے جب اپنی کتب میں نقل کیا تو اس کو آپ ﷺ کے خصائص میں شمار کیا۔

اسی طرح کئی ایسی روایات جن کی اصل صحاح میں مذکور ہے اور اس طرح مذکور ہے کہ وہ کوئی معجزہ نہیں بلکہ عام واقعہ ہیں لیکن خصائص و دلائل کی کتابوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بے احتیاط راویوں نے الفاظ کے الٹ پھیر سے ان کو معجزہ قرار دے دیا جیسے کہ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کے شانہ مبارک پر ابھرا ہوا گوشت تھا جس کو خاتمِ نبوت کہتے تھے جبکہ انہیں کتب میں موجود ایک دوسری روایت میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں جو انگوٹھی (خاتم) تھی اس پر ''محمد رسول اللہ ﷺ'' نقش تھا۔ بے احتیاط راویوں نے نادانستگی میں یا پھر جانے بوجھے کثرتِ معجزات کے شوق میں ان دونوں روایات کو خلط ملط کر دیا اور نئی روایت تشکیل دے ڈالی کہ نبی ﷺ کے شانے پر گوشت کی ابھری ہوئی جو خاتم نبوت تھی اس پر ''محمد رسول اللہ ﷺ'' لکھا ہوا تھا۔ یہ روایت حاکم نے اپنی ''تاریخ نیشاپور'' میں اور ابونعیم نے ''دلائل'' میں ذکر کی ہے۔ اب چونکہ واعظوں اور خطیبوں کو اپنی محافل کو گرم رکھنے کے لئے صحیح سے زیادہ محیر العقول و دلچسپ واقعات درکار ہوتے ہیں، اسی لیے وہ نبی ﷺ کے معجزات و خصائص کے لئے صحیح روایات پر مشتمل کتب یعنی بخاری و مسلم وغیرہم سے زیادہ بیہقی کی ''دلائل النبوت'' اور سیوطی کی ''خصائص کبریٰ'' جیسی کتب پر تکیہ کرتے ہیں۔

اس بات کی طرف خود حافظ سیوطی نے بھی اشارہ کیا ہے:

> ''جھوٹی حدیثیں بنانے والوں میں ایک گروہ واعظین کا ہے اور سب سے بڑی مصیبت انہی کی برپا کردہ ہوتی ہے کیونکہ وہ ایسی حدیثیں چاہتے ہیں جو مقبول عام اور مؤثر ہوسکیں جبکہ صحیح حدیثوں میں یہ بات نہیں۔ اس کے علاوہ صحیح حدیثوں کا یاد رکھنا ان واعظین کو مشکل ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ان میں دینداری بھی نہیں ہوتی اور ان کی محافل میں جاہلوں کی کثرت ہی ہوتی ہے۔''①

افسوس کہ امام سیوطی ایسے واعظین پر صائب تنقید تو کرتے ہیں لیکن ان

① آخر کتاب اللآلی المصنوعة صفحه ۲۴۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واعظین کو اپنی محافل اور مجالس گرمانے کے لئے مواد بھی بہم پہنچاتے ہیں۔ پھر بعض مؤلفین نے یہ کیا کیا کہ نبی ﷺ کی ذاتِ گرامی کو دیگر انبیاء سے ممتاز کرنے کے لئے دیگر انبیاء کے معجزات کے مقابلے میں نبی ﷺ کے معجزات بھی گھڑ دیئے۔ امام بیہقی، ابونعیم اور حافظ سیوطی نے اپنی کتبِ خصائص و دلائل میں ایسے کئی معجزات نقل کئے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں تاہم وہ دوسرے انبیاء کے معجزات کے مقابلے میں لائے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض صحیح روایات کو بھی ان کتب میں تقابل کے طور پر پیش کیا گیا ہے جیسا کہ اگر سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری رکھی گئی تو نبی ﷺ کا بھی سینہ مبارک چاک کیا گیا۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کے پتھر پر عصاء مارنے سے پانی جاری ہوگیا تو نبی ﷺ کی انگلیوں سے بھی پانی بہا۔ ابونعیم ''دلائل'' میں روایت لائے ہیں کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو آدھا حسن دیا گیا تھا جبکہ نبی ﷺ کو حسن کا پورا حصہ دیا گیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے بحر احمر شق ہوا تو نبی ﷺ کے لئے معراج کی رات آسمان و زمین کے درمیان دریائے فضا پھٹ گیا۔ گویا جہاں تک ممکن ہوسکا صحیح روایات کے مضامین میں مبالغہ کر کے دوسرے انبیاء کے معجزات کا تقابل کیا گیا جس میں مزید نمک مرچ بد دین واعظ و خطباء نے لگا کر اپنی محافل میں جاہل عوام کے سامنے پیش کیا اور یوں یہ روایتیں زبانِ زدِ عام ہوکر بداعتقادی تک پہنچ گئیں۔

پھر جہاں صحیح روایات تقابل کے لئے نہ مل سکیں وہاں ضعیف روایات کے زیرِ اثر یہ کام کیا گیا جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن میں مذکورہ معجزہ کہ آپ نے گہوارے میں کلام کیا۔ اس معجزہ کے تقابل کے لئے یہ روایت گھڑی گئی کہ آپ ﷺ نے بھی گہوارے میں کلام کیا اور آپ ﷺ کی زبان سے سب سے پہلے تکبیر و تسبیح کی صدا بلند ہوئی۔ اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا سب سے بڑا معجزہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مردوں کو زندہ کرنا تھا، اس معجزے کے مقابلے کے لئے روایت وضع کر دی گئی جس میں مذکور ہے کہ ایک غیر مسلم کے قبول اسلام کے لئے آپ ﷺ نے اس کی قبر میں مدفون مردہ بیٹی کو آواز دیکر زندہ کر دیا۔ الغرض وہ کونسا معجزہ ہوگا جو دیگر انبیاء کے ساتھ خاص ہو اور اس کو نبی ﷺ سے منسوب نہ کر دیا ہو۔ ایسی ہی واہی روایتوں کے زیرِ اثر شاعر نے کہا:

حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہی وجہ تھی کہ امام احمد بن حنبل نے کہا:

''تین قسم کی کتابوں کی کوئی اصل نہیں: مغازی، ملاحم اور تفسیر۔''①

ظاہر سی بات ہے کہ یہاں امام احمد بن حنبل کی مراد ان موضوعات پر موجود تمام کتب سے نہیں، بلکہ ان کتب سے ہوں گی جو کہ دلائل و خصائص کی غیر صحیح روایتوں سے بھری پڑی ہیں۔ اس سے زیادہ محتاط بات حافظ زین الدین عراقی نے اپنی منظوم سیرت میں لکھی ہے:

ولیعلم الطالب ان السیرا
تجمع ما صح وما قد انکرا

یعنی ''طالب علم کو جان لینا چاہئے کہ سیرت میں ہر قسم کی روایتیں جمع کر دی جاتی ہیں، جو صحیح بھی ہوتی ہیں اور منکر بھی۔''

اگر دلائل و معجزات پر مروی کتب کی تنقیح کا کام شروع کر دیا جائے تو کئی جلدوں پر مشتمل کتاب تیار ہو جائے اور ایسی کئی روایات کی حیثیت باطل ثابت ہو جائے جو آج ہمارے ہاں اس طور سے رائج ہے جیسا کہ بدیہی حقیقت پر مبنی

① لسان المیزان جلد ۱ صفحہ ۲۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں جیسے کہ اول ما خلق اللہ نوری یعنی اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو تخلیق کیا جبکہ حقیقت میں یہ روایت سخت منکر ہے جو کہ صحیح حدیث جس کو امام ترمذی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے کہ ''اللہ نے سب سے اول قلم تقدیر کو پیدا کیا'' کے خلاف ہے۔ دوسری طرف یہ روایت ''مصنف عبدالرزاق بن ہمام'' کے حوالے سے نقل کی جاتی ہے جبکہ حقیقت میں اس کتاب کے ثقہ نسخہ میں یہ روایت ہی موجود نہیں۔ یہی حال بحیرا راہب کی روایت کا ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ جب دس بارہ سال کے تھے تو ابو طالب کے ساتھ شام کے سفرِ تجارت پر گئے وہاں ایک خانقاہ میں مقیم عیسائی راہب جس کا نام بحیرا تھا، نے آپ ﷺ کو پہچان لیا اور ابو طالب سے درخواست کی کہ آپ کو لے کر واپس مکہ چلے جائیں ورنہ رومی آپ ﷺ کو قتل کر ڈالیں گے۔ جس پر ابو طالب نے نبی ﷺ کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ اس روایت کی سند پر کلام سے پہلے ہی اس کا متن از حد منکر ہے جس میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ و سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی ﷺ کو واپس لوٹانے کا ذکر ہے کیونکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے دو سال چھوٹے تھے ① جبکہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تو اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ یہی وجہ رہی کہ حافظ ذہبی نے اس روایت کے ایک راوی پر کلام کرتے ہوئے تصریح کی کہ عبدالرحمٰن بن غزوان کی منکر روایتوں میں سب سے زیادہ منکر بحیرا راہب کا قصہ ہے۔ ②

ایسا ہی حال اس روایت کا بھی ہے جو امام بیہقی نے دلائل میں اور ابن

① تاریخ خلیفہ بن خیاط میں ایک روایت اس موقف کے برعکس بھی مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں یا میں تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ شرف و منزلت اور مقام و مرتبہ میں آپ بڑے ہیں البتہ میری پیدائش آپ سے پہلے کی ہے (محمد فہد حارث)

② میزان الاعتدال تحت الترجمۃ عبدالرحمٰن بن غزوان.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عساکر نے تاریخ میں نقل کی ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھ کو جس نشانی نے آپ ﷺ کے مذہب میں داخل ہونے کا خیال دلایا وہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ گہوارے میں تھے تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ چاند سے اور چاند آپ ﷺ سے باتیں کرتا تھا، اور آپ ﷺ جدھر اشارہ کرتے وہ ادھر جھک جاتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی بابت مؤرخین و ماہر انساب کا اتفاق ہے کہ وہ نبی ﷺ سے صرف سال دو سال ہی بڑے تھے گویا آپ ﷺ کی شیر خوارگی کے ایام میں وہ خود بھی شیر خوار رہے ہونگے پھر وہ کیونکر اس واقعہ کو نقل کر سکتے ہیں۔ اسی لئے امام بیہقی نے اس روایت کو لکھ کر تصریح کر دی کہ ''یہ روایت صرف احمد بن ابراہیم جبلی سے مروی ہے اور وہ مجہول ہے۔''

گویا سیرت کی معجزات پر مبنی اکثر و بیشتر روایتیں نکارت سے پُر ہوتی ہیں یہاں تک کہ ایک روایت میں ایک طرح کا مضمون ادا ہو رہا ہوتا ہے تو دوسری روایت اس کا بالکل متضاد مفہوم بیان کر رہی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ٦١ پر ایک روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ بی بی آمنہ کو حمل کے دوران نبی ﷺ کی جلالت وعظمت کے سبب سخت گرانی اور بار محسوس ہوتا تھا اور وہ کہا کرتی تھیں کہ میرے پیٹ میں کئی بچے رہے لیکن اس بچہ سے زیادہ بھاری اور گراں مجھے کوئی معلوم نہ ہوا۔ اب دیکھئے جہاں یہ روایت معروف اور مسلمہ واقعہ کے خلاف ہے کہ نبی ﷺ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے وہی یہ روایت ایک دوسری ضعیف روایت کے بھی متضاد ہے جس کو ابن سعد ہی اپنی کتاب میں مقدم الذکر روایت سے تقریباً ٢٠ صفحے قبل لائے ہیں کہ بی بی آمنہ کہا کرتی تھیں کہ مجھے ایام حمل میں کوئی علامت معلوم نہ ہوئی اور عورتوں کو ان ایام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جو گرانی اور سختی محسوس ہوتی ہے مجھے ایسا کچھ محسوس نہ ہوتا تھا۔ جہاں تک پہلی روایت کی بات ہے تو ابن سعد نے اس کو متصل سند کے بغیر نقل کیا ہے جبکہ دوسری روایت میں عندالمحدثین مجروح راوی جناب محمد بن عمر الواقدی موجود ہیں جو اس روایت کو امام زہری پر لے جا کر ختم کر دیتے ہیں۔

المختصر یہ حال ہے سیرت سے متعلق ان روایات کا جو عموماً معجزات و خصائص کے ذیل میں کتبِ سیرت میں منقول ہیں۔ اس طرح کی واہی کہانیاں آپ کو صحیحین میں قطعی دیکھنے کو نہیں ملتیں جبکہ صحاح ستہ کی باقی کتب میں بھی اس طرح کی مرویات کی تعداد از حد کم اور عموماً ضعیف رواۃ سے مروی ہیں۔ اس طرح کی منکر، موضوع اور ضعیف روایات کا اصل منبع و ماخذ وہ کتابیں ہیں جن کو مؤلفین نے عام حدیث کی کتابوں سے الگ کر کے صرف آپ ﷺ کے معجزات وخصائص کے تذکرے کے لئے تالیف کیا ہے۔ ان کتابوں میں معجزات کی جھوٹی اور غیر مستند روایتوں کا ایک جمِ غفیر پایا جاتا ہے جن سے ربیع الاول کے ماہ میں ہمارے بد دین واعظ اور خطیب اپنی محافل میں چار چاند لگاتے ہیں۔ اسی بات کا مرثیہ پڑھتے ہوئے سید سلیمان ندوی نے ''سیرت النبی ﷺ جلد سوم'' میں لکھا ہے:

''خوش اعتقادی اور عجائب پرستی نے ان غلط معجزات کو اس قدر شرفِ قبولیت بخشا کہ ان کے پردہ میں آپ ﷺ کے تمام صحیح معجزات چھپ کر رہ گئے اور حق و باطل کی تمیز مشکل ہوگئی۔ حالانکہ اس تمام ذخیرہ سے کتب صحاح اور خصوصاً بخاری و مسلم یکسر خالی ہیں۔ لیکن تیسری اور چوتھی صدی میں اس موضوع پر جو کتابیں لکھی گئیں، وہ اس درجہ بے احتیاطی کے ساتھ لکھی گئیں کہ محدثینِ ثقات نے ان میں سے بیشتر کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا۔ کتبِ دلائل کے ان مصنّفین کا مقصد معجزات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی صحیح روایات کو یکجا کرنا نہیں، بلکہ کثرت سے عجیب وحیرت انگیز واقعات کا مواد فراہم کرنا تھا، تاکہ خاتم المرسلین ﷺ کے فضائل ومناقب کے ابواب میں متعدد بہ اضافہ ہوسکے۔ بعد کو جو احتیاط پسند محدثین آئے مثلاً زرقانی وغیرہ وہ ان روایات کے نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تردید اور تضعیف بھی کرتے گئے لیکن جو چیز اس وسعت کے ساتھ پھیل گئی ہو، جو اسلامی لٹریچر کا ایک جزو بن گئی ہو، جو اس کے رگ وپے میں سرایت کرگئی ہو، اس کے لئے صرف اس قدر کافی نہیں بلکہ وہ مزید تنقید کی محتاج ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ ہمارے ملک میں میلاد کی مجلسوں میں جو بیانات پڑھے جاتے ہیں وہ تمام تر ان ہی بے بنیاد روایتوں سے بھرے ہوتے ہیں۔''①

اسی ضرورت کے پیشِ نظر علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے ''سیرت النبی ﷺ'' میں کئی جگہ اپنے استاد محترم علامہ شبلی نعمانی سے اختلاف کرتے ہوئے سیرت کے کئی مشہور لیکن بے اصل واقعات پر کلام کرکے ان کا غیر درست ہونا بیان کیا ہے۔ علامہ سلیمان ندوی مرحوم کی اتباع میں ہی ان کے شاگردِ رشید علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی رحمہ اللہ فرزند علامہ اشفاق الرحمٰن کاندھلوی مرحوم نے اپنی مشہور کتاب ''مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت'' میں چار جلدوں میں سیرت اور فضائل کے موضوع پر مروی کئی روایات کا غیر معتبر ہونا ثابت کیا ہے۔ تاہم اپنے ان استدرکات میں بعض جگہوں پر علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی رحمہ اللہ سے سہو اور تسامح بھی سرزد ہوئے جس پر دیگر اہل علم نے علامہ حبیب الرحمٰن کاندھلوی رحمہ اللہ کے کام پر نقد وتبصرہ کیا۔ البتہ سیرت وفضائل سے

---

①سیرت النبی ﷺ جلد سوم صفحہ ۱ ۴۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعلق غیر ثابتہ روایات کے ابطال پر اردو زبان میں علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی رحمہ اللہ کا کام اپنے بعض تسامح کے باوجود قابلِ تحسین اور سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے کہ کم از کم اردو زبان میں تو کسی نے سیرت و فضائل سے متعلق تنقیحِ روایت کی اس ضرورت کو سمجھا اور ۱۹۸۰ء کی دہائی میں اس پر ایک مستقل تصنیف کی صورت میں اس قدر مفصل و مدلل کام کیا۔ اسی طرح کا ایک کام نعمانی کتب خانہ سے چار جلدوں میں شائع ہونے والی کتاب ''ضعیف اور من گھڑت واقعات'' بھی ہے جس کے مؤلف حافظ محمد انور زاہد ہیں۔ گرچہ یہ کام بھی نہایت وقیع و مدلل ہے لیکن حافظ محمد انور زاہد صاحب نے اپنی اس کتاب میں کئی تحقیقات بغیر نام لیے یا تصریح کیے بنا علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی رحمہ اللہ کی ''مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت'' سے مِن وعَن نقل کر دی ہیں جس کے سبب کتاب کی علمی حیثیت کسی قدر مجروح یا مشتبہ ہو جاتی ہے۔

سیرت و تاریخ میں ضعیف و موضوع روایات پر ایک اور عمدہ کام سلفی عالم ڈاکٹر سعید احسن عابدی حفظہ اللہ کا ہے جنہوں نے دو جلدوں میں ''موضوع اور منکر روایات'' کے نام سے اس موضوع پر مستقل تصنیف رقم کی جو مکتبہ بیت السلام ریاض سے سن ۲۰۰۰ء کی دہائی میں شائع ہوئی۔ یہ دونوں جلدیں بشمول اپنے مقدمات کے نہایت وقیع علمی مباحث و تحقیقات پر مبنی ہیں اور اس سلسلے میں قاری کی معلومات میں گرانقدر اضافہ کر کے کئی مشہور روایات کے غیر ثابتہ ہونے پر دلائل مہیا کرتی ہیں۔

اسی ضمن میں ایک مشہور نام علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ برِ صغیر پاک و ہند کی علمی فضا میں آپ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ انتہائی مختصر مدت اور پیرانہ سالی میں تنِ تنہا آپ تنقیحِ تاریخ کا جو کام کر گئے، اس نے برصغیر میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایرانی اثرات کے تحت مروجہ تاریخی ذہن وفکر کا دھارا ہی موڑ دیا۔آپ کی اصل وجہ شہرت تو مشہورِ زمانہ کتاب و معرکۃ الآراء تصنیف ''خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ ویزید رحمہ اللہ '' بنی جو ۱۹۵۰ء کی دہائی میں منظرِ عام پر آئی تھی اور یہی ایک کتاب ایک طرح سے آپ کی پہچان کا ذریعہ بن گئی لیکن اس کتاب کے ساتھ ساتھ علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ کی کئی دیگر نادر تالیفات بھی منظر عام پر آئیں جو اپنے علمی معیار اور ثبت تحقیق کے ضمن میں کسی صورت'' خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ و یزید رحمہ اللہ '' سے کم نہ تھیں۔

جیسے تاریخ امروہہ، تذکرہ الانساب، تحقیق سیدوسادات، حقیقتِ خلافت وملوکیت، تحقیقِ مزید بسلسلۂ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ و یزید رحمہ اللہ ، بادشاہ بیگم اودھ وغیرہ۔تاریخ کے باب میں علامہ محمود احمد عباسی کو مجدد گردانا جاسکتا ہے کہ انہوں نے تاریخ کے سلسلے میں برسوں کی پڑی تقلیدی گرد کو نہایت مدلل اور علمی طریقے سے صاف کیا۔ان پر ناصبیت کے الزام بھی لگائے گئے جو کم از کم ان کی کتب کے بالاستیعاب اور سیاق وسباق کے ساتھ جڑی عبارتوں کے مطالعہ کے بعد کسی طور پر ثابت قرار نہیں دیئے جاسکتے۔اس سلسلے میں محمود احمد برکاتی صاحب وغیرہ کی کچھ باتیں ہیں لیکن ان باتوں اور عباسی صاحب کی طرف منسوب نظریات اور الزامات کی کوئی تصدیق خود علامہ عباسی کی کتب یا تحاریر سے نہیں ہوتی۔عباسی صاحب سے صد اختلاف سہی لیکن ان کی تحقیقات نے لاکھوں اذہان کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ برصغیر میں تاریخ کو سمجھنے اور پرکھنے کا زاویہ ہی بدل ڈالا۔مالک رام صاحب نے اپنی کتاب'' تذکرۂ معاصرین'' میں علامہ عباسی کے حالات زندگی پر کسی قدر جامعیت سے لکھا ہے جس کو ہم نے اپنے ادارے'' حارث پبلی کیشنز'' سے شائع شدہ کتاب'' خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ و یزید رحمہ اللہ '' کے مقدمے میں شامل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دیا ہے۔ علامہ عباسی کے حالاتِ زندگی جاننے کے شائقین مذکورہ کتاب کے مقدمہ کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی وفات پر بھی بعض اہل علم نے تعزیتی و تہنیتی شذرات رقم کیے تھے جن کو ہندوستان سے تعلق رکھنے والے صاحبِ علم ڈاکٹر حکیم سراج الدین ہاشمی حفظہ اللہ نے بنام ''علامہ محمود احمد عباسی ۔فن و شخصیت'' یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے۔ یہ کتاب ہاشمی ہاؤس، محلہ قاضی زادہ ، امروہہ اور دفتر انجمن ترقی اردو، محلہ ملانہ، امروہہ ہندوستان سے دستیاب ہے۔ مذکورہ کتاب میں پاکستان کے معروف اہل علم احمد حسین صدیقی صاحب کا ایک مختصر مضمون بنام ''محمود احمد عباسی'' بھی شامل ہے جس کو ہم علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ کے تعارف کے ذیل میں قارئین کے استفادے کی غرض سے یہاں نقل کر رہے ہیں۔ احمد حسین صدیقی صاحب کا یہ مضمون غالباً ان کی چار جلدوں پر مشتمل کتاب ''دبستانوں کا دبستان'' سے لیا گیا ہے۔ احمد حسین صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

''محمود احمد عباسی امروہہ کے مقتدر علمی و دینی گھرانے میں ۱۴/ جمادی الثانی ۱۳۰۲ھ (۳۱/ مارچ ۱۸۸۵ء) کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید محمد علی عباسی امروہہ کے مشہور و معروف وکیل تھے۔ ابھی امروہہ ہائی اسکول میں زیرِ تعلیم تھے کہ ان کے والد کا سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد اپنے چچا کے پاس رائے بریلی چلے گئے۔ چند سال تک اناؤ ورائے بریلی میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے لکھنؤ گئے۔ نواب وقار الملک مرحوم عباسی صاحب کے والد سے تعلقاتِ محبت و یگانگت کی بنا پر ان کی تعلیمی ترقی میں بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ محمود احمد عباسی کو بچپن ہی سے ذی علم اور نامور شخصیات سے فیضِ صحبت حاصل کرنے اور عمدہ کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ چنانچہ اپنے بڑے بھائی محمد داؤد عباسی کے توسط اور اپنے ذاتی علمی شوق سے ان کی رسائی مولانا شبلی نعمانی، خواجہ الطاف حسین حالی اور مولانا عبدالحلیم شرر جیسی نامور شخصیتوں سے ہوئی۔ جب ایسے قد آور اور ذی علم حضرات سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو ان کو کتبِ تاریخ وسیر، قومی لٹریچر اور اخبارات ورسائل پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ خود قومی کاموں میں عملی حصہ لینے لگے۔ خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کی سفارش پر محمود صاحب ۱۹۰۸ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں ملازم ہوئے۔ یہاں انہوں نے ۱۴ سال تک پرسنل اسسٹنٹ، لٹریری اسسٹنٹ، اسسٹنٹ سیکریٹری اور آخر میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر اپنی خدمات انجام دیں۔

محمود احمد عباسی نے اپنی عمر کا طویل حصہ اپنے وطن امروہہ سے باہر گزارا۔ مولانا محمد علی جوہر نے دِلّی سے اپنا مشہور روزنامہ ''ہمدرد'' جاری کیا تو انہوں نے محمود احمد عباسی کو بھی اس کے صیغۂ ادارت میں کام کرنے کی دعوت دی، جو انہوں نے قبول کر لی۔ اس سلسلے میں تقریباً ایک سال دِلّی میں رہے۔ اس کے بعد وہ امروہہ واپس آ گئے۔ امروہہ کے قیام میں انہوں نے تین کتابیں لکھیں:

(۱) تاریخ امروہہ (جلد اول)

(۲) تذکرۃ الکرام (امروہہ میں آسودۂ خاک اولیاء کرام کے حالات اور ان کی خدمات وتعلیمات)

(۳) حقیقت الانساب (امروہہ کے خاندانوں کے شجرے اور ان کی امروہہ میں آمد۔ اس کام میں انہوں نے بے شمار مستند قلمی کاغذات اور تاریخی کتابوں سے بیش قیمت مواد حاصل کیا)۔

محمود احمد عباسی نے ملکی سیاست میں بھی عملی طور پر حصہ لیا۔ وہ امروہہ کمیٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے صدر چنے گئے تھے اور کچھ مدت وہاں کی میونسپل کمیٹی کے صدر اور آنریری مجسٹریٹ بھی رہے۔ ۱۹۳۶ء کے انتخاب کے سلسلے میں جب جواہر لال نہرو امروہہ کے دورے پر آئے تو وہاں جلسے کا انتظام اور نظم وضبط کا اہتمام عباسی صاحب نے ہی کیا تھا۔

۱۹۴۷ء میں جب ملک کی فضا مکدر ہوگئی اور امروہہ کا قیام غیر محفوظ ہونے لگا تو وہ عارضی طور پر پاکستان چلے گئے لیکن ان کا ارادہ وہاں مستقل قیام کا نہیں تھا، چنانچہ کچھ عرصے بعد وہ واپس ہندوستان چلے گئے تھے۔ ان کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادی برجیس فاطمہ ہوئیں جن کی شادی جناب سبط رسول فاروقی سے ہوئی۔ پاکستان بننے کے بعد ان کی بیٹی اور داماد پاکستان آ گئے اور عباسی صاحب تقاضائے عمر سے بیمار سے رہنے لگے تو بیٹی اور داماد نے بہت اصرار کیا کہ وہ پاکستان آ جائیں تا کہ وہ ان کی دیکھ بھال کرسکیں۔ یوں بھی اب امروہہ میں ان کا کون تھا! لہٰذا بیٹی کے بلانے پر وہ ۱۹۵۱ء میں ہجرت کر کے مستقلاً پاکستان آ گئے۔

پاکستان آنے کے بعد بھی عباسی صاحب نے تالیف وتصنیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں پر ان کی پہلی کتاب ''حقیقتِ قومِ کنبوہ'' شائع ہوئی۔ یہ کتاب انھوں نے امروہہ میں مکمل کر لی تھی، لیکن ہندوستان کے خراب حالات کے پیشِ نظر امروہہ میں نہیں چھپ سکی تھی۔ لہٰذا اس کتاب کا مسودہ اپنے ساتھ پاکستان لے آئے تھے۔ ان کی دوسری کتاب ''خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ و یزید رحمہ اللہ'' ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد بڑا ہنگامہ برپا ہوا۔ حکومت نے عافیت اسی میں سمجھی کہ اس کتاب کی اشاعت کو ممنوع قرار دے دے۔ اس کے بعد عباسی صاحب نے ایک اور کتاب ''تحقیقِ مزید بسلسلۂ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلافت معاویہ و یزید'' شائع کی۔ اس پر بھی بڑی مخالفت اور احتجاج ہوا۔ محمود احمد عباسی صاحب نے شعرائے امروہہ کا ایک تذکرہ بھی مرتب کیا تھا۔ دراصل یہ ان کی کتاب ''تاریخِ امروہہ'' کا ایک حصہ تھا۔ وہ یہ کام مکمل کر چکے تھے اور اس کا مسودہ بھی اپنے ساتھ پاکستان لے آئے تھے لیکن یہ کتاب شائع نہ ہو سکی۔ اب مسودہ اللہ جانے کس کے پاس ہے۔ ۱۴/ مارچ ۱۹۷۴ء کو عباسی صاحب نے کراچی میں وفات پائی۔ سخی حسن قبرستان میں محوِ خوابِ ابدی ہیں۔ ①

آمدم برسر مطلب! دراصل عباسی صاحب کے بعض تسامحات اور برصغیر کی عمومی فضاء کے شیعیت سے متاثر ہونے کے سبب ہم اہلسنت نے ان کی تحقیقات سے صرفِ نظر یا ان کو نظر انداز و پس انداز کر کے سخت غلطی کی ہے۔ عباسی صاحب کی شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو جو راقم نے نہ پڑھ رکھی ہو۔ ان کی کئی تحقیقات سے خود احقر کو بھی سخت اختلاف ہے لیکن یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ انہوں نے اپنی کتب میں بعض ایسی مدلل تحقیقات پیش کی ہیں جن پر نظر صرف ان حضرات کی ہی پڑ سکتی ہے جنہوں نے تاریخ و انساب کی امہات الکتب گھول کر پڑھ رکھی ہوں۔ عباسی صاحب کی کتاب ''تحقیقِ سید و سادات'' میں چند ایک باتیں یقیناً محلِ نظر ہیں لیکن یہ کتاب مجموعی طور پر اس قدر مدلل، اچھوتی اور نادر تحقیق پر مبنی ہے کہ صرف یہی ایک کتاب عباسی صاحب کے تاریخ سے متعلق تبحرِ علمی کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔

الحمد للہ اس وقت جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے اس کے ذریعے ہم اپنے ادارے سے عباسی صاحب کی تین مختصر کتب کو یکجا کر کے شائع

---

① محمود احمد عباسی۔ فن و شخصیت مرتبہ ڈاکٹر حکیم سراج الدین ہاشمی صفحہ ۶۹ تا ۷۱، مضمون نگار احمد حسین صدیقی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ تینوں کتب کمال معلومات سے آراستہ ہیں۔ پہلی کتاب ''وقائع زندگانی ام ہانی رضی اللہ عنہا'' نبی ﷺ کی عم زاد اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ ام ہانی بنت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی پر ہے جو دراصل سیرت کے ابتدائی عہد کے واقعات سے بھی بحث کرتی ہے۔ کئی صحابہ کرام اور اعمامِ رسول ﷺ سے متعلق اس کتاب میں فقط متقدمین کی کتب کے حوالے سے کافی کچھ نادر معلومات موجود ہیں جیسے زبیر بن عبدالمطلب کے حالاتِ زندگی، دامادِ ابو طالب ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی کے حالات، ہبار بن الاسود رضی اللہ عنہ کی اسلام دشمنی اور قبولِ اسلام، ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اسلام دشمنی اور قبولِ اسلام و حسنِ اسلام، عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قبل از قبول اسلام کے حالاتِ زندگی وغیرہ۔

اس کتاب میں موجود وقیع معلومات کے ضمن میں ہی جدید طباعتی اہتمام کے ساتھ اس کتاب کی اشاعت نو کا ارادہ کیا گیا ہے۔ پرانے ایڈیشن میں ہاتھ کی کتابت کے سبب پروف کی اغلاط کی بھرمار تھی۔ کئی جگہ صحابہ کے نام غلط تھے تو اکثر جگہ اشعار کے عربی متن بھی غیر درست معلوم ہوئے۔ ہم نے اصل ماخذ سے مراجعت کر کے حتی المقدور ایسی تمام اغلاط کی درستی کرنے کی کوشش کی ہے۔ ساتھ ہی کتاب میں چند تنقیدی حواشی کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ یہ حواشی اس ضمن میں ہیں، جہاں ہمیں علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ کی کسی بات سے تاریخی طور پر اختلاف محسوس ہوا ہے جیسے سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا اسلام قبول نہ کرنا یا معراج کا روحانی ہونا وغیرہ۔ تاہم یہاں ہم یہ بتانا اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں کہ کتاب کا پرانا ایڈیشن جو الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ سے محترم احمد رضا خان حفظہ اللہ کی مساعی سے شائع ہوتا رہا ہے، اپنی چند اغلاط کے باوجود، جناب احمد رضا خان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب کی علم دوستی پر شاہد ہے۔ احمد رضا خان صاحب جو اس وقت الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ کے واحد کرتا دھرتا ہیں، ۸۰ سال سے متجاوز عمر کے بزرگ ہیں جو اس پیرانہ سالی میں بھی اکیلے ہی کئی وقیع کتب کی اشاعت کا فریضہ مسلسل انجام دے رہے ہیں اور یہ محض ان کی مخلصانہ مساعی سے ہی ممکن ہو سکا کہ علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ کی یہ کتب امتدادِ زمانہ کے باوجود ضائع ومعدوم ہونے سے بچی رہ گئیں۔ ایسے میں کتاب کا پرانا ایڈیشن اپنی چند اغلاط کے ساتھ بھی کسی نعمت سے کم نہیں۔ جو کام اداروں کے کرنے کے ہوتے ہیں جناب احمد رضا خان کتنی دہائیوں سے ان کو اکیلے ہی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ حارث پبلی کیشنز کو اپنے ادارے کی تمام کتب کے حقوق بغیر کسی معاوضے کے محض علم کی بازیافتی کے ضمن میں تفویض کرنے پر ہم محترم احمد رضا خان صاحب کے صدقِ دل سے ممنون ہیں۔

اسی طرح دوسری کتاب جو عرصہ سے ناپید تھی اور شاید فقط ایک بار ہی شائع ہوئی تھی یعنی ''تذکرۃ العباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب'' بھی ہم نے زیرِ نظر کتاب میں شامل کر دی ہے۔ اس کتاب میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے متعلق اس قدر پُرتاثیر و وقیع معلومات موجود ہے کہ انسان کتاب ختم کر کے رکھتا ہے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی محبت سے سرشار اٹھتا ہے۔ اس کتاب کا مسودہ نہایت مخدوش حالت میں ہمیں علم دوست شخصیت جناب تنزیل صدیقی صاحب سے ملا۔ اس علمی تعاون پر ہم تہہ دل سے ان کے ممنون ہیں۔

جبکہ تیسری کتاب یا رسالہ کہہ لیں ''نہج البلاغۃ۔ تاریخ کی روشنی میں'' ہے جو زیرِ نظر کتاب میں شامل کی جا رہی ہے۔ رسالہ مذکورہ میں علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ نے نہایت جامع اور مدلل پیرائے میں نہج البلاغۃ کے مندرجات کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائزہ لیا ہے۔ رسالے کا آغاز وہ ''نہج البلاغۃ'' کے مرتبین الشریف الرضی اور الشریف المرتضیٰ کے حالاتِ زندگی اور ان کے مسلک و مشرب پر بحث سے کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ درحقیقت ''نہج البلاغۃ'' دو غالی رافضی بھائیوں محمد بن حسین شریف الرضی (متوفیٰ ۴۰۶ ہجری) اور علی بن حسین شریف مرتضیٰ (متوفیٰ ۴۳۶ ہجری) کی تصنیف ہے۔ یہ دونوں بھائی فصحائے عرب میں شمار ہوتے تھے اور نہایت بلند پایہ شاعر تھے تاہم مذہباً کٹر رافضی تھے۔ علامہ محمود احمد عباسی کی تحقیق کے مطابق کتاب ''نہج البلاغۃ'' کا بیشتر حصہ وضعی روایات و حکایات پر مشتمل ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بجائے فصحائے روافض بشمول شریف مرتضیٰ و شریف الرضی کے اختراع کردہ خطبات پر مبنی ہیں جن کی نسبت انہوں نے اپنے کذب و افتراء اور غالی رافضیت کے تحت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں علامہ محمود احمد عباسی سب سے اول ''خطبہ شقشقیہ'' کا ذکر کرتے ہیں جس میں سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے منہ سے نہایت غیر مناسب اور ناگفتہ بہ کلمات کہلوائے گئے ہیں اور ان کو غاصب و جابر باور کروایا گیا ہے۔ تاہم کسی کو ''نہج البلاغۃ'' کے بالکل وضعی ہونے کا یقین نہ ہو جائے، اسی سبب اس کے واضعین نے نہایت ہشیاری سے اس میں سیدنا علیؓ سے صحیح سند سے ثابت کچھ خطبات بھی شامل کر دیئے جن کی تصدیق دوسری کتبِ روایات سے ہوتی ہے۔ تاہم کتاب کا بیشتر حصہ قطعی وضعی ہے جن میں خلفائے ثلاثہ اور امہات المومنین و دیگر صحابہ کی بدگوئی، حکماء کے اقوال جن کو زبردستی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کر دیا گیا اور روافض کے مخصوص عقائد و نظریات شامل ہیں جن کی تائید سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے کروائی گئی ہے، وغیرہ شامل ہیں۔

بقول علامہ عباسی ان کے اس دعویٰ کی ایک اور داخلی شہادت نہج البلاغۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں موجود بعض وہ عربی الفاظ اور تراکیب ہیں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ادا کروائے گیے ہیں جبکہ یہ الفاظ وتراکیب معرّب ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دو سو تین سو سال کے بعد کتب یونانی وغیرہ کے تراجم کی ضرورت سے وضع ہو کر عربی میں مستعمل ہوئے تھے جیسے تلاش اور تلاشت وغیرہ۔

پھر مزے کی بات یہ ہے کہ اس کتاب کے مرتبین نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی غیب دانی پر عہدِ علوی کے بعد ہونے والے کئی واقعات سے متعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اقوال نقل کرکے اس بات کا ثبوت بہم پہنچانے کی سعی مذموم کی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنی وفات کے سالوں بعد کے اخبار کا بھی علم تھا۔ لیکن ان دونوں مرتبین سے چوک یہ ہوئی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے منہ سے انہوں نے جتنے واقعات سے متعلق غیب دانی کے دعوے کروائے وہ سب واقعات ۴۰۰ ہجری کے زمانے تک وقوع پذیر ہوئے۔ ۴۳۶ ہجری کے بعد کے کسی واقعہ سے متعلق کوئی اخبارِ غیب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے منہ سے ادا نہیں کروائی گئی اور اس کی وجہ بہت واضح تھی کیونکہ ۴۳۶ ہجری تک ان دونوں مرتبین کا انتقال ہو چکا تھا۔ گویا جن تاریخ وحالات پر ان دونوں مرتبین کو واقفیت تھی، ان پر انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے منہ سے خطبات ادا کروا دیئے جیسے سقوط خلافتِ بنوامیہ وغیرہ اور ان کے عبرتناک انجام کی روداد۔ لیکن سقوطِ خلافت بنی عباس جس کے زوال کی داستان خلافتِ بنوامیہ کے سقوط سے بدرجہا زیادہ عبرتناک وافسوس ناک تھی، اس سے متعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خطبات میں نہ کوئی پیشین گوئی ادا کروائی گئی اور نہ اس کے وقوع سے متعلق کوئی ادنیٰ سا اشارہ بھی دیا گیا۔ کیونکہ سقوطِ خلافت عباسیہ شریف الرضی اور شریف المرتضیٰ کی وفات کے تقریباً سو دو سو سال کے بعد ہوا۔ پس اس متعلق ان دونوں مرتبین کو نہ کوئی معلومات ہو سکتی تھی اور نہ وہ اس کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منہ سے بطور ''اخبارِ غیب'' ادا کروا سکتے تھے۔

الغرض موضوعِ متعلقہ کے سلسلے میں علامہ عباسی رحمہ اللہ کی یہ تحقیق نہ صرف نہایت جامع و مدلل ہے بلکہ بے انتہا دلچسپ اور تاریخ حقائق سے مزین بھی ہے۔ عرصہ دراز سے یہ کتاب ناپید تھی جس کے اب تک صرف دو ایڈیشن ہی شائع ہو سکے۔ ایک علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ کی زندگی میں یعنی فروری ۱۹۵۳ء میں جبکہ دوسرا استمبر ۱۹۹۰ء میں۔ اب الحمدللہ حارث پبلی کیشنز کے زیرِ انتظام یہ وقیع رسالہ علامہ محمود احمد عباسی کی دیگر دو تالیفات ''وقائع زندگانی ام ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب'' اور ''تذکرۃ العباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب'' کے ساتھ یکجا شائع ہو رہا ہے۔ اس رسالے سے متعلق ہمیں پہلے کوئی علم نہ تھا یہاں تک کہ کچھ عرصہ قبل محترم عقیل اعظم صاحب کے توسط سے اس رسالے کی فوٹو کاپی ملی۔ اس علمی تعاون پر ہم محترم عقیل اعظم صاحب کے تہہ دل سے ممنون ہیں۔

المختصر عباسی صاحب کی یہ تینوں کتب کمال درجہ کی تحقیقی معلومات پر مشتمل ہیں جو اس وقت کتابی شکل میں یکجا ہو کر آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ تاہم افسوس اس بات کا ہے کہ تشدد پسندی کے زیرِ اثر اور آدابِ اختلاف رائے سے ناواقف ہونے کے سبب ہم نے عرصۂ دراز تک علامہ عباسی کی تحقیقات سے صرفِ نظر رکھا یہاں تک کہ ان کے ناپید ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا بلکہ ان کی کئی نادر تحقیقات ناپید ہو بھی گئی ہیں شاید، جیسا کہ اپنی کتاب ''تحقیقِ سید و سادات'' اور ''تذکرۃ العباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب'' میں وہ اپنی کسی مفصل کتاب ''تاریخِ خلافتِ عباسیہ'' کا ذکر کرتے ہیں۔ مذکورہ کتاب راقم الحروف کو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملی۔ اسی طرح سید مودودی کی ''خلافت و ملوکیت'' کے رد میں عباسی صاحب کی کتاب ''حقیقتِ خلافت و ملوکیت'' اپنے موضوع پر سب سے زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفصل اور مدلل کتاب ہے جو شاید سید مودودی کی کتاب کے پہلے صفحے سے لے کر کتاب کے آخری صفحے تک پر نقد وتبصرہ کرتی ہے۔ اس کتاب کو عباسی صاحب نے اس قدر تاریخی دلائل سے بھر دیا ہے کہ اس کے آگے جانا ممکن نظر نہیں آتا۔ تاہم آج تک کسی مکتبہ کو توفیق نہ ہوئی کہ علامہ محمود احمد عباسی صاحب کی اس مفصل ومدلل کتاب کو جدید طباعتی اہتمام کے ساتھ شائع کرے۔

بہت ضرورت ہے کہ ہم تشدد پسندی ترک کرتے ہوئے وسیع النظری کا مظاہرہ کریں اور سلف کی طرز پر علم کی بازیافتی کریں جیسا کہ ''تفسیرِ کشاف'' کی بابت ملتا ہے کہ صاحب تفسیر الکشاف امام زمخشری معتزلی تھے، انہوں نے اپنی تفسیر میں معتزلی ہونے کے باوجود کئی احادیث سے استشہاد کیا۔ ''تفسیر کشاف'' کی احادیث کی تخریج مشہور حنفی محدث حافظ جمال الدین الزیلعی متوفی ۷۶۲ ہجری نے اپنی کتاب ''تخریج احادیث تفسیر الکشاف'' میں کی۔ دوران تخریج کشاف میں موجود چند احادیث کی تخریج امام زیلعی رحمہ اللہ سے رہ گئی۔ ان بقیہ احادیث کی تخریج اور ساتھ ہی علامہ زیلعی کی کتاب کی تلخیص مشہور شافعی عالم علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۷ ہجری نے ''الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف'' کے نام سے لکھی۔

گویا ایک معتزلی عالم کی تفسیر میں شامل احادیث کی تخریج ایک حنفی محدث کرتا ہے اور جب اس حنفی محدث کی کتاب کچھ طوالت کا شکار ہوتی ہے تو اس کی تلخیص ایک شافعی محدث کرتا ہے۔ اس طرز عمل میں رہنمائی ہے ہمارے آج کے علماء کے لئے اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی کہ علم میں تعصب نہیں ہوتا۔ پس اسی روش کو بنیاد بناتے ہوئے اہل علم اور مکتبات پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ علامہ محمود احمد عباسی اور ان جیسے دیگر علماء کی کتابوں سے استفادہ کرنے اور ان کی نشر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واشاعت کا انتظام کرنے کی روش اپنائیں البتہ جہاں متنِ کتاب یا مندرجات سے اختلاف ہو وہاں تنقیدی یا تحقیقی حاشیہ لگا دیا جائے تاکہ علم بھی محفوظ رہے اور لوگوں تک درست بات بھی پہنچ سکے۔

اس کتاب کی طباعت کے سلسلے میں سب سے پہلے تو اس اللہ عزوجل کے حضور شکرگزار ہوں کہ اس مالک نے اس احقر کو اس قابل بنایا کہ وہ یہ کام کر سکے۔ اگر اس کی مدد شاملِ حال نہ ہوتو کوئی کام ممکن نہیں۔ اسی کے کرم سے یہ کام ہوسکا ہے اور اس کام کی ہر اچھائی صرف اسی ذاتِ باری تعالیٰ کے سبب سے ہے۔ اس مالک کُل کے شکریہ کے بعد محمد عقیل اعظم خاں صاحب کا شکریہ ادا کروں گا کہ ان کے تعاون کے بغیر یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچنا ناممکن تھا۔ ان کی وجہ سے کتاب میں شامل ایک مسودے کی دستیابی ممکن ہوسکی تو ہی کتاب کی اشاعت کا کام بن پڑا۔ اللہ ان کو اس تعاون کے لیے جزائے خیر سے نوازے۔

اس کے علاوہ ہم اپنے نہایت فاضل، محترم اور علم دوست انسان جناب حافظ عمران ﷾ کے بھی نہایت شکرگزار ہیں کہ انہوں نے اپنے مصروف اوقات میں سے اس کتاب کے لئے وقت نکالا اور نہایت دقّتِ نظری سے کتاب کی نہ صرف پروف ریڈنگ کی بلکہ کتابت کی غلطیوں کو بھی پوری جانفشانی کے ساتھ درست فرمایا۔ اللہ اس تھکا دینے والے کام کے لئے ان کو جزائے خیر سے نوازے۔ یہ احقر ہمیشہ ان کا ممنون رہے گا کہ جب بھی اس کو اُن سے کسی طور کی مدد و تعاون درکار رہا، حافظ عمران صاحب ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ موجود رہے۔ اللہ ان کو دین و دنیا میں بہتیرا ترقیاں نصیب کرے اور ان کے لئے دونوں جہانوں میں آرام وسکون کا بندوبست کرے۔

ساتھ ہی ہم فضیلۃ الشیخ محمد افتخار تبسم ﷾ اور ان کی اہلیہ سیدہ ام معاذ سلمہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے بھی نہایت ممنون ہیں کہ انہوں نے کتاب کا فائنل پروف پڑھنے کی ہماری درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا اور یوں پروف کی اغلاط سے پاک یہ کتاب ادارہ قارئین تک پہنچانے میں کامیاب ہوسکا۔ اس سلسلے میں اس بات کا اظہار کرنا بھی علمی امانت و دیانت کا متقاضی ہے کہ محترمہ ام معاذ حفظہا اللہ نے نہ صرف نہایت دقت نظری سے اس کتاب کا پروف پڑھا ہے بلکہ کئی جگہ متن کتاب میں موجود علمی اغلاط کی بھی تحقیقی درستی کی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کتاب کی تحقیق کا حق راقم الحروف سے کہیں زیادہ محترمہ ام معاذ سلمہا اللہ کو جاتا ہے جن سے راقم نے محض پروف پڑھنے کی درخواست کی تھی لیکن انہوں نے رضا کارانہ طور پر پوری کتاب کی تحقیق کا فریضہ بھی نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا اور یوں یہ کتاب ممکنہ حد تک پروف اور تحقیق کی اغلاط سے پاک ہوکر منظر عام پر آرہی ہے۔ اس مخلصانہ کاوش کے لیے یہ احقر فضیلۃ الشیخ محمد افتخار تبسم حفظہ اللہ اور ان کی زوجہ محترمہ سیدہ ام معاذ سلمہا اللہ کا تہہ دل سے ممنون اور شکر گزار ہے اور مالک عزوجل سے دعا گو ہے کہ اس کارِ خیر پر ان احباب کو بہترین اجر سے نوازے۔ آمین۔ اس کتاب کی جدید طباعت واشاعت ان حضرات کے تعاون کے بغیر ناممکن تھی۔ اسی طرح اس کتاب کی اشاعت میں اور بھی چند احباب کی خصوصی مدد شاملِ حال رہی لیکن کیا کروں ان کی درویشانہ صفت کا کہ انہوں نے اپنے ناموں کا تذکرہ کرنے سے سختی سے منع کر رکھا ہے، اسی لئے ان کا نام لئے بغیر ہی ان کی جناب میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔

کسی بھی کام میں کمال صرف اس ذاتِ بے ہمتا کو ہی سزاوار ہے، مخلوق کا کام تو غلطیوں سے پُر ہوتا ہے۔ پھر بھی اپنے تئیں پوری کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں کوئی غلطی کوئی کمی نہ رہ جائے، تاہم اس کے باوجود اگر کوئی کمی یا غلطی رہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے تو قارئین سے التماس ہے کہ اس بابت مطلع فرمائیں، ان شاء اللہ ایجابی طریق سے آئی ہر تنقید کو سر آنکھوں پر رکھا جائے گا۔

محمد فهد حارث

حارث پبلی کیشنز

دبئی، متحدہ عرب امارات

۱۳ مئی ۲۰۲۲ء مطابق ۱۲ شوال ۱۴۴۳ ہجری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقائع زندگانی

ام ہانی رضی اللہ عنہا

بنت ابی طالب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

واقعہ معراج اور حیاۃ النبی ﷺ کے ابتدائی حالات

چوں ندید ند حقیقت، رہِ افسانہ زدند

ام ہانی رضی اللہ عنہا:

یہ ام ہانی جن کی زبانی شب معراج کی وضعی کہانی کے سلسلے میں دوسری غلط باتوں کے علاوہ یہ بے اصل اور غلط بات بھی کہی جاتی اور آب وتاب سے بیان کی جاتی ہے کہ معراج (اسراء) کی مبارک رات میں رسول اللہ ﷺ میرے ہی گھر سو رہے تھے۔ میرے ہی گھر سے معراج ہوئی اور میرے ہی گھر سفر معراج سے واپس آئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سگی بہن ① تھیں۔ نام ہند ② تھا۔ کنیت بڑے بیٹے ہانی کے نام پر ام ہانی تھی۔ زمانہ معراج سے کوئی بیس، اکیس برس پہلے سے ہبیرہ بن ابو وہب مخزومی کی زوجیت میں تھیں جو ابوجہل کا قریبی رشتہ دار دین اسلام کا شدید مخالف، مشرکین قریش کی اس ٹولی کا چلتا پرزہ تھا جو آنحضرت ﷺ کی ایذا رسانی کے درپے رہتے تھے۔

① حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب عبد مناف کے بیاہتا بیوی فاطمہ بنت اسد ہاشمیہ سے چار بیٹے طالب وعقیل رضی اللہ عنہ، جعفر وعلی رضی اللہ عنہما اور دو بیٹیاں ہند (ام ہانی رضی اللہ عنہا) وجمانہ تھیں۔ زنِ مدخولہ علۃ نام سے جسے بعض مولفین ابن سعد وغیرہ نے ان کی لونڈی (ام ولد) بتایا ہے، ایک بیٹا طلیق تھا بعض نے ابوطالب کی تیسری بیٹی ریطہ کو بھی طلیق کی سگی بہن بتایا ہے، دوسروں نے ریطہ کی کنیت ام طالب لکھ کر ان کی اس دختر کو بھی فاطمہ بنت اسد ہی کے بطن سے ظاہر کیا ہے۔ (الاصابہ: جلد ۳ص ۴۶۹)

② ام ہانی کا نام ہند تھا۔ بعض نے عاتکہ بعض نے فاختہ نام لکھا ہے جو صحیح نہیں ان کے شوہر ہبیرہ کے ہی قطعہ اشعار میں جو اپنے محل پر آگے آتا ہے ان کو ہند ہی نام سے مخاطب کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمانہ معراج میں اور معراج سے دس برس بعد تک یہ ام ہانی اپنے اسی دشمن اسلام شوہر کے گھر جو مخزومیوں کے محلے میں واقع تھا، مع اپنے چار بچوں کے سکونت رکھتی رہیں۔ ۸ ہجری میں جب فتح مکہ ہو کر اسلام کا بول بالا ہوا بعض سرغنہ کفر ترک وطن کر کے مکے سے فرار ہو گئے ام ہانی کا یہ خاوند ہبیرہ مخزومی بھی بیوی کو بے سہارا چھوڑ کر عیسائی علاقے نجران کو بھاگ گیا۔ بعد میں وہیں بحالت کفر ہلاک ہوا۔

ہبیرہ کے اس طرح فرار ہو جانے سے جس کی زوجیت میں عمر کا طویل حصہ گزار چکی تھیں جب ام ہانی کی دائمی جدائی مشرک و کافر شوہر سے ہو گئی انہیں بلطف الٰہی دین اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بالفاظ دیگر شب معراج سے کوئی دس برس بعد ام ہانی آبائی مذہب ترک کر کے مسلمان ہوئیں۔ ۸ ھ میں حلقہ بگوش اسلام ہونے سے شمار ان کا بھی طلقا میں رہا۔ ۴۰ ھ کے کچھ بعد تک زندہ رہیں۔ امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اول عہد خلافت میں اسّی بیاسی برس کی طویل عمر پا کر منزل عقبیٰ طے کی۔

اولاد میں ہبیرہ کے صلب سے چار بیٹے ہانی، جعدہ، عمرو اور یوسف تھے۔ یہ چاروں بیٹے مومنہ ماں کے زیر تربیت، متبع اسلام رہے، ایک بھانجے جعدہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام الحسن بیاہ دی تھی، پھر اسی بھانجے اور داماد کو اپنی خلافت کے ابتدائی ایام میں صوبہ خراسان کی گورنری کے منصب اعلیٰ پر بھی فائز کر دیا تھا۔ اسی جعدہ سے ام ہانی اور ہبیرہ کی نسل چلی۔

ام ہانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیامِ نکاح:

ان ہی ام ہانی ہند بنت ابوطالب کے ایام دوشیزگی و کنوار پن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے نکاح میں لانے کا خیال اس وقت کیا تھا جب آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے سگے کفیل تایا زبیر بن عبدالمطلب کی وفات ہو جانے سے جن کی مشفقانہ کفالت و پرورش میں بچپن سے آغاز شباب تک آپ نے بارہ تیرہ برس بڑے آرام و آسائش سے اپنے ان تایا کے گھر بسر کیے تھے، شفیق بزرگ سے یوں دائمی مفارقت وجدائی ہو جانے سے اب آپ کو اپنا گھر بسانے کی ضرورت ہوئی۔

سن شریف اس وقت بائیس تیئیس برس تھا۔ عرب گھرانوں میں دو بھائیوں کی اولاد ابن عم و بنت عم کا رشتہ مناکحت وازدواج بہت مرغوب و پسندیدہ سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے بھی سب سے پہلے اسی بنت عم ہند ام ہانی سے اپنے نکاح کا پیام دوسرے چھوٹے تایا ابو طالب ① عبد مناف کو دیا۔ دوشیزہ ہند کو بھی آپ سے انس و محبت تھی جس کا اظہار خود انہوں نے ہی ایک اور موقع پر کیا تھا۔ ابو طالب نے حقیقی بھتیجے کا پیام تو قبول نہ کیا اپنے ننہالی خاندان بنی مخزوم میں ہبیرہ بن ابو وہب کو جس کا پیام بھی اسی دوشیزہ کو تھا اپنی بیٹی بیاہ دی۔ سگے تایا کے اس غیر متوقع انکار سے آنحضرت ﷺ کو ایسا ملال ہوا کہ آپ نے ان پر اظہار خفگی کا کیا: ''فعاتبه النبی ﷺ'' ② یہ واقعہ قدیم مؤلفین کی معتبر کتب سیر و تذکرہ و تاریخ میں ان خواتین کے ذکر میں بیان ہوا ہے جنہیں پیام نکاح کا تھا، کسی نہ کسی سبب سے حبالہ عقد میں نہ آسکی تھیں۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ کے علاوہ کتاب المحبر، طبقات ابن سعد، تاریخ طبری وغیرہ میں تقریباً یکساں عبارت میں بیان ہے کہ

''ممن لم یتزوجها ام هانی وهی بنت ابی طالب وکان ﷺ

① ابو طالب بن عبدالمطلب کا نام عبد مناف تھا۔ بڑے بیٹے طالب کے نام پر کنیت ابو طالب تھی۔ ''ابو طالب اسمه عبد مناف لاعمران'' (السیرة النبویہ جلد ۱ ص ۱۰۲) ودیگر کتب انساب۔

② الاصابہ جلد ۴ ص ۵۰۳۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

خطبها فی الجاهلية الی ابی طالب و خطبها هبيرة بن ابی وهب ابن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم فزوج هبيره فقال له علیہ السلام يا عم! اتزوجت هبيرة وتركتنی؟ فقال يا ابن اخی! انا قد صاهرنا اليهم والكريم يكافی الكريم (الی الآخرة) ''۔①

''جن خواتین سے نکاح نہ ہو سکا ان میں ام ہانی بھی ہیں۔ یہ ہند دختر ابو طالب ہیں ان سے اپنے نکاح کا پیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ قبل اسلام (جاہلیہ) میں ابو طالب کو دیا تھا اور ان ہی کو ہبیرہ ابن ابو وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کا پیام بھی تھا، ابو طالب نے ہبیرہ کو (بیٹی) بیاہ دی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے (شکایتاً) کہا: اے چچا تم نے ہبیرہ کو بیٹی بیاہ دی اور ہمیں یوں ہی چھوڑ دیا، ابو طالب نے (جواباً) کہا: اے بھتیجے! ان لوگوں کے تو ہم سے رشتے ناتے ہوتے چلے آئے ہیں۔ معزز و ذی حیثیت کے میل (ہم کفو) کے معزز و ذی حیثیت لوگ ہی ہوتے ہیں''۔

ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ (جلد ۱۳ ص ۸۲) میں بنی ہاشم کی ان خواتین کے تذکرے میں جو اسلام سے مشرف ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تک بقید حیات رہیں ام ہانی کے ذکر میں کہا ہے کہ

''ومنهن ام هانی ابنة ابی طالب بن عبد المطلب بن هاشم ابن عبد مناف ... ذكر ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم خطبها الی ابی طالب قبل ان يوحی اليه وخطبها هبيرة بن ابی وهب بن عمرو بن عائذ ابن عمران بن مخزوم فزوجها هبيرة ''۔

① الاصابہ جلد ۳ ص ۵۰۳، کتاب المحبر ص ۵۸، طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۵۲۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''اور ان خواتین میں ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف کی بیٹی ام ہانی بھی تھیں ...... بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت سے پہلے کہ آپ پر وحی آئی (قبل نبوت) ابو طالب کو ان سے اپنے نکاح کا پیام بھی دیا تھا۔ آپ ﷺ کے پیام کے ساتھ ہبیرہ بن ابو وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کا پیام بھی تھا ہبیرہ سے ان کو ابو طالب نے بیاہ دیا''۔

قدیم مؤرخین کی متذکرہ بالا کتب کے علاوہ بعد کے مؤلفین کتب تاریخ وسیر وتذکرہ نے بھی اس واقعہ کو مختصر عبارت میں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابو طالب نے اپنی بیٹی ہند ام ہانی کو باوجود پیام نکاح آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں نہ دیا۔ ہبیرہ سے اس کی شادی کر دی۔ ابن سید الناس نے اپنی مشہور تالیف ''عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر'' میں ان خواتین کے زمرے میں جن کو پیام نکاح کا تھا مگر کسی نہ کسی سبب سے حبالہ عقد میں آپ ﷺ کے نہ آسکی تھیں۔ (ممن خطبھا ولم یتفق تزویجھا) ام ہانی کا نام ہند کے بجائے ① غلط نام فاختہ لکھ کر اس واقعہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

''فاختہ بنت ابی طالب بن عبدالمطلب خطبھا علیہ السلام لابیھا عمہ

---

① علامہ ابن حجر عسقلانی ''الاصابہ فی تمییز الصحابہ'' میں ام ہانی بنت ابی طالب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''بعض نے ان کا نام فاختہ بتایا ہے۔ ایک قول ہے کہ ان کا نام فاطمہ ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام ہند ہے۔ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔''

گو ابن حجر عسقلانی نے پہلے قول یعنی فاختہ کو مشہور قرار دیا ہے لیکن درست بات وہی ہے جو علامہ محمود احمد عباسی نے لکھی ہے کہ ام ہانی کا اصل نام ''ہند'' ہی تھا کیونکہ ام ہانی کے شوہر ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی کے جتنے اشعار ام ہانی سے متعلق تذکرہ نویسوں نے ذکر کیے ہیں، ان میں ام ہانی کو ''ہند'' کہہ کر ہی مخاطب کیا ہے۔ (محمد فہد حارث)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابی طالب و خطبها هبيرة ابن ابی وهب فزوجها ابی طالب هبيرة "

"یہ فاختہ دختر ابو طالب بن عبدالمطلب ہیں ان سے آنحضرت ﷺ نے اپنے نکاح کا پیام ان کے والد اور اپنے تایا ابو طالب کو دیا تھا انہی کو ہبیرہ بن ابو وہب کا پیام بھی تھا۔ ابو طالب نے ہبیرہ سے ان کی شادی کر دی"۔

مؤرخ ابن الاثیر نے بھی اس واقعہ کو مختصراً یوں بیان کیا ہے:

"**واما من خطب النبی ﷺ من النسآء ولم ينكحها فمنهن ام هانی بنت ابی طالب خطبها ولم يتزوجها** "۔①

"جن عورتوں کو نبی ﷺ کے نکاح کا پیام تھا لیکن آپ کے نکاح میں نہ آسکی تھیں ان میں ابو طالب کی بیٹی ام ہانی بھی تھیں، ان کو آپ کے نکاح کا پیام تھا مگر نکاح میں نہ آسکیں"۔

مشکوٰۃ شریف کے مؤلف نے "اکمال فی اسماء الرجال "میں ام ہانی کا غلط نام فاختہ لکھ کر ان کے تذکرے میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ

"ام ہانی" یہ ام ہانی ہیں۔ ان کا نام فاختہ، ابوطالب کی بیٹی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے قبل نبوت، ان سے پیام نکاح دیا تھا اور ہبیرہ ابن ابو وہب نے بھی پیام دیا تھا۔ لیکن ابو طالب نے ہبیرہ سے ان کا نکاح کر دیا تھا"۔ (الیٰ آخرہ)②

دیگر شواہد و حقائق کے علاوہ جو اگلے صفحات پر ملاحظہ ہوں ان ہی چند تصریحات مندرجہ بالا سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ ابو طالب کا تعلق

---

①ابن الاثیر جلد ۲ ص ۱۵۰۔

②مشکوٰۃ شریف ترجمہ اردو ص ۱۰۸ مطبوعہ لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ کی کفالت اور پرورش سے کسی طرح کا نہ تھا۔ کنواری بیٹی کے رشتۂ مناکحت میں ابوطالب کا اپنے حقیقی بھتیجے پر اپنے ماموں زاد دوسرے شخص کو، جو ابوجہل کے مقتدر خاندان بنومخزوم کا فرد تھا ترجیح دینا اور آنحضرت ﷺ کی خفگی پر یہ عذر لنگ پیش کرنا کہ

ان لوگوں سے تو ہمارے رشتے ناتے پہلے سے ہوتے آئے ہیں
"الكريم يكافي الكريم" یعنی معزز وذی حیثیت لوگوں کے میل کے
معزز وذی حیثیت لوگ ہی ہوتے ہیں،

واضح اور بین ثبوت ہے ان وضعی روایتوں کے بے اصل اور بے حقیقت ہونے کا جو ابوطالب کی آپ ﷺ کی ذات اقدس سے بے انتہا محبت کی اور آپ کے ایام طفولیت میں کفالت و پرورش کرنے کی عام طور سے مشہور ہیں۔ ابوطالب کے سگے بڑے بھائی زبیر بن عبدالمطلب تھے، وہ ہی اپنے پدر بزرگوار عبدالمطلب کے وصی وجانشین تھے وہی بارہ برس ہاشمی خاندان کے سربراہ وسرپرست رہے انہوں نے ہی جیسا ضمناً اوپر ذکر ہوا اور تفصیلاً آگے آتا ہے اپنے محبوب چھوٹے بھائی عبداللہ بن عبدالمطلب کے ان نادرۂ روزگار فرزند محمد (ﷺ) کی پرورش وکفالت غیر معمولی محبت وشفقت سے کی تھی۔ زبیر کے مرنے پر جب ابوطالب سربراہِ خاندان ہوئے آنحضرت ﷺ کا سن شریف بائیس تیئس برس تھا۔ آپ ﷺ خود کفیل تھے، تجارت ذریعہ معیشت تھا، کسی دوسرے چچا کی اعانت سے مستغنی تھے۔

ہبیرہ شوہر ام ہانی موذیٔ رسول ﷺ:

ابوطالب کا چہیتا بڑا داماد ہبیرہ مخزومی شوہر ام ہانی رضی اللہ عنہا دین اسلام کا شروع سے سخت مخالف تھا اور ان بدبختوں میں شامل تھا جو رسول اللہ ﷺ کی ایذارسانی کے درپے رہتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''وکان هبیرة بن ابی وهب المخزومی ممن یؤذی رسول اللہ ﷺ''۔ ①

''اور ہُبَیرہ بن ابو وہب مخزومی ان لوگوں میں تھا جو رسول اللہ ﷺ کے درپے آزار رہتے تھے''۔

ہُبَیرہ قریش کے مقتدر خاندان کا شخص تھا شہسوار بھی تھا اور شاعر بھی۔

''وکان (هُبَیرة) من فُرسان قریش وشعرائهم''۔ ②

''اور ہُبَیرہ قریش کے شہسواروں اور شاعروں میں تھا''۔

وہ خود بھی آنحضرت ﷺ کی ہتک حرمت میں اشعار کہتا اور اس کی موذی رسول ﷺ ٹولی کے دوسرے بد بخت بھی۔ ان میں ایک تو ہُبَیرہ کا ماں جایا بھائی ہبار ③ بن الاسود بن المطلب بن اسد تھا جو شاعر بھی تھا۔

''وهبار هذا کان یهجو النبی ﷺ ایام کفره''۔ ④

---

① انساب الاشراف بلاذری جلد ۱ ص ۱۵۶ .

② کتاب نسب قریش ص ۳۴۴.

③ ہبّار کی ماں فاختہ بنت عامر بن قرظہ القشیری یکے بعد دیگرے الاسود ابو زمعہ اسدی، اور ابو وہب (ابو وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم نبی ﷺ کی دادی اماں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کے بھائی ہیں۔ جبکہ ہبیرہ بن ابی وہب سردار عبدالمطلب کے بیٹوں زبیر، ابوطالب اور عبداللہ کے ماموں زاد ہیں۔ قال ابن اسحاق: وابو وهب خال ابی رسول اللہ ﷺ وکان شریفا (السیرة النبویة لابن هشام: حدیث بنیان الکعبة وحکم رسول اللہ ﷺ بین قریش فی وضع الحجر: ص ۷۸)) مخزومی کی زوجیت میں آئی۔ الاسود کے صلب سے ہبار تھا اور ابو وہب کے صلب سے تین بیٹے ہبیرہ، حزن ویزید اور ایک بیٹی قریبہ ہوئے۔ قریبہ ہبار کے سوتیلے بھائی زمعہ بن الاسود کو بیاہی تھی اور یہ زمعہ تھا جس نے ابوجہل کے ساتھ کفار قریش کو جنگ بدر پر ابھارا تھا۔ ہبیرہ کے بھائی حزن کو قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا، ان کے بیٹے المسیب اہل بیعۃ الرضوان میں سے تھے۔ اور ان المسیب کے نامور فرزند سعید بن المسیب بن حزن رحمہ اللہ، فقیہ تابعین اہل مدینہ میں سے تھے۔

④ جمهرة الانساب ابن حزم: ص ۱۱۶ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور یہ ہبار اپنے زمانہ کفر میں نبی ﷺ کی ہجو میں شعر کہا کرتا تھا''۔

ہبار کا باب الاسود ابوزمعہ بھی ان نابکاروں میں تھا جو آنحضور ﷺ پر آوازے کستے تھے۔ سورۃ الحجر کی اس آیت میں ان ہی لوگوں کی جانب اشارہ ہے:

''اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ''

''ہم کافی ہیں تیری طرف سے ٹھٹھے اڑانے والوں کے لیے''۔

ہبار کے دو بھائی زمعہ و عقیل اور ایک بھتیجا حارث بن زمعہ تو جنگ بدر میں بحالت کفر ہلاک ہوئے، ہبار بچ نکلا اور یہی وہ ہبار تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کی سب سے بڑی اور محبوب صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی سواری کے اونٹ پر اس وقت نیزہ مار کر سواری سے گرا دیا تھا جب وہ اپنے پیارے بچوں آنحضرت ﷺ کے سب سے بڑے نواسے حضرت علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ اور سب سے بڑی نواسی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیے اپنے دیورانانہ بن ربیع کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے اپنے والد ماجد کے پاس مدینے آ رہی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ہبار کے قتل کا حکم بھی صادر کر دیا تھا۔ بعد میں یہ اپنی حرکات وافعالِ بد سے تائب ہو گئے اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے۔ ① اسلام لانے کے بعد ان کے سابقہ افعال بد محو ہو گئے۔

''فلما اسلم هَبّار محا كل ذلك بمدحه وحسن اسلامه''۔ ②

① ہبار بن الاسود نسباً آنحضرت ﷺ کے جد اعلیٰ عبد مناف بن قصی کے حقیقی بھائی عبدالعزی بن قصی کی پانچویں پشت میں تھے بایں طریق ہبار بن الاسود بن المطلب بن اسد بن عبدالعزی (ہَبّار کے دادا مطلب بن اسد اور سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے نانا خویلد بن اسد بھائی ہیں)۔ ہبار کی نسل میں عمر بن عبدالعزیز بن المنذر بن الزبیر بن عبدالرحمن بن ہبار مذکور کو ۳۵۰ھ میں صوبہ سندھ میں اپنی حکومت قائم کرنے کا اس زمانہ میں موقع مل گیا تھا جب عباسی خلیفۃ المتوکل علی اللہ کے مقتول ہو جانے سے فتنہ پیدا ہوا تھا۔ ان کی سندھ میں حکومت کا صدر مقام منصورہ تھا، سلطان محمود غزنوی کی یلغار سے ان کی حکومت کا خاتمہ ہوا تھا۔

② جمہرۃ الانساب ابن حزم ص ۱۱۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ھبار جب اسلام لائے ان کے سب گناہ محو ہو گئے، آپ کی مدح کرنے اور ان کے حسن اسلام سے''۔

ھبار کی طرح ہبیرہ کی موذی رسول ﷺ ٹولی میں اس کے چند اور عزیز دوست بھی تھے جو فتح مکہ کے زمانہ میں اپنے کرتوتوں سے اور گناہوں سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے۔ مگر ہبیرہ دشمن اسلام سرگرمیوں سے باز نہ آیا ہبیرہ کے ان ساتھیوں میں ابو طالب کے منجھلے داماد ان کی منجھلی بیٹی جمانہ کے شوہر، مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب تھے، کنیت ابوسفیان تھی نسبی رشتے سے ابو طالب کے بھتیجے بھی تھے۔ یہ بھی شاعر تھے، اشعار میں نبی کریم ﷺ کی اساءتِ ادب و ہتک حرمت کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔

''کان ابو سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب من الشعراء المطبوعین، وکان سبق لہ ھجاء فی رسول اللہ ﷺ ''۔ ①

''ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اچھے شاعروں میں سے تھے۔ پہلے یہ رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر کہا کرتے تھے''۔

یہ ابوسفیان ہاشمی کوئی بیس برس تک اپنے ہم زلف یعنی ابو طالب کے بڑے داماد ہبیرہ کی طرح اور اس کی ٹولی میں شامل ہو کر رسول اللہ ﷺ کی عداوت میں نامہ اعمال سیاہ کرتے رہے تھے۔

''فمکث ابوسفیان (مغیرۃ بن الحارث بن عبدالمطلب) عشرین سنۃ عدواً لرسول اللہ ﷺ یھجو المسلمین ویھجونہ ولا یتخلف عن موضع تسیر فیہ قریش لقتال رسول اللہ ﷺ ثم ان اللہ القی فی قلبہ الاسلام ''۔ ②

---

① الاستیعاب جلد ۳ ص ۶۸۷.

② کتاب المغازی جلد ۲ ص ۸۰۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ابوسفیان (مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب) بیس سال متواتر رسول اللہ ﷺ کی دشمنی و عداوت کرتے رہے۔ یہ مسلمانوں کی اور مسلمان ان کی ہجو کیا کرتے تھے اور جب بھی (کفار) قریش رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے نکلتے یہ بھی ان کے ساتھ چلنے کا کوئی موقع نہ چھوڑتے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو اسلام کی طرف پھیر دیا''۔

فتح مکہ کے زمانے میں یہ ابوسفیان عفو تقصیرات کے لیے مع اپنی بیوی بچوں کے حاضر خدمت ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے بے توجہی و بے رخی برتی، بار بار سامنے آتے تو آپ منہ پھیر لیتے۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سفارش کی، ارشاد ہوا اس نے تو ہماری ہتک حرمت بھی کی ہے۔ مایوس ہو کر جب فریاد و واویلا کرنے لگے کہ قصور معاف نہ ہوئے تو اپنے بیٹے کو ساتھ لیے بیابان کو نکل جاؤں گا، وہیں ہلاک ہو جاؤں گا۔ آپ ﷺ کو رحم آ گیا۔ قصور معاف ہوئے، اسلام سے مشرف ہو کر غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے، پھر مرتے دم تک آنحضرت ﷺ کی مدح و نعت میں اشعار کہہ کہہ کر ہجو یہ کلام کی تلافی کرتے رہے مگر ہبیرہ مخاصمت و عداوت مسلمین میں ابوجہل کا، جو نسبی رشتے سے اس کا چچیرا بھائی بھی ہوتا تھا، پیرو رہا۔ اس کے متعدد اہل خاندان عداوت رسول اللہ ﷺ اور اسلام دشمنی میں پیش پیش رہے۔

ابوجہل کا حقیقی چچا (اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا باپ) ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی ''زاد الرکب'' ابوطالب کا بہنوئی بھی تھا اور ان کا جگری دوست بھی، اسی کے مرنے پر ابوطالب نے اس کا مرثیہ بھی کہا تھا۔ ان کی سگی بہن عاتکہ بنت عبدالمطلب اس کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے دو بیٹے عبداللہ و زبیر فرزندان ابوامیہ تھے۔ ابوطالب کے جس طرح یہ دونوں داماد ہبیرہ مخزومی و ابوسفیان مغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاشمی دس برس تک ان کی زندگی میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی عداوت ودشمنی میں پیش پیش تھے، ان کے مرنے کے بعد بھی تقریباً اتنے ہی عرصہ تک اسلام دشمنی میں سرگرم رہے۔ اسی طرح ابوطالب کے یہ سگے بھانجے خصوصاً بڑا بھانجا عبداللہ بن ابوامیہ بھی مسلمانوں کا سخت مخالف اور رسول اللہ ﷺ کا شدید دشمن رہا تھا۔ وہ نسبی رشتہ سے شوہر ام ہانی کا چچیرا بھائی (ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا سوتیلا بھائی اور رسول اللہ ﷺ کا پھوپھی زاد بھائی) ہوتا تھا۔

''کان عبد اللہ بن ابی امیہ شدیداً علی المسلمین مخالفا مبغضاً وکان شدید العداوۃ لرسول اللہ ﷺ''۔ ①

''عبداللہ بن ابو امیہ مسلمانوں کا مخالف اور دشمنی میں بہت سخت وشدید تھا وہ رسول اللہ ﷺ سے بھی سخت دشمنی وعداوت رکھتا تھا''۔

بالآخر بزمانہ فتح مکہ ۸ ھ میں معافی جرائم کی غرض سے شہر سے نکل کر نبی کریم ﷺ کے حضور میں ② پہنچے آپ ملتفت نہ ہوئے، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کی سوتیلی بہن تھیں ان ہی کی سفارش پر قصور معاف ہوئے اسلام سے مشرف ہو کر بعض غزوات میں کفار کے مقابل آئے غزوۂ طائف میں شہادت نصیب ہوئی۔

''عبد اللہ بن ابی امیۃ کان شدید الخلاف علی المسلمین ثم خرج مهاجراً من مکۃ یرید النبی ﷺ فلقیہ بالصلوب فاعرض

---

① الاستیعاب: جلد ۱ ص ۲۳۲.

② یہ روایت بھی ہے کہ ابوطالب کے منجھلے داماد ابوسفیان ہاشمی اور ان کے سگے بھانجے عبداللہ بن ابوامیہ مخزومی دونوں ایک ساتھ ہی آنحضور ﷺ کی خدمت میں معافی تقصیرات کی غرض سے حاضر ہوئے تھے ان دونوں کی سفارش ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کی تھی۔ یہ واقعہ ابوطالب کے مرنے کے گیارہ برس بعد کا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنه حتی شفعت له ام سلمة بنت ابی امیه زوج النبی ﷺ وهو اخوها لأبیها فقبل منه ''۔①

''عبداللہ بن ابوامیہ مسلمانوں کے شدید مخالف رہے۔ پھر مکہ سے ہجرت کر کے آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کو چلے۔ مقامِ صلوب پر آپ ﷺ کے حضور میں آئے۔ آپ ﷺ نے التفات نہ کیا، حتی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابوامیہ زوجہ نبی ﷺ نے جو ان کی سوتیلی بہن تھیں، سفارش کی۔ آپ ﷺ نے عذر قبول فرمائے''۔

ام ہانی کے سسرالی رشتہ دار ہبار بن الاسود وعبداللہ بن ابوامیہ وغیرہ تو شروع ہی سے ہبیرہ کے حاضر باش اس کی موذی رسول ﷺ ٹولی میں شامل تھے ان کے علاوہ ہبیرہ کا ایک اور دست راست ورفیق خاص تھا۔عبداللہ بن الزبعری بن قیس السہمی جو قریش کا نامور اور پرگو شاعر تھا مسلمانوں کے خلاف کفار قریش کی جنگوں اور معرکہ آرائیوں کے بارے میں اس کے متعلق قصیدے اور قطعے کتب سیر وغیرہ میں درج ہیں جن میں مسلمان شہداء خصوصاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقتول ہونے پر اظہار مسرت کا کیا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت نے اس کو ترکی بترکی جواب دیئے ہیں۔ جو ان کے دیوان اور کتب سیر میں درج ہیں۔ ہبیرہ کے ساتھ یہ ابن الزبعری بھی مکے سے نجران کو بھاگ گئے تھے۔ کچھ دن بعد واپس آئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔②

① نسب قریش: ص ۳۱۵.

② ابن الزبعری نے جنگ احد کے واقعہ کو اچھالتے ہوئے سولہ شعر کا قصیدہ کہا تھا۔اس کے تین شعر یہ ہیں جن میں فخریہ طور سے کہا ہے کہ بدر میں قریش کی شکست کا بدلہ جنگ احد میں انصار کے قبیلہ خزرج اور عبدالاشہل کے غازیوں کے قتل سے ہم نے لے لیا ہے۔ ==>

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''کان (ابن الزبَعری) من اشعر قریش وکان شدیداً علی المسلمین ثم اسلم فی الفتح ''۔ ①

''ابن الزبعریٰ قریش کے بڑے شعراء میں سے تھا۔ اور مسلمانوں پر بڑا سخت تھا پھر فتح مکہ کے زمانے میں اسلام لے آئے''۔

''عبداللہ ابن الزبَعریٰ الذی کان یؤذی رسول اللہ ﷺ ثم اسلم وحسن اسلامہ ''۔ ②

''عبداللہ بن الزبعریٰ یہ وہ ہی تھا جو رسول اللہ ﷺ کے درپے

<==

لَیتَ اَشْیَاخِیْ بِبَدْرٍ شَھِدُوْا جَزَعَ الخزرج من وَقْعِ الاسل

''کاش میرے بزرگ جو بدر میں تھے، دیکھتے، خزرج کے لوگوں کے خوف کو جب اِن پر نیزے برس رہے تھے''۔

حین حَکّت بقُباء بَرکَھا واستَحَرّ القتل فی عبدالاشل

''جب جنگ نے قبا کا سینہ مسل دیا۔ اور عبدالاشہل (کے انصاریوں) کو دھڑا دھڑ قتل کیا گیا''۔

قتلنا الضِعفَ من ساداتھم وعدلنا میلَ بدر فاعتَدَل

''ہم نے ان کے دوگنے سرداروں کو قتل کر دیا اور بدر کی کمی کو اس طرح پورا کر دیا''۔

ابن الزبعری کے قصیدے کے ان اشعار کو جو جنگ احد کے واقعے کے بارے میں کہے گئے تھے بعض کذابین نے امیر یزید رحمہ اللہ سے یہ کہہ کر منسوب کر دیا ہے کہ واقعہ کربلا پر انہوں نے یہ شعر کہے تھے حالانکہ خزرج وعبدالاشہل انصاری گھرانوں میں سے فرد واحد بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے میں نہ تھا جو کربلا میں مقتول ہوا ہو۔

ناسخ التواریخ ہی کے غالی مؤلف نے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ

''وزآں مصرع کہ گوید جزعَ الخزرج معلوم تواں داشت کہ ابن الزبعریٰ است''۔

(جلد ۳ ص ۱۳۲ ۲ طبع جدید ایران)

① الاصابہ: جلد ۲ ص ۳۰۸۔

② جمہرۃ انساب ابن حزم ص ۱۵۶۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آزار رہتا بعد میں یہ اسلام لائے اور اچھے مسلمان رہے''۔

ہبیرہ تو نجران سے ان کی واپسی کے سخت خلاف تھا اپنے کفر وضلالت پر قائم رہا۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

شوہر اُمِّ ہانی سر غنہ لشکر کفار:

کفار قریش سے سب سے پہلا معرکہ جنگ مسلمانوں کا غزوہ بدر تھا۔ ہبیرہ شوہر اُمِّ ہانی لشکر کفار کے دائیں بازو کی کمان کر رہا تھا اور اس کا بہنوئی زمعہ بن الاسود بائیں بازو کی۔

''كان على الميمنة هبيرة بن ابى وهب وعلى الميسرة زمعة بن الاسود''۔①

''لشکر کفار کے دائیں بازو کی کمان ہبیرہ بن ابو وہب کرتا تھا اور بائیں بازو کی زمعہ بن الاسود (بن المطلب بن اسد)''۔

زمعہ کو تو حضرت ثابت بن الجذع رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا تھا ہبیرہ قریشی لشکر کی ہار و ہزیمت دیکھ کر ڈگمگا گیا۔

''وكان هبيرة بن ابى وهب لما راى الهزيمة انخزل ظهره فعقر فلم يستطيع ان يقوم''۔②

''ہبیرہ بن ابو وہب نے جب شکست ہوتے دیکھی وہ ڈگمگا گیا۔ خود وزرہ اتار ڈالی۔ میدان میں کھڑا نہ رہا''۔

ابوداؤد (عمیر بن عامر بن مالک بن خنساء) المازنی رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار چلائی تھی جو اچٹتی ہوئی پڑی اس کے چشمیانی حلیفوں نے بچا لیا تھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

① كتاب المغازی جلد ۱ ص ۵۸۔
② حوالہ مذکورہ ص ۶۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''حماہ کلباہ''۔ ①

''اس کے کتوں نے ہی اسے بچا لیا''۔

کفار کو جنگ بدر میں جو عبرتناک شکست ہوئی اس کا بدلہ لینے کی غرض سے مختلف قبائل عرب کو ابھارنے اور بھڑکانے کے لیے مشرکین کے جن سرغنوں نے دورہ کیا تھا ان میں ہبیرہ اور ابن الزبعریٰ بھی پیش پیش تھے۔ ②

ہبیرہ مخزومی کا رشتہ کا چچیرا بھائی ابوجہل تو بدر میں ہلاک ہو گیا تھا۔ اب یہی اپنے ساتھیوں کو لے کر قریشی لشکر کے ساتھ احد کے میدان میں تیغ زنی کرتا رہا۔ ایک انصاری صحابی خیثمہ ابو سعد بن خیثمہ سلمی اوس رضی اللہ عنہ اس کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

ابن الزبعریٰ کی تلوار سے عبداللہ بن سلمہ عجلانی انصاری رضی اللہ عنہ قتل ہوئے۔ جنگ احد میں بعض صحابہ کی لغزش سے کفار کو قاتلانہ حملے کا موقع مل گیا تھا، ہبیرہ اور ابن الزبعریٰ نے اس پر قصیدے کہے ہیں۔ ابن اسحاق نے اپنی کتاب سیرت میں انھیں نقل کیا ہے۔ ہبیرہ کے قصیدے کے ۲۳ شعر ہیں جن کا یہاں نقل کرنا موجب طوالت کا ہے۔

اشعارِ قصیدہ میں پہلے تو اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ میری زوجہ ہند (ام ہانی) مجھے برابر ملامت کرتی رہتی ہے کہ جنگ وجدال میں کیوں مبتلا ہوں ایک طرف تو اس کی محبت مجھے بے چین رکھتی ہے دوسری طرف لڑائیوں کی شرکت۔ پھر اپنے تیز رفتار گھوڑے اور اپنے اسلحہ وغیرہ کی تعریف کے بعد جنگ احد میں انصاری غازیوں (بنو نجار) کے مقتول ہونے کا ذکر ہے۔ ایک ایک مصرعہ سے اس کی اسلام دشمنی عیاں ہے۔

---

① کتاب المغازی جلد ۱ ص ۹۴.

② حوالہ مذکورہ ص ۲۰۱.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یہ چند شعر سینے کہتا ہے: ①

ہبیرہ کا کلام نافرجام: ②

نَحنُ الفَوَارِسُ یَوم الحَزِّ مِنَ اُحُدٍ ۔۔۔ هَابَت مَعدٌ فَقُلنَا نَحنُ نَاتِیهَا

''دامن احد کے دن ہم لوگ شہسوار تھے معد کے لوگ ڈر گئے تو ہم نے کہا ہم اس کام کو پورا کریں گے''۔

هابُوا ضِراباً و طَعناً صادقاً خَذِماً ۔۔۔ مما یرون و قد ضَمَّت قَواصیها

''وہ شمشیر زنی سے ڈر گئے اور سچی و براں نیزہ زنی سے جسے وہ دیکھ رہے تھے جبکہ ارد گرد لوگ اکٹھے ہو گئے تھے''۔

ثُمَّتُ رُحنا کأنَّا عارِض بَرِدٌ ۔۔۔ وقام هامُ بنی النَّجّار یَبکِیها

''پھر ہم شام کو پلٹے تو گویا ایک اولے والی گھٹا تھے۔ بنو نجار (انصاری) کی کھوپڑیاں پڑی تھیں جوان پر رو رہی تھیں''۔

کأَنَّ هامَهم عند الوَغی فِلَقٌ ۔۔۔ من قَیض رُبدٍ نَفَتهُ عن اداحیها

''میدان جنگ میں یہ کھوپڑیاں پڑی ہوئی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکے ہوں جنھیں پھینک دیا ہو''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا جواب:

ہبیرہ کی لن ترانیوں کا جواب حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ جوان کے دیوان میں اس تصریح کے ساتھ درج ہے کہ

① کتاب مورج سدوسی المتوفی ۱۹۵ وسیرت ابن هشام.

② عباسی صاحب کی کتاب کا جو پرانا نسخہ ہمیں دستیاب تھا اور جس سے اس جدید ایڈیشن کی کمپوزنگ ہوئی ہے، اس میں کتابت کی غلطیوں کی وجہ سے یہ تمام اشعار غلط سلط درج تھے۔ ہم نے اصل ماخذ سے تقابل کر کے درست اشعار نقل کر دیئے ہیں۔ یہی اشعار علامہ ابن کثیر دمشقی نے ''البدایہ والنہایہ الجزء الرابع صفحہ ۲۳۲ تا ۲۳۳'' پر بھی نقل کیے ہیں۔ (محمد فہد حارث)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''قال رضی اللہ عنہ یجیب هبیرة بن ابی وهب المخزومی قال:

سُقتم کِنانة جَهلا من عدوانكم ① الی الرسول فجُند الله مُخزیها"

''تم کھینچ لائے بنو کنانہ کو اپنی حماقت اور عداوت سے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے تو اللہ کا لشکر ان کو رسوا کرے گا''۔

اوردتموها حِیاضَ الموت ضاحیةً فالنار مَوعدهَا والقتل لاقیها

''تم لے آئے ہو ان کو موت کی گھاٹیوں میں دن چڑھے۔ سو اِن کا ٹھکانا جہنم ہے اور قتل ان کو نصیب ہونے والا ہے''۔

انتم ② احابیش جمعتم بلانسب ائمّة الکفر! غَرّتکم طواغیها

''تم ان کے جتھے کے جتھے اکٹھے کر لائے ہو جن کا کوئی خدائی نسب نہیں، اے کفر کے سرغنو! تمھیں دھوکے میں رکھا ان کے سرکشوں نے''۔

الا اعتبرتُم بخیل الله اذ قَتلَتْ اهلَ القلیب و مَن القَینه فیها③

''کیوں نہیں عبرت پکڑی تم نے اللہ کے سواروں کی حالت سے۔ جنھوں نے قتل کر دیا ان کو، پھر (بدر کے) کنویں میں جھونک دیا ان

---

① سیرت ابن ہشام کے اصل نسخے میں ''عدوانکم'' کے بجائے ''سفاهتکم'' یعنی ''اپنی بیوقوفی سے''۔ مزید تاکید کے لیے دیکھیے ''البدایه والنهایه الجزء الرابع: ذکر ماتقاول به المومنون والکفار فی وقعة أحد من الاشعار: صفحه ۲۳۳''۔ (محمد فهد حارث)

② ''سیرت ابن ہشام'' اور ''البدایه و النهایه الجزء الرابع: ذکر ما تقاول به المومنون والکفار فی وقعة أحد من الاشعار: صفحه ۲۳۳'' پر یہ مصرعہ یوں لکھا ہے: جمّعتموها احابیشاً بلاحسب یعنی ''تم نے بے حسب اور ذلیل احابیش کو جمع کیا۔'' (محمد فهد حارث)

③ عباسی صاحب کے کتاب کے مسودے میں کاتب کی غلطی کے سبب یہ شعر بھی غلط لکھا ہوا تھا۔ اصل ماخذ سے مراجعت کر کے ہم نے کتاب کے متن میں درست شعر لکھ دیا ہے۔ (محمد فهد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو"۔

کَمْ مِنْ اسِیرٍ فَکَکْنَاہ بلا ثَمَنٍ وجَزّ ناصِیۃٍ کُنّا مَوالیھا

"بہت سے قیدی تھے جنھیں فدیہ لے کے ہم نے چھوڑ دیا۔ اور بہت سی پیشانیاں تھیں کہ ان کے بالوں کو ہم نے کٹوا دیا۔ (یعنی ذلیل کر کے چھوڑ دیا۔)"

ابن الزبَعریٰ کے یہی دو قصیدے ابن اسحاق نے سیرۃ الرسول میں درج کیے ہیں ایک تو وہ جس کے بعض اشعار کو جو انصاری غازیوں کے غزوہ احد میں مقتول ہونے کے بارے میں کذابین نے امیر یزید رحمہ اللہ سے منسوب کر دیا ہے جن کا ذکر گزر چکا۔

دوسرے قصیدے میں ابن الزبَعریٰ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقتول اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مضروب ہونے کا مسرت آمیز پیرایہ میں ذکر کیا ہے یہ قصیدے ہی ہبیرہ اور ابن الزبَعریٰ کی اسلام دشمنی وعداوت رسول کا بین ثبوت ہیں۔ اپنی زوجہ ام ہانی کی ملامت کی بھی وہ پرواہ نہیں کیا کرتا۔ احد کے بعد غزوہ خندق میں قریش کے دوسرے شہسواروں کی بھی وہ پروا نہیں کیا کرتا۔ احد کے بعد غزوہ خندق میں قریش کے دوسرے شہسواروں کے ساتھ ہبیرہ بھی موقع پا کر جنگجوئی کی غرض سے خندق میں داخل ہو گیا تھا اس کے ساتھ عمرو بن عبدود بن ابی قیس بھی تھا جو قریش کا نامور شہسوار تھا وہ ابوطالب کا گہرا دوست وندیم بھی تھا۔ عمر نوے برس کے لگ بھگ تھی۔

"وھو یومئذ کبیر یقال بلغ تسعین سنة "۔ ①

اسے (اور اس کے بیٹے حِسل بن عمرو کو) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا ان کا بہنوئی ان کی زد پر نہ آیا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہبیرہ پر جب وار کیا وہ بھاگ

① کتاب المغازی جلد ۲ ص ۴۷۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑا زرہ اس کی گر پڑی جو انھوں نے لے لی ''فاخذ الزبیر الدرع''۔① ثعلبہ بن غنمہ جُشَمی انصاری البتہ ہبیرہ کے ہاتھ سے شہید ہو گئے تھے۔② غزوہ خندق کے بعد سے ہبیرہ پھر کسی معرکہ میں مسلمانوں کے مقابل نہ آیا ۸ ھ میں بزمانہ فتح مکہ نجران کو بھاگ گیا۔

ہبیرہ وابن الزبَعریٰ کا مکے سے فرار:

۸ ھ میں بالفاظ دیگر شب معراج سے تقریباً دس برس بعد جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی کثیر تعداد کے جلو میں مکہ معظّمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے، مشرکین کے متعدد سرغنے فرار ہو گئے۔ ان میں ام ہانی کا دشمن اسلام شوہر ہبیرہ اور اس کا رفیق خاص عبداللہ بن الزبعری بھی پناہ لینے کی غرض سے عیسائی علاقے نجران کو بھاگ گئے۔

کتب تاریخ وسیر وانساب کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

(۱) ''لما دخل رسول اللہ ﷺ مکة هرب هبيرة بن ابی وهب المخزومی وعبداللہ بن الزبَعریٰ السهمی الی نجران''③

''رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو ہبیرہ بن ابو وہب اور عبداللہ بن الزبعریٰ سہمی دونوں نجران کو بھاگ گئے''۔

(۲) ''لما فتح رسول اللہ ﷺ مکة هرب هبيرة بن ابی وهب وعبداللہ بن الزبعریٰ الی نجران''۔④

''رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ فتح کرلیا تو ہبیرہ بن ابو وہب مخزومی

---

① کتاب المغازی جلد ۲ ص ۴۷۰.
② حوالہ مذکورہ جلد ۲ ص ۴۹۶.
③ تاریخ طبری جلد ۲ ص ۱۲۲.
④ الاصابہ: جلد ۲ ص ۳۰۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور عبداللہ بن الزبعریٰ نجران کو بھاگ گئے''۔

(۳) ''هبيرة بن ابی وهب زوج ام هانی بنت ابی طالب اخت علی فر عن الاسلام یوم الفتح فمات کافراً طریداً بنجران ''۔ ①

''ام ہانی دختر ابوطالب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن کا شوہر ہبیرہ ابن ابووہب فتح مکہ کے دن اسلام سے فرار ہو گیا اور نجران میں کافر بھگوڑے کی حالت میں مر گیا''۔

(۴) ''هرب هبيرة من اسلام الی نجران حتی مات بها کافراً ''۔ ②

''ہبیرہ اسلام سے فرار ہو کر نجران کو بھاگ گیا۔ وہیں بحالت کفر مر گیا''۔

(۵) ''عبدالله بن الزبَعریٰ و کان یهجو رسول الله ﷺ بمکة فهرب یومَ الفتح هو و هبيرة بن ابی وهب المخزومی زوج ام هانی بنت ابی طالب الی نجران فاما هبيرة فاقام بها مشركاً حتّٰی هلك واما ابن الزبعریٰ فرجع الی رسول الله ﷺ ''۔ ③

''عبداللہ بن الزبَعریٰ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے دن وہ اور ہبیرہ بن ابو وہب مخزومی شوہر ام ہانی بنت ابوطالب نجران کو بھاگ گئے ہبیرہ تو وہیں مقیم رہا اور مشرک رہا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا لیکن ابن الزبعریٰ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لوٹ آیا''۔

(۶) ''وهرب هبيرة بن ابی وهب وهو يومئذ زوج ام هانی بنت ابی طالب

① جمهرة الانساب ابن حزم ص ۱۲۲ .

② كتاب نسب قريش: ص ۳۴۴ .

③ تاریخ ابن اثیر جلد ۲ ص ۱۲۰ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ھو وابن الزبعریٰ جمیعاً حتی انتھا الی نجران فلم یامنا من الخوف حتی دخلا حصن نجران فقیل لھما ما وراء لکما؟ قال اما قریش فقد قُتلت ودخل محمد مکه ونحن واللہ نرٰی ان محمداً سائر الٰی حصنکم ھٰذا فجعلت بلحارث بن کعب یصلحون مارث من حصنھم''۔ ①

''ہبیرہ بن ابی وہب جو ابوطالب کی بیٹی ام ہانی کا شوہر تھا، وہ اور ابن الزبعریٰ دونوں اکٹھے بھاگ پڑے نجران جا پہنچے اور جس وقت تک نجران کے قلعے میں وہ داخل نہ ہو گئے ان کا خوف دور نہ ہوا وہاں کے لوگوں نے پوچھا تم دونوں اپنے پیچھے کیا حالات چھوڑ آئے ہو؟ دونوں نے کہا: قریش تو ہلاک ہو گئے اور محمد مکہ میں داخل ہو گئے اور ہم بخدا یہ سمجھتے ہیں کہ محمد تمھارے اس قلعے ہی کی طرف آ رہے ہیں۔ (یہ سن کر وہاں کا عیسائی سردار) بلحارث بن کعب اپنے قلعہ کی درستی کرنے لگا''۔

(۷) ''فأَمَّا ابن الزبعریٰ فرجع مسلماً فلما راٰہ النبی ﷺ قال قد جاءکم عبداللہ وانما ازی فی وجه نور الاسلام فقال السلام علیک یا رسولَ اللہ واشھد ان لا الٰه الا اللہ وان محمداً رسول اللہ واعتذر الی النبی ﷺ فقبل عذرہ وقال الحمد للہ الذی ھداک الی الاسلام فقد محا الاسلامُ ما کان قبلَه ومات ھبیرة بنجران مشرکاً''۔ ②

''رہے ابن الزبعریٰ تو (نجران سے) مسلمان ہو کر واپس چلے آئے۔ نبی ﷺ نے ان کو آتا دیکھ کر صحابہ سے فرمایا: عبداللہ تمھارے

① کتاب المغازی جلد ۲ ص ۸۴۷.
② انساب الاشراف بلاذری جلد ۱ ص ۳۶۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس آرہا ہے اس کے چہرہ پر اسلام کا نور ہے۔ ابن الزبعریٰ نے حاضر ہوکر عرض کیا: السلام علیک یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں۔ پھر نبی ﷺ سے (اپنے قصوروں) کی معذرت کی جو آپ نے قبول فرمائی اور فرمایا: ''اللہ کا شکر ہے جس نے تم کو اسلام لانے کی ہدایت کی اسلام نے وہ سب کچھ محو کر دیا جو اس سے پہلے کیا تھا''۔ جبکہ ہبیرہ نجران میں مشرک کی حیثیت سے مر گیا''۔

عبداللہ بن الزبعریٰ سہمی کو جیسا کہ ان کے حالات سے ظاہر ہے ابوجہل ① وہبیرہ مخزومی کی طرح نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے کوئی خاص عداوت ودشمنی نہ تھی۔ ان ہی مخزومی دشمنانِ خدا ورسول کے ورغلانے سے ہجوگوئی کیا کرتے تھے کیونکہ خود انھوں نے آنحضرت ﷺ کے حضور اپنی معذرت پیش کرتے ہوئے **تامرنی بها مخزوم** ② کہہ کر اس حقیقت کی جانب اشارہ بھی کیا تھا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بھی احساس ان کی اس حالت کا تھا، تب ہی تو یہ ایک شعر موزوں کر کے ان کے پاس نجران بھجوایا تھا۔

لا تعد من رَجُلٍ احلک بغضه نجران في عيش احذَّ لئيم ③

''مت دور رہو تم ان صاحب سے جن کے بغض نے، تم کو نجران میں سخت مصیبت کی زندگی گزارنے پر آمادہ رکھا ہے''۔

---

① ابوجہل کا اصلی نام عمرو تھا وہ اور ہبیرہ مخزوم کے دو بیٹوں عمرو اور عمران دو حقیقی بھائیوں کے پوتے نسبتی رشتے سے چچیرے بھائی ہوتے تھے۔ یہی دونوں اسلام کی انقلابی تحریک کے شدید مخالف رسول ﷺ کی عداوت میں پیش پیش تھے۔

② الاصابہ۔

③ یہ شعر بھی عباسی صاحب کی کتاب کے مسودے میں کاتب کی غلطی کے سبب غلط سلط لکھا ہوا تھا۔ ہم نے اصل ماخذ سے مراجعت کر کے شعر درست کر دیا ہے۔ (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس کلام کا ابن الزبعریٰ کے دل پر جو فوری اثر ہوا۔ کتاب المغازی کی اس روایت سے سنیے، کہتے ہیں:

''فلمّا جاء ابن الزَّبَعری شعرُ حسان تهيّأ للخروج فقال هبيرة ابن ابی وهب این ترید یا ابنَ عَمّ؟ قال اردتُ واللهِ محمداً قال اترید ان تتبعه قال ای والله قال یقول هبیرة یالیت انی رافقتُ غیرَک! والله ما ظننتُ انک تتبع محمداً ابداً قال ابن الزَّبَعریٰ هو ذاک فعلی ای شیء نقیم مع بنی الحارث بن کعب واترک ابن عمّی وخیر الناس وابرّهم ومع قومی وداری''۔①

''ابن الزبعریٰ کے پاس (حضرت) حسان رضی اللہ عنہ کا جیسے ہی یہ شعر پہنچا (نجران سے) نکلنے کا تہیہ کر لیا۔ ہبیرہ نے پوچھا: اے ابن عم کہاں کا قصد کر رہے ہو؟ ابن الزبعریٰ نے کہا: میں تو بخدا (حضرت) محمد کے پاس جا رہا ہوں۔ ہبیرہ نے کہا کیا ان کے متبع ہونے کا قصد ہے؟ کہا: ہاں بخدا! اس پر ہبیرہ کہنے لگا: اے کاش! میں نے تمھارے سوا کسی اور کو اپنی رفاقت میں لے لیا ہوتا۔ میں تو بخدا یہ خیال بھی نہ کر سکتا تھا کہ تم کبھی بھی (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو ہو سکو گے۔ ابن الزبعریٰ نے کہا: بات تو یہی ہے آخر ان بنو حارث بن کعب کے (عیسائیوں کے) پاس بھلا کس لیے مقیم رہوں اور اپنے ابن عم اور انسانوں میں سب سے بہتر اور برتر کو چھوڑ دوں اور اپنی قوم اور اپنے گھر بھی''۔

ایک ابن الزبعریٰ ہی نہیں وہ سب لوگ بھی جیسا آپ پچھلے اوراق میں مطالعہ کر چکے ہیں جو ہبیرہ کی موذی رسول ٹولی میں شامل رہے تھے فتح مکہ کے دن

① کتاب المغازی جلد ۲ ص ۸۴۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا اس سے کچھ پہلے یا بعد اپنے قصوروں کی معافی کے لیے آنحضور ﷺ کے حضور پہنچے اور معافی تقصیرات پر مشرف بہ اسلام ہوئے، زمرۂ صحابہ میں شامل ہوکر خدماتِ لائقہ بذاتِ خود بھی انجام دیں اور ان کی اولاد احفاد نے بھی۔ خود ابوجہل کے نامور فرزند حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی کیسی سبق آموز مثال ہے۔

فتح مکہ کے دن وہ بھی ہبیرہ کی طرح مکے سے فرار ہوکر یمن جا پہنچے تھے۔ ان کی زوجہ ام الحکیم بنت الحارث بن ہشام بن مغیرہ مخزومی نے، جو نسبی رشتے سے ان کی بنت عم (چچیری بہن) تھیں، آنحضرت ﷺ سے اپنے شوہر کے لیے فرمان حفظ جان و امان حاصل کیا، خود یمن پہنچیں، انہیں ترغیب قبول اسلام دی۔ اور اپنے ساتھ واپس لائیں، رحمۃ للعالمین علیہ السلام نے ابوجہل جیسے شدید دشمن کے بیٹے کا جو خود بھی مسلمانوں سے برسر پیکار رہتے تھے رغبت اسلام پر جس خوش دلی و مسرت سے استقبال کیا قدیم مؤلفین الاستیعاب ونسب قریش کی زبانی سنیے۔ لکھتے ہیں:

''فلمّا راہ (ای عکرمه) رسولُ الله ﷺ قام الیه فرحاً به حتّٰی اعتنقه وقال مرحباً بالراکب المهاجر''۔ ①

''رسول اللہ ﷺ نے عکرمہ کو جب آتا دیکھا تو آپ فرحت و مسرت سے کھڑے ہو گئے ان سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا خوش آمدید۔ مہاجر سوار کو''۔

مگر ام ہانی کے بدبخت خاوند کو یہ سعادت نصیب نہ ہونا تھی نہ ہوئی۔ اہالیٔ مکہ اور اپنے ساتھیوں کے مسلمان ہونے کی جب خبر اسے ملی نجران میں بیٹھے بیٹھے اسلام سے اپنے فرار ہونے اور شرک و ضلالت پر قائم رہنے کا اظہار ذیل کے اشعار میں کیا تھا۔

① کتاب نسب قریش ص ۳۱۱، والاستیعاب جلد ۲ ص ۵۰۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قطعہ اشعار ہبیرہ:

لَعَمۡرُکَ مَا وَلَّیۡتُ ظَهۡرِی مُحَمَّداً وَاَصۡحَابَهٗ جُبۡناً وَلاَ خِیۡفَةَ الۡقَتۡلِ

''تیری جان کی قسم میں نے جو پیٹھ دکھائی محمد اور ان کے اصحاب کو تو یہ بزدلی یا قتل کے خوف سے نہ تھا''۔

وَلٰکِنَّنِیۡ قَلَّبۡتُ اَمۡرِی فَلَمۡ اَجِدۡ لِسَیۡفِی غَنَاءً اِنۡ ضَرَبۡتُ وَلاَ نَبۡلِی

''لیکن میں نے اپنے تمام حالات کو الٹ پلٹ کر دیکھا، تو پایا کہ میری تلوار کچھ کارگر نہ ہوتی اور نہ تیر کام کرتا''۔

وَقَفۡتُ فَلَمَّا خِفۡتُ ضَیۡعَةَ مَوۡقِفِی رَجَعۡتُ لِعَوۡدٍ کَالۡهِزَبۡرِ اِلَی الشِّبۡلِ

''میں میدان جنگ میں اترا، پھر جب اپنے موقف کی بربادی کا ڈر لاحق ہوا تو اپنی قدیم روش کی طرف لوٹ گیا جیسے شیر ژیان اپنے بچوں کی جانب لوٹتا ہے''۔

ہبیرہ کے ان اشعار معذرت کو الاصمعی وغیرہ نے دوسروں کے اسی قسم کے کلام سے بہتر بتایا ہے لیکن ذکر تو یہاں اس کی ضلالت وشقاوت قلبی کا ہے کہ آخر تک کفر وشرک پر اڑا رہا ''ثبت هو علی الشرک ''① محمد بن سلام الجمحی (۱۳۹۔ ۲۱۳ھ) مصنف طبقات فحول الشعراء نے جو عربی شعر کے مشہور نقاد تھے ہبیرہ کی شعر گوئی کا ذکر کرتے ہوئے صحیح ریمارک کیا ہے کہ

''وکان هبیرة بن ابی وهب شاعراً من رجال قریش المعدودین وکان شدیدَ العداوة للّٰہ ورسوله فأخمله اللہ ودحقه ''۔

''ہبیرہ بن ابو وہب قریش کے گنتی کے اونچے لوگوں میں سے شاعر تھا وہ اللہ اور اس کے رسول کا شدید دشمن تھا، اللہ نے اس کو گمنام کر کے نیست ونابود کر دیا''۔

① البیان والتبیین.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الغرض یہ تھا مختصر تذکرہ مستند ترین کتب و مآخذ کے حوالہ جات سے ام ہانی کے دشمن اسلام شوہر ابو طالب کے چہیتے داماد ہبیرہ مخزومی کا جسے ابو طالب اپنی بیٹی بیاہ دیتے ہیں۔ جسے اپنے نادرۂ روزگار سگے بھتیجے (حضرت) محمد (علیہ السلام) پر انھوں نے دنیاوی مصلحتوں سے جن کا ذکر اپنے محل پر آگے آتا ہے ترجیح دی تھی ان کے ساتھ ان کے دوسرے داماد اور سگے بھانجوں نے بھی جیسا آپ پچھلے اوراق میں پڑھ چکے ہیں دس برس متواتر ان کی آنکھوں کے سامنے اور ان کے مرنے کے بعد زمانہ معراج میں اور اس کے بعد بھی اتنے ہی عرصہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت و دشمنی میں اپنی عاقبت خراب کی تھی۔ خسر الدنیا والآخرۃ

ام ہانی رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام:

فتح مکہ کے دن جیسے ہی ان کا بدبخت شوہر اسلام سے فرار ہوکر نجران بھاگ گیا حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بالفاظ دیگر شب معراج سے تقریباً دس برس بعد مسلمان ہوئیں۔ حسب ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں:

(۱) ''اسلمت ام ھانی ذالک الیوم وھو یوم الفتح ''۔①

''ام ہانی نے اسی دن اسلام اختیار کیا اور وہ دن فتح مکہ کا دن تھا''۔

(۲) ''ام ھانی بنت ابی طالب بن عبدالمطلب بن ھاشم اخت علی بن ابی طالب شقیقۃ کانت تحتَ ھبیرۃ بن ابی وھب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم اسلمت عامَ الفتح ''۔②

''ام ہانی دختر ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم حضرت علی کی سگی بہن

① السیرۃ الحلبیہ جلد ۳ ص ۱۰۸۔

② الاستیعاب جلد ۲ ص ۷۸۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو ہبیرہ بن ابو وہب بن عمرو بن عائذ ابن عمران بن مخزوم کی زوجیت میں تھیں، فتح مکہ کے سال اسلام لائیں''۔

(۳) ''مات هبيرة كافر أهارباً بنجران و كانت عنده ام هانی ابنة ابی طالب فاسلمت عامَ الفتح ''۔①

''ہبیرہ تو نجران میں بھگوڑا کافر ہو کر مر گیا، اس کی زوجیت میں ابوطالب کی بیٹی ام ہانی تھیں جو فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئیں''۔

(۴) ''اسلمت امّ هانیء یومَ الفتح و هی شقیقة علی بن ابی طالب و عقیل و جعفر و طالب امهم فاطمه بنت اسد قیل اسمها فاخته و قیل هند و من حجته مَن قال هند قول زوجها هبیره بن ابی وهب مخزومی حین فر یوم الفتح ولم یسلم ولحق بنجران و مات علی شرکه فی ابیات اولها

اَشَاقَتْکَ هِنْدٌ اَمْ اَتَاکَ سُؤَالُهَا
کَذَاکَ النَّوٰی اَسْبابُهَا وَانْفِتَالُهَا ''۔

''ام ہانی فتح مکہ کے دن اسلام لائیں وہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب و عقیل رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ و طالب کی سگی بہن تھیں ان سب کی ماں فاطمہ بنت اسد تھیں بعض کہتے ہیں ان کا نام فاختہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ہند تھا جو ہند نام بتاتے ہیں ان کی دلیل ام ہانی کے شوہر ہبیرہ بن ابو وہب مخزومی کا قول ہے وہ فتح مکہ کے دن ہی فرار ہو گیا تھا۔ مسلمان نہ ہوا نجران پہنچ گیا وہیں بحالت شرک مر گیا۔ اس کے اشعار میں پہلا شعر ہے (جس میں ام ہانی کا نام ہند لیا ہے)

اَشَاقَتْکَ هِنْدٌ اَمْ اَتَاکَ سُؤَالُهَا
کَذَاکَ النَّوٰی اَسْبابُهَا وَانْفِتَالُهَا ''

① کتاب نسب قریش ص ۳۴۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہبیرہ کو اپنی زوجہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے فتح مکہ کے روز دین اسلام اختیار کرنے کا حال جب نجران میں معلوم ہو گیا انھیں مخاطب کر کے قطعہ اشعار کہا تھا جس کے پہلے شعر میں جو اوپر درج ہوا ان کا نام ہند ہی لیا ہے۔ باقی اشعار میں اسلام دشمنی، کفار کی حمایت اور زوجہ کے مسلمان ہو جانے پر اظہار طعن و تشنیع کیا ہے۔ اس کے یہ چند شعر ملاحظہ ہوں۔ ہند (ام ہانی) کو مخاطب کر کے کہتا ہے ۔

لَئِنْ کنتِ قد تابعتِ دینَ محمد　　وعطَّفَتِ الْاَرْحَامَ مِنْکِ دِبَالُهَا

''اگر تو محمد کے دین کی پیرو ہو گئی ہے۔ اور رشتے کے تعلقات نے تجھے اپنی طرف موڑا یا ہے''۔

فَکُوْنِی علی اعلٰی سَحِیْقٍ بِھَضْبَةٍ　　مُمَنَّعَةٍ لا تُستَطَاعُ قِلَالُهَا

''تو تو پہاڑ کی انتہائی چوٹی پر جا پہنچ۔ جس کی چوٹی پر پہنچنے کی امید نہیں کی جا سکتی''۔

فَاِنِّی مِنْ قَوْمٍ اِذَا جَدَّ جَدُّهُمْ　　عَلٰی اَیِّ حَالٍ اَصْبَحَ الْیَوْمَ حَالُهَا

''میں تو اب ان لوگوں میں سے ہوں۔ کوئی وقت آ پڑے تو جو حال قوم کا ہوتا ہے وہی ان کا بھی ہوتا ہے''۔

وَاِنِّیْ لَاَحْمِی مِنْ وَرَاءِ عَشِیرَتِی　　اِذَا کَثُرَتْ تَحتَ الْعَوَالِی مَجَالُهَا

''میں اپنی قوم کے عقب میں رہ کر ان کی حفاظت کرتا ہوں جن کے نیزوں کے نیچے کاوش و کوشش ہو رہی ہو (یعنی جنگ شباب پر ہو)''۔

وَاِنِّیْ لَاَقْلَی الحاسدینَ وفعلَهم　　عَلَی اللہ رِزقی نفسها وعیالها

''میں نفرت کرتا ہوں حاسدوں سے اور ان کے افعال و حرکات سے۔ میری اپنی اولاد اور میری اولاد کی روزی اللہ پر ہے''۔ ①

① کتاب نسب قریش ص ۳۴۴ و کتاب الاستیعاب جلد ۲، ص ۷۸۲، و دیگر کتب.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دوبارہ پیام نکاح پر ام ہانی رضی اللہ عنہا کا عذر:

ام ہانی رضی اللہ عنہا کے دین اسلام اختیار کر لینے اور کافر شوہر کے اسلام سے فرار کر جانے سے دونوں میاں بیوی میں دائمی علیحدگی ہو گئی تھی۔

''فَرَّقَ الاسلامُ بین ام ھانی و بین ھبیرۃ''۔①

''ام ہانی اور ہبیرہ میں اسلام لانے سے علیحدگی ہو گئی''۔

ہبیرہ بیوی بچوں کو بے سہارا چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی بے کسی کا احساس ہوا۔ بروایت ابن عبدربہ② رحمۃ للعالمین علیہ السلام کے جناب میں یہ عرضداشت پیش کی کہ قرابت کا تعلق بھی ام ہانی سے آپ کا ہے۔ وہ اسلام لا چکی ہیں انھیں ظل عاطفت میں لے لیں۔ قرابت کے علاوہ رشتہ مناکحت بھی ہو جائے آپ نے ازراہِ ترحم یہ تجویز منظور فرما کر پیامِ نکاح بھیجا۔③

''فخطبھا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت واللہ لھو احب الیَّ من سمعی وبصری ولکن حقه عظیم وانا مؤتمۃ فان قمتُ بحقّه خِفتُ ان اضیع ایتامی وان قُمتُ بامرھم قصرتُ عن حقّه''۔④

''ان کو (ام ہانی رضی اللہ عنہا کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیام نکاح بھیجا، انہوں نے کہا قسم بخدا وہ تو مجھے میری جان (سمع وبصر) سے زیادہ عزیز ہیں۔ شوہر کا حق عظیم ہوتا ہے اور میں تو بے باپ کے بچوں والی ہوں۔ حق شوہر ادا کروں تو ان یتیموں کی جان ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے، اگر بچوں کی دیکھ بھال کروں تو ان کے حق خدمت میں

---

① طبقات ابن سعد والاصابہ۔
② العِقد الفرید جلد ۳ ص ۱۶۴۔
③ العِقد الفرید کی یہ روایت محلِ نظر ہے۔
④ العِقد الفرید والاصابہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوتاہی ہوگی‘‘۔

ام ہانی کا یہ عذر آنحضرت ﷺ نے قبول فرماتے ہوئے قریشی خواتین کی توصیف کی اور فرمایا کہ اپنی اولاد کی صغرسنی میں ان کی پرورش وتربیت اپنے اوپر تکلیفیں اٹھا کر کرتی اور فرمایا کہ اپنی اولاد کی وفادار خدمت گزار ہوتی ہیں۔ دوبارہ پیام نکاح کے بارے میں متعدد کتب تاریخ وسیر میں بھی مختصراً بیان ہوا ہے۔مثال کے طور سے علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

’’وقِیل ان امِ ھانی لمَّا بانت من ھبیرۃ باسلامھا خطبھا رسول اللہ ﷺ فقالت انی امراۃ مصبیہ فسکت عنھا ‘‘۔①

’’بیان کیا گیا ہے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی علیحدگی جب مسلمان ہوجانے سے ہبیرہ سے ہوگئی رسول اللہ ﷺ نے ان کو پیام نکاح دیا انھوں نے عرض کیا میں تو بال بچوں والی عورت ہوں، آپ نے اس پر سکوت فرمایا‘‘۔

علامہ ابن کثیر نے اپنی مشہور کتاب تاریخ اسلام ’’البدایۃ والنھایۃ ‘‘ میں ایک باب ان خواتین کے تذکرے میں قائم کیا ہے جنھیں پیام نکاح آنحضرت ﷺ کا تھا مگر نکاح نہ ہوسکا۔’’فیمن خطبھا علیہ السلام ولم یعقد علیھا ‘‘ اس باب میں ام ہانی رضی اللہ عنہا کا تذکرہ سب سے اول کرتے ہوئے ان ہی کا یہ قول نقل کیا ہے:

’’عن ام ھانی بنت ابی طالب قالت خطبنی رسول اللہ ﷺ فاعتذرتُ الیہ فعذرنی ‘‘۔②

’’ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

① سیر اعلام النبلاء ذہبی ص ۲۲۸.
② البدایۃ والنھایۃ جلد ۵ ص ۳۰۱.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نے نکاح کا پیام مجھے دیا تھا میں نے اپنا عذر ان کی خدمت میں پیش کیا جو انھوں نے قبول فرمایا''۔

''وامّا من خطب النبی ﷺ ولم ینکحھا فمنھن ام ھانی بنت ابی طالب خطبھا ولم یتزوّجھا''۔①

''نبی ﷺ نے جن عورتوں کو پیام دیا مگر نکاح ان سے نہ کیا ان میں ام ہانی رضی اللہ عنہا دختر ابوطالب بھی تھیں۔ انھیں نکاح کا پیام دیا مگر زوجیت میں نہ آئیں''۔

کتاب المحبر وطبقات ابن سعد و تاریخ طبری والاصابہ وغیرہ میں ام ہانی کے ۸ھ میں مسلمان ہو جانے اور بے سہارا رہ جانے کی حالت میں آنحضرت ﷺ کے پیام نکاح کا اور ام ہانی کے عذر کا بیان عبارت ذیل میں کیا گیا ہے:

''ثم فرّق الاسلام بین اُمِّ ھانی وبین ھبیرۃ فخطبھا النبی ﷺ فقالت واللہ انِّی کُنتُ لأحبک فی الجاھلیۃ فکیف فی الاسلام ولکنی امرأۃ مصبیۃ، فأکرہ ان یؤذوک''۔②

''(پھر ام ہانی رضی اللہ عنہا اسلام لائیں)، ان کے اور ہبیرہ کے درمیان اسلام نے جدائی کر دی۔ نبی ﷺ نے انھیں پیام نکاح دیا انھوں نے عرض کیا میں جب زمانہ قبل اسلام (زمانہ جاہلیت) میں آپ کی ذات سے انس و محبت کرتی تھی زمانہ اسلام میں تو اس کا کہنا ہی کیا مگر میں بال بچوں والی ہوں اور اسے برا جانتی ہوں کہ وہ آپ کی زحمت

① تاریخ ابن الاثیر جلد ۲ ص ۱۵۰۔
② کتاب المحبر ص ۹۸ وطبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۵۲ والاصابہ جلد ۳ ص ۵۰۳ وتاریخ طبری جلد ۱۳ ص ۵۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا باعث ہوں''۔

یہ عذر ام ہانی رضی اللہ عنہا کا قبول فرماتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین قریش کی جن صفتوں کی مدح وتوصیف کی اس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اپنے ان یتیم بچوں کو شفقت مادری سے پالنے اور پرورش کرنے کے لیے اپنے عیش وآرام کو قربان کرنا پسند کیا۔نکاح ثانی پر آمادہ نہ ہوئیں۔ان کی اسی مثال ہی کے پیش نظر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشی خاتون کے اوصاف کے ضمن یہ فرمایا تھا:

''اَحْنَاهُ عَلٰی وَلَدِهٖ فِیْ صِغَرِهٖ ''①

''یعنی وہ اپنی کم سن اولاد کی شفقت مادری سے پرورش کرنے میں ایثار سے کام لیتی ہیں''۔

احناہ لفظ حنو سے ہے جس کے معنی ہیں اس ماں کی ممتا جو اپنے یتیم بچوں کے پالنے کے لیے نکاحِ ثانی گوارا نہیں کرتی۔حضرت ام ہانی نے شوہر سے علیحدگی کے بعد تقریباً چالیس برس بیوگی میں بسر کیے۔اولاد کو پروان چڑھایا۔ان کی یہ مخزومی اولاد اپنے ہاشمی ننھیال سے وابستہ رہی۔بڑے بیٹے جعدہ کا ذکر آچکا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے داماد تھے اور ان کے زمانہ خلافت میں خراسان کے گورنر رہے۔اپنے باپ ہبیرہ کی طرح یہ بھی شاعر تھے۔اپنے ماموں پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فَمَنْ ذا الذی یَبْأَیٰ عَلَیَّ بخاله   کخالی عَلِیٍّ ذِی النَّدٰی، وعَقِیلٍ

''کون میرے مقابلے میں اپنے ماموں پر فخر کرسکتا ہے میرے ماموں علی رضی اللہ عنہ ہیں، صاحب سخا اور عقیل رضی اللہ عنہ''۔

جعدہ کے ایک بیٹے جوان کی ایک کنیز (ام ولد) کے بطن سے تھے عبداللہ

① صحیح مسلم، فضائل الصحابة: رقم الحدیث(۲۵۲۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ ان عبداللہ بن جعدہ کا نواح خراسان کی فتوحات میں نمایاں حصہ رہا ہے۔ ان ہی کے بارے میں ایک شاعر نے کہا تھا۔

لولا ابن جَعدَة لَم يفتح تهندركم   وَلاَ خُرَاسَانَ حَتّٰى يُنفَخَ الصُّوْرُ

''ابن جعدہ نہ ہوتے تو یہ قلعہ فتح نہ ہوتا۔ اور نہ خراسان دامنِ قیامت تک''۔

سسرالی رشتہ داروں سے نیک سلوک:

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا اپنے سسرالی رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آتیں۔ فتح مکہ ہی کے دن مشرکین مکہ میں سے ابوجہل کا حقیقی بھائی حارث بن ہشام (بن مغیرہ) اور چچیرا (اور مادری) بھائی عبداللہ بن ابی ربیعہ بن مغیرہ، جو ہبیرہ کے رشتے سے ان کے دیور جیٹھ ہوتے تھے اور ہمسائے بھی، پناہ لینے کے لیے بھاگ کر ان کے گھر میں آ گئے تھے۔ یہ لوگ بدر و احد میں مسلمانوں کے خلاف لڑے بھی تھے ام ہانی رضی اللہ عنہا نے انھیں اپنی پناہ میں لے لیا تھا۔ مختلف کتب سیر و تاریخ، السیرة الحلبیہ و طبقات ابن سعد وغیرہ میں تقریباً یکساں بیان ہے:

''الحارث بن هشام وزهير بن ابی اميه استجار بام هانی بنت ابی طالب اخت علی بن ابی طالب وشقيقته انها قالت لما نزل رسول الله ﷺ باعلی مكة فر الی رجلان من احمائی ای من اقارب زوجها هبيرة ابن ابی وهب مستجيران بی فأجرتهما وذكر الازرقی بدل زهير بن ابی امية عبدالله بن ابی ربيعه فدخل عَلَیَّ اخی عَلِیُّ بْنُ ابی طالب فقال والله لاقتلنّهما وقال تجيری المشركين فخلت بينه وبينهما فخرج فأغلقتُ عليهما بيتی ثم جئتُ رسولَ الله ﷺ فقال مرحبا واهلا ام هانی ما جاء بک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فأخبرته الحديث فقال اجرنا من اجرتِ وامنا من امنت فلا نقتلهما ''۔①

''حارث بن ہشام (مخزومی) اور زہیر بن ابو امیہ (مخزومی) نے ام ہانی دختر ابو طالب کے ہاں جو علی بن ابی طالب کی سگی بہن تھیں پناہ لی تھی۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (فتح مکہ کے دن) اعلیٰ مکہ پر قیام فرمایا میرے شوہر کے رشتہ داروں میں سے دو شخص یعنی ان کے خاوند ہبیرہ بن ابو وہب کے عزیزوں میں سے مجھ سے پناہ مانگنے آ گئے۔ میں نے ان کو پناہ دی (ازرقی نے زہیر بن ابو امیہ کے بدلے عبداللہ بن ابو ربیعہ کا نام لیا ہے) اتنے میں میرے بھائی علی بن ابی طالب آ پہنچے اور کہنے لگے میں ان دونوں کو ضرور قتل کروں گا۔ تم مشرکین کو پناہ دیتی ہو میں نے ان کے اور ان دونوں کے بیچ میں ہو کر روکا وہ نکل کر چلے گئے تو انھیں مکان میں بند کر کے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی آپ نے خوش آمدید کہہ کر پوچھا: ام ہانی کیسے آئیں؟ میں نے سب باتیں بتائیں تو فرمایا: تم نے جس کو پناہ دی ہم نے بھی دی، تم نے جس کو امان دی ہم نے بھی دی، ان دونوں کو قتل نہ کیا جائے گا''۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے حسنِ تدبیر سے ان مشرکین کی جان بچی، مشرف باسلام ہوئے۔ بعد میں خود ان کو اور ان کی اولاد کو ملی و اسلامی خدمات میں امتیازی درجہ حاصل ہوا۔ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے ملک شام کے جہادوں میں کارہائے نمایاں انجام دے کر جام شہادت نوش کیا۔ ان کے ایک فرزند فضلائے تابعین میں سے تھے اور پوتے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن

① السیرۃ الحلبیہ جلد۳ ص ۱۰۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہشام مخزومی مدینہ کے سات مشہور فقہاے تابعین میں سے تھے۔ اور عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی خلافت فاروقی کے زمانے میں یمن کے والی رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی جوان کی وفات کے بعد تولد ہوئی تھیں، ان کی زوجہ تھیں۔ ان کی نسل میں متعدد اشخاص محدث تھے۔ یہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا ہی کے اس کار خیر کی برکت سمجھیے کہ مشرکین حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور انھوں نے اور ان کے اخلاف نے خدمات لائقہ انجام دیں۔

خلاصہ کلام:

حضرت امِ ہانی رضی اللہ عنہا کے وقائع زندگانی جو بالاختصار بیان ہوئے مسلم خواتین کے لیے کچھ کم سبق آموز نہیں۔

(۱) ام ہانی کے ایامِ دوشیزگی وکنوار پن میں دو پیام ان سے نکاح کے تھے۔

پہلا پیام جیسا آپ پچھلے اوراق میں مطالعہ کر چکے ہیں، اسی دوشیزہ کے ابن عم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب کا تھا جن کی ذات اقدس سے ان کو بقول خود اُنس ومحبت بھی تھی۔ جیسا دوسرے موقع پر خود ام ہانی ہی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض بھی کیا تھا کہ

''ان کنتُ لاحبّکَ فی الجاھلیۃ فکیف فی الاسلام ''۔

''میں جب زمانۂ جاہلیت میں (زمانہ قبل اسلام) میں آپ سے اُنس ومحبت رکھتی تھی تو زمانہ اسلام میں اس کا کہنا ہی کیا''۔

مگر ان کے والد ابو طالب نے اپنی مصلحتوں سے دوسرے شخص (ہبیرہ) سے ان کی قسمت وابستہ کر کے شریکِ زندگی اس کی بنا دیا مگر انھوں نے اپنے اس خاوند سے وفاداری وخدمت گزاری ومخلصانہ تعاون برتنے میں کوتاہی نہ کی۔

(۲) اعلانِ نبوت کے بعد سے ان کے قبیلہ قریش کی اکثریت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مخالفت پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ خود ام ہانی رضی اللہ عنہا کا ایک چچا ابولہب، اس کی بیوی ام ہانی کی چچی (ام جمیل) اور ان کے دوسرے رشتہ دار طرح طرح سے دشمنی کرتے تھے۔ ان ہی میں ان کا شوہر ہبیرہ مخزومی بھی تھا وہ اکثر اسے سمجھاتیں۔ راتوں کو اٹھ کر اس سے جھگڑتیں، اپنا اثر اس پر ڈالتیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے ایذا نہ ہو۔ اس کا ثبوت خود ہبیرہ ہی کے کلام سے ملتا ہے۔ عرب خواتین کا دُستور تھا کہ اپنے شوہروں سے کوئی بات منوانا چاہتیں تو رات کو اٹھ کر یہ باتیں کرتیں۔ چنانچہ ہبیرہ نے ان دو بیتوں میں اسی بات کا ذکر کیا ہے۔

وعَاذِلَةٌ هَبَّتْ بِلَيْلٍ تَلُومُنِى وتُعَذِّلُنِى بِاللَّيْل صلالها

''ایک ملامت گر رات گئے اٹھ کر مجھے ملامت کرنے لگی، وہ مجھے رات ہی سے سرزنش کرنے لگی اس کی سمجھ بھٹک گئی تھی''۔

وتَزْعَمُ اِنِّى اِنْ اَطَعْتُ عَشِيْرَتِى سَاُوْذِى وهل يُؤْذِيْنِىْ اِلاَّ زوالها

''اس کا کہنا ہے کہ اگر میں نے اپنے رشتہ داروں کا کہنا مانا تو مجھے ستایا جائے گا مگر مجھے تو قوم کی تباہی سے آزار پہنچ سکتا ہے''۔

ہبیرہ ان کا کہنا نہ مانتا اپنی حرکتوں سے باز نہ آتا۔ انہیں ملال ہوتا۔ صبر کرتیں مگر خاوند سے نباہ کرنے، تعاون اور وفاداری میں فرق نہ آنے دیتیں۔

(۳) بالآخر جب بیسویں برس کی ازدواجی و بیاہتا زندگی کے بعد ان کا خاوند ان کی ڈھلکتی جوانی کے ایام میں اپنے بیوی بچوں کو بے سہارا چھوڑ کر اسلام سے فرار کر گیا، یہ دین اسلام میں بلا دنیٰ تامل داخل ہوگئیں۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی ان کے مشرک دیور جیٹھ ان کے گھر پناہ لینے آ گئے اور ان کے حسن تدبیر سے حلقہ بہ گوشِ اسلام ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۴) اپنے یتیم بچوں کی پرورش اور تربیت کی خاطر انھوں نے اپنا عیش و آرام قربان کر دیا۔ بقیہ عمر بیوگی میں گزار دی۔ نکاح ثانی کا پیام یہ کہہ کر منظور نہ کیا کہ انا مؤتمۃ میں بن باپ کے بچوں والی ہوں۔ دوسرا نکاح کروں تو خوف ان یتیموں کی زندگی کے خراب ہو جانے کا ہے۔

(۵) آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے بڑی محبت وعقیدت تھی۔ فتح مکہ کے زمانے میں آنحضرت ﷺ مخزومیوں کے محلے میں ان کے مکان پر تشریف لائے، پینے کے لیے نوشیدنی چیز طلب کی۔ انہوں نے شربت بنا کر پیش کیا۔ آپ نے نوش فرما کر انھیں بھی دیا، روزے سے تھیں، لیکن پی لیا۔ آنحضور ﷺ کو معلوم ہوا تو روزہ توڑنے کی وجہ پوچھی۔ عرض کیا میں آپ کا جوٹھا (پس خوردہ/ پس نوشیدہ)① ضائع نہیں کر سکتی تھی، اس لیے پی گئی۔

(۶) کبھی کبھی نبی کریم ﷺ سے آیت قرآنی کی تفسیر پوچھتیں اور مسائل دریافت کرتیں۔ چالیس سے زیادہ حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ ان کے چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، دوسرے عزیز عبداللہ بن حارث بن نوفل اور دیگر اشخاص ان کی احادیث کے راوی ہیں۔

(۷) ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد سے نہ کسی حدیث کی روایت ہے اور نہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ قبل نبوت کے حالات کے متعلق کوئی ایک لفظ اور نہ ان کا نام ہاشمی خاندان کی خواتین کی فہرست میں شامل ہے جو اسلام سے مشرف ہوئیں اور ہجرت کی حالانکہ ان کی بیٹیوں تک کے نام رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے والی ہاشمیہ عورتوں میں شامل ہیں۔ الاصابہ جلد ۴ ص ۴۸۰ میں ان کے ہجرت سے پہلے فوت ہو جانے کا ذکر بھی ہے۔ اسی سے

---

① جھوٹ، جھوٹا اور جُوٹھا تینوں درست اور مستعمل ہیں۔ مگر یہاں جُوٹھا بہتر ہے۔ نبی ﷺ کی طرف ''جھوٹ'' کی طرح ''جھوٹا'' کی نسبت بھی ذوقِ سلیم پر گراں گزرتی ہے۔ (از، سیدہ ام معاذ)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے کہ ان کے مسلمان ہونے اور ہجرت کرنے کی روایت صحیح نہیں۔ ①

(۸) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو بھی ان کی سگی، سوتیلی بہنوں کی طرح پیداوار خیبر سے سالانہ چالیس اور تیس وثق کھجوریں عطا ہوتی تھیں۔

---

① معلوم نہیں علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کے اسلام قبول نہ کرنے کی روایات کو کیونکر ترجیح دے دی جبکہ تمام قدیم مآخذ ومصادر میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کے اسلام قبول کرنے کا ذکر موجود ہے۔ کتاب ''المعارف'' جس کے متعدد حوالے اپنی اسی کتاب میں عباسی صاحب نے جا بجا دیئے ہیں، اس میں ''اخبار علی بن ابی طالب'' کی سرخی کے ذیل میں صراحت سے مذکور ہے:

''اسلمت اُمُّهُمْ، فاطمه بنت اسد بن هاشم''۔ (کتاب المعارف صفحہ ۱۱۷)

یعنی ''ان (سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بہن بھائیوں) کی والدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔''

پھر ابن حجر عسقلانی کی ''الاصابہ جلد ۴ ص ۳۸۰'' کا جو حوالہ عباسی صاحب نے دیا ہے کہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ہجرت سے پہلے وفات پاگئیں تو یہاں یہ بات یاد رہے کہ ابن حجر عسقلانی سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ بعض کا قول ہے کہ آپ ہجرت سے قبل وفات پاگئیں۔ البتہ صحیح یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی اور مدینہ میں وفات پائی۔ امام شعبی رحمہ اللہ نے اسی پر اعتماد کیا اور فرمایا کہ فاطمہ بنت اسد اسلام لائیں اور ہجرت کی اور مدینہ میں وفات پائی۔ (**الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۳۸۰ تحت الترجمہ فاطمہ بنت اسد**)

پس خود ابن حجر عسقلانی کے نزدیک بھی صحیح قول سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے اسلام قبول کرنے کا ہی ہے۔ دیگر تاریخی وحدیثی مآخذ بھی اسی بات کی تائید کرتے ہیں جیسے کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کفن کے لیے اپنی قمیص عطا کی اور فرمایا کہ ابو طالب کے بعد مجھ سے اچھا سلوک کرنے والا ان کے علاوہ اور کوئی ثابت نہیں ہوا۔ یہ روایت معجم الکبیر اور مجمع الزوائد میں مروی ہے۔ اسی طرح سے ایک اور روایت جس کی سند ابوالبختری کے سبب ضعیف ہے میں بیان ہوا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ پانی لانے اور دیگر ضروریات میں آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مدد کر دیا کریں جبکہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں وہ آپ کا ہاتھ بٹا دے گی۔ اس روایت کو مصعب زبیری نے ''نسب قریش'' میں ذکر کیا ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ وہ <==

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شب معراج کی ایک وضعی کہانی، ام ہانی رضی اللہ عنہا کی زبانی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء (معراج) کا واقعہ آپ کی نبوت کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے جو سورۂ بنی اسرائیل کے شروع ہی میں یوں بیان ہوا ہے۔

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ''۔

''پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے دور کی مسجد تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت دی ہے تاکہ دکھائیں ہم

==> نہایت نیک و صالح خاتون تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے تھے اور دوپہر کو ان کے گھر آرام فرماتے تھے۔ اسی طرح ابن حجر عسقلانی سیدہ فاطمہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا کے تذکرے میں ایک روایت لائے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ ایک ریشم کا جوڑا ہدیہ کے طور پر موصول ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطماؤں کے لیے اسے اوڑھنیاں بنا دو۔ تو میں نے اسے پھاڑ کر چار اوڑھنیاں بنا دیں، ایک سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، ایک سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے لیے، ایک فاطمہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا کے لیے اور چوتھی کا ذکر نہیں کیا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ شاید وہ عقیل کی زوجہ ہیں یعنی فاطمہ بنت شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس رضی اللہ عنہا یعنی سیدہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کی سگی چچا زاد بہن۔

مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کے بقول یہ پہلی ہاشمیہ خاتون ہیں جن کی شادی ہاشمی بزرگ سے ہوئی اور ان سے نجیب الطرفین ہاشمی متولد ہوئے۔ دیکھیے ''سیرت علی المرتضیٰ صفحہ ۲۴''۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے: فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔

یعنی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ابو طالب (عبد مناف) کے والد سردار عبد المطلب کے علّاتی بھائی اسد کی بیٹی تھیں۔ یوں ابو طالب اور فاطمہ بنت اسد آپس میں چچا زاد بھی تھے۔ ابو طالب سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چھ اولادیں ہوئیں۔ طالب، عقیل، جعفر، علی، اُمّ ہانی ہند، جُمانہ۔ ان میں سے سوائے طالب کے سب نے اسلام قبول کیا۔ تاہم آگے آنے والی کتاب ''تذکرۃ العباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب'' میں علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کے قبولِ اسلام کا موقف پیش کیا ہے۔ (محمد فہد حارث)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس کو کچھ نشانیاں اپنی۔ بے شک وہ ہی ہے سننے والا اور دیکھنے والا"۔

خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء (معراج) کا یہ واقعہ جس پر ہر کلمہ گو کا ایمان ہے باختلاف روایات ہجرت سے ایک سال یا چند ماہ پہلے پیش آیا تھا اس زمانہ میں یہ ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا، جیسا ان کے وقائع زندگانی میں آپ پڑھ چکے ہیں ہبیرہ بن ابو وہب مخزومی کی زوجیت میں تھیں اور اپنے شوہر اور اپنی اولاد کے ساتھ اسی کے گھر سکونت پذیر تھیں جو مخزومیوں کے محلے میں واقع تھا۔ اس وقت وہ خود بھی آبائی مذہب پر تھیں اور شوہر تو ان کا دشمن اسلام وموذیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا ہی۔ امِ ہانی رضی اللہ عنہا کے ان حالات اور وقائع زندگانی کی روشنی میں اب اس روایت کو ملاحظہ کیجیے، جو شب معراج کے سلسلے میں ان سے منسوب ہے اور انہی کی زبانی آب وتاب سے بیان کی جاتی ہے۔

اس روایت کو سب سے پہلے سیرت ابن ہشام کے ایرانی نژاد اصل مؤلف محمد بن اسحاق بن یسار (بن کوثان/خیار) (بن خیار/کوثان) المتوفی ۱۵۱ھ نے بلا سلسلہ اسناد کے یہ کہہ کر اپنی کتاب میں درج کیا تھا:

"وکان فیما بلغنی عن ام ھانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا واسمُھا ھند، فی مَسرٰی رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔ ①

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء (معراج) کے بارے میں حسب ذیل روایت مجھے ام ہانی دختر ابوطالب سے پہنچی ہے جن کا نام ہند تھا"۔

محمد بن اسحاق کی ولادت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی وفات سے کوئی چالیس بیالیس برس بعد ۸۵ھ میں ہوئی تھی اور کتاب سیرت کی تالیف بھی جس میں یہ روایت درج کی ہے تقریباً ایک صدی بعد ان کی وفات کے، تالیف کی گئی تھی۔ ان حالات میں محمد بن اسحاق کا سلسلہ اسنادِ روایت درج نہ کرنا اور ان کے راویوں

① سیرت ابن ھشام ص ۱۶۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نام نہ بتانا جن سے یہ روایت انھیں پہنچی، کیا اسے ساقط الاعتبار کر دینے کو کافی نہیں۔ قطع نظر اس بات کے، پہلے وہ روایت یا وضعی کہانی مطالعہ ہو۔

وضعی کہانی:

ام ہانی رضی اللہ عنہا سے منسوب یہ وضعی کہانی اب انہی کی زبانی ملاحظہ ہو۔ سیرت ابن ہشام کے اصل مؤلف ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ

"أنها كانت تقول: ما أسرِیَ برسولِ الله صلی اللہ علیہ وسلم إلاّ وهو في بيتي، نام عند تلك الليلة في بيتي، فصلّى العشاء الآخرة ثم نام ونِمنا، فلما كان قُبيل الفجر اَهَبّنا رسولُ الله صلی اللہ علیہ وسلم فلما صلّى الصبح وصلّينا معه، قال: "يا ام هاني! لقد صلّيتُ معكم العشاء الآخرة كما رأيتِ بهٰذا الوادی، ثم جئتُ بيتَ المقدس فصلّيتُ فيه، ثم قد صلّيتُ صلاة الغَداة معكم الآن كما ترين"۔ ثم قام ليخرج، فاخذتُ بطرف ردائه فتكشّف عن بطنه كأنه قُبطيّة مَطوية فقلت له: يا نبي الله لا تحدّث بهٰذا الناسَ فيكذّبوك ويؤذوك؛ قال: والله لأحدثنهموه. قالت: فقلت لجارية لي حَبَشِيَّة: ويحكِ اتّبعي رسولَ الله صلی اللہ علیہ وسلم حتّٰی تسمعی ما يقولُ للناس، وما يقولون له. فلمّا خرج رسولُ الله صلی اللہ علیہ وسلم الى النّاسِ اخبرهم، فعجبوا وقالوا: ما آيةُ ذلك يا محمد؟ فانّا لم نسمع بمثل هذا قط؛ قال: آيةُ ذٰلك انّي مَرَرْتُ بعِير بني فلانٍ بوادی كذا وكذا، فَاَنْفَرَهُمْ حِسُّ الدابّة، فندّلهم بَعيز فدللتهم عليه وانا مُوجّه الى الشام. ثم اقبلتُ حتّٰی اذا كنتُ بضَجَنان مررتُ بعير بني فلانٍ، فوجدتُ القومَ نِياماً، ولهم اِناء فيه ماء قد غطّوا عليه بشيءٍ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فکشفتُ غطاءہ وشربتُ ما فیہ، ثم غطَّیتُ علیہ کما کان، وایۃُ ذٰلک اِنَّ عِیرَھم الآن یَصوبٍ من البیضاء، ثنیَّۃ التَّنعیم، یقدُمھا جمل اُوْرقٍ علیہ غرارتانٍ، احداھما سوداء والأخریٰ بَرْقاء قالت فابتدر القوم الثنیّۃ فلم یَلْقھم اولُ مِنَ الجمل کان وصف لھم، وسألوھم عن الإناء فأخبروھم انھم وَضعوہ مملوءًا ماء ثم غطَّوہ، وأنھم ھبّوا فوجدوہ مغطّی کما غطَّوْہ ولم یجدوا فیہ ماء (الی اخرہ)"۔ ①

''وہ (ام ہانی رضی اللہ عنہا) یہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے سفر (اسراء) میں (کہیں اور جگہ سے) نہیں گئے تھے بلکہ وہ میرے ہی گھر اس رات تھے (یہیں سے گئے تھے)۔ اس رات میں وہ میرے ہی گھر میں سوئے تھے۔ عشاء کی نماز ادا کر کے وہ بھی سو رہے اور ہم بھی سو رہے۔ فجر سے ذرا پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جگایا۔ نماز صبح جب وہ ادا کر چکے اور ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھ لی تو فرمایا: ''اے ام ہانی! میں نے عشاء کی نماز تم لوگوں کے ساتھ اسی وادی (یعنی مکہ) میں پڑھی تھی جیسا کہ تم نے دیکھا۔ پھر میں بیت المقدس چلا گیا۔ وہیں نماز ادا کی پھر اب صبح کی نماز تم لوگوں کے ساتھ پڑھی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو''۔ یہ فرما کر وہ باہر جانے کے لیے کھڑے ہوئے ہی تھے کہ میں نے چادر کا کونا پکڑ لیا جس سے ان کا شکم کھل گیا جو سکڑے ہوئے اور شکن پڑے ہوئے قبطیہ کپڑے کے مانند تھا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں سے یہ واقعہ نہ بیان کیجیے گا۔ لوگ

① سیرت ابن ھشام: ص ۴۴، ۴۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کو جھٹلائیں گے اور تکلیف پہنچائیں گے، آپ نے فرمایا: بخدا میں ان سے ضرور بیان کروں گا۔ میں نے اپنی حبشیہ کنیز سے کہا: ذرا تو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلی جا، سن کے آ وہ لوگوں سے اور لوگ ان سے کیا کہتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے جا کر یہ واقعہ بیان کیا۔ وہ حیران ہو گئے اور پوچھنے لگے۔ اے محمد! ثبوت اس کا کیا ہے؟ ہم نے تو ایسی بات کبھی نہ سنی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں وادی میں ایسے ایسے قبیلے کے اونٹوں کے گلے پر سے میرا گزر ہوا تو میری سواری کی کھڑکھڑاہٹ سے اونٹوں میں بھگدڑ مچ گئی جس سے ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا میں نے اس کا پتا ان لوگوں کو بتا دیا اور میں (اس وقت) ملک شام کے راستے پر تھا۔ پھر میں آگے چلا حتی کہ جب ضجنان① پہنچا تو فلاں قبیلے کے قافلے پر گزر ہوا۔ میں نے قبیلے کے لوگوں کو سوتے ہوئے پایا۔ ان کے پاس پانی کا برتن تھا جو سرپوش سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے سرپوش اٹھا کر وہ پانی پی لیا اور برتن کو اسی طرح ڈھک دیا۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اب یہ قافلہ بیضاء اور ثنیہ، تنعیم پر سے اتر رہا ہے، قافلے کے آگے آگے بھورے رنگ کا اونٹ ہے جس پر دو مشکیزے لدے ہوئے ہیں ان میں ایک سیاہ رنگ کا اور دوسرا دھاریدار ہے۔ یہ سن کر لوگ ثنیہ، تنعیم② کی طرف دوڑے۔ سب سے پہلے وہ اونٹ نمودار ہوا جیسا آنحضرت ﷺ نے بتایا تھا پھر قافلے والوں سے برتن کا ماجرا پوچھا۔ انھوں نے کہا: ہم نے برتن میں پانی بھر کر رکھا تھا اور اس کو ڈھانپ دیا تھا۔ جب بیدار ہوئے تو اسے اسی

① مکہ معظمہ سے کچھ فاصلے پر ایک پہاڑ ہے۔ (محمد فہد حارث)
② حرمِ مکہ سے بالکل قریب کوہِ تنعیم کی گھاٹی، اہل مکہ تنعیم سے احرام باندھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح ڈھکا ہوا پایا جس طرح ڈھک دیا تھا لیکن اس میں پانی ندارد تھا''۔

یوں تو کئی روایتیں ابن اسحاق نے اسراء (معراج) کی بلا سلسلہ اسناد لکھی ہیں، وہ جیسی بھی ہوں، ام ہانی رضی اللہ عنہا سے منسوب یہ روایت تو سنداً اور متناً محض باطل اور صریح کذب بیانی ہے۔ اسراء کا عظیم واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکے سے ہجرت فرمانے سے تھوڑے ہی عرصہ قبل پیش آیا تھا۔ بقول علامہ سلیمان ندوی مرحوم:

''معراج اور ہجرت کے بیچ میں کوئی زمانہ حائل نہ تھا بلکہ معراج درحقیقت ہجرت ہی کا اعلان تھا''۔ ①

اور یہ وہ ایام تھے جب نہ ام ہانی کا جیسا تفصیلاً بیان ہو چکا، دین اسلام سے کوئی واسطہ و تعلق تھا نہ ان کے گھر والوں میں سے کسی فرد واحد کا۔ ان کا شوہر ہبیرہ مخزومی تو دشمن اسلام موذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ ان حالات میں کون صحیح العقل اس من گھڑت کہانی کی لغویت کو باور کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی ایک رات اپنا بیت الشرف چھوڑ دیں جو نہ صرف مہبط ملائکہ ہی تھا بلکہ وہاں تو آپ کے اہل بیت ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا (بنت زمعہ) اور آپ کی دو نا کتخدا صاحبزادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیت منور میں یا خانہ کعبہ میں تو استراحت فرما نہ ہوں، شب باش ہونے کے لیے تشریف لے جائیں تو ام ہانی کے گھر جو اس وقت مسلمان بھی نہ تھیں۔ اپنے آبائی مذہب شرک و بت پرستی کی پیرو تھیں۔ ان کا گھر تو ان کے شوہر ہبیرہ سرغنہ کفر کی اسلام دشمنی سے ظلمت کدہ بنا ہوا تھا۔ وہیں جا کر آپ عشاء و فجر کی نمازیں بھی انہی لوگوں کے ساتھ ادا کریں جو کلمہ گو بھی نہ تھے، مشرک اور بت پرست تھے۔ بفرض محال یہ لوگ دین اسلام کے پیرو بھی ہو گئے ہوتے تب بھی

① سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۳ ص ۴۰۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نماز فرض ہونے سے پہلے ان لوگوں کے ساتھ آپ نماز باجماعت کیسے پڑھتے درآنحالیکہ نماز پنجگانہ تو جیسا معراج کی روایتوں میں متفقہ بیان ہے عین شب معراج میں فرض ہوئی تھی۔ غرضیکہ ام ہانی سے منسوب یہ روایت سرتاپا باطل، من گھڑت اور مہمل ہے۔

ایک مکروہ لغو بیانی:

''رسالت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم'' کے مؤلف ① نے (حصہ اول اردو ترجمہ) میں ایک باب بعنوان ''معراج کا واقعہ'' قائم کر کے معراج کی غرض وغایت کے بارے میں بزعم خود پہلے تو یہ لکھا ہے کہ

> ''خدائے سمیع وعلیم کا یہ منشا ہوا کہ اپنے رسول ونبی محمد بن عبداللہ کو فضائی سفر کروا کر .... اپنی بے شمار نشانیاں اپنی جلالت شان اور اپنی مخلوقات کی عظمت کا مشاہدہ کرائے .... نیز اس لیے کہ خدا نے گناہگاروں کے لیے جو عذاب تیار کر رکھا ہے اس کے کچھ حصہ پر آپ مطلع ہو جائیں تاکہ سامعین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا گہرا اثر پڑ سکے کیونکہ اس شخص میں جو لوگوں کو کسی بات کی تبلیغ کرے اور خود اس کی حقیقت سے ناواقف ہو اور اس شخص میں جو اس عذاب سے لوگوں کو ڈرائے جس کی کیفیت سے وہ بذات خود بھی

① یہ کتاب جناب عبدالحمید الخطیب سابق سفیر و وزیر حکومت سعودی عرب متعینہ پاکستان کراچی کی تالیف ہے۔ جو مسجد الحرام (مکہ) میں مدرس بھی رہے تھے اور جن کی فضیلت علمی کی مدح وثنا بعض دوسرے اہل قلم کے علاوہ علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے بھی اپنی مختصر سی تقریظ مشمولہ کتاب میں کی ہے یہ کتاب تالیف تو عربی زبان میں کی گئی ہے۔ ترجمے انگریزی اور اردو میں ہوئے۔ اردو کے مترجم محمد عادل صاحب قدوسی گنگوہی ناظم شعبہ اسلامیات سفارت سعودیہ کراچی ہیں۔ خان بہادر وجیہہ الدین ایم بی ای نے ''انجمن اشاعت قرآن عظیم'' کی جانب سے اردو ترجمہ کو ۱۹۵۳ء میں مشہور آفسٹ پریس کراچی میں طبع کرا کر شائع کیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واقف ہو چکا ہو اور اس کے خطرہ اور اذیت کی نوعیت کو بھی بخوبی جان چکا ہو بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ نیز خدا نے یہ چاہا کہ اپنے رسول پر نماز کی عظمت اور اس کی برتری واہمیت کو واضح فرمادے۔ چنانچہ آپ پر آسمان میں نماز فرض فرمائی۔ پس یہ تھی وہ آپ کی آسمانوں کی سیر اور یہ تھی معراج''۔ ①

ان تمہیدی فقرات کے بعد مؤلف کتاب نے اس مبحث پر گفتگو کرتے ہوئے کہ یہ واقعہ کس طرح پیش آیا تھا؟ معراج روحانی تھی یا جسمانی؟ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے منسوبہ کہانی کے اقتباسات پیش کرتے ہوئے ایک حد درجہ مکروہ بلکہ معصیت آمیز لغو بیانی کا ارتکاب کیا ہے یعنی ام ہانی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (معاذ اللہ) زوجہ قرار دیتے ہوئے کس ڈھٹائی سے لکھ ڈالا ہے کہ

''ہند ام ہانی بنت ابی طالب زوجہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں ام ہانی کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ چنانچہ آپ بھی سو گئے اور وہ بھی سو گئیں۔ فجر سے کچھ قبل آپ نے انھیں بیدار فرمایا اور فرمایا: اے ام ہانی! جیسا کہ تم نے اس وادی میں مجھے دیکھا میں نے تم لوگوں کے ساتھ ہی نماز عشاء ادا کی پھر میں بیت المقدس پہنچا اور وہاں نماز ادا کی پھر جیسا کہ تم نے دیکھ لیا ہے میں نے صبح کی نماز تمھارے ساتھ ہی ادا کی ہے۔ پھر آپ باہر تشریف لے جانے کے لیے کھڑے ہوئے ہی تھے کہ ام ہانی نے آپ کی چادر کا کونا پکڑ لیا جس سے شکم مبارک کھل گیا جو سکڑے اور شکن پڑے ہوئے کپڑے کی مانند نظر آیا......۔''

اس حدیث پر غور وخوض کرنے والا اس میں کوئی ایسی بات نہ پائے گا

① رسالت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۲۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس میں اس طرف اشارہ ہو کہ معراج روحانی تھی جسمانی نہ تھی۔ کیونکہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ اس شب کو ان کے پاس ان کے مکان میں تشریف فرماتھے وہ بھی سوگئیں اور آپ بھی سو گئے، وہ یہ نہیں بیان فرماتیں کہ آپ پوری رات انہیں کے ساتھ رہے اور ان کے بستر سے جدا نہیں ہوئے۔ اور یہ اس میں مانع نہیں کہ آپ گھر سے نکل کر مسجد تشریف لے گئے ہوں ...... پھر فجر سے پہلے مکان واپس آکر ام ہانی کو بیدار فرمایا ہو۔

''ام ہانی کی حدیث میں معراج کے جسمانی ہونے کا اشارہ موجود ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد انھوں نے آپ کی چادر پکڑ کر کھینچی تو آپ کے جسم پر اس واقعہ کا نشان دیکھا اور وہ یہ کہ آپ کے سواری سے گر جانے کے خوف سے براق کی لگام تھامے رہنے اور مسلسل جھکے رہنے کی وجہ سے آپ کے شکم مبارک کی کھال قبطی کپڑے کی طرح سکڑ گئی تھی''۔ (ص ۲۳۳، ۲۳۴)

اسراء (معراج) کے روحانی یا جسمانی ہونے کے بارے میں بحث وگفتگو تو ہماری اس مختصر سی کتاب کے موضوع سے قطعاً خارج ہے۔ کتاب ''رسالت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم '' کے حصہ اول کی مندرجہ بالا عبارت میں جس کی اشاعت ''انجمن اشاعتِ قرآنِ عظیم'' کے ذریعہ سے خاص اہتمام سے کی گئی، ام ہانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ''زوجہ مطہرہ'' قرار دینے اور شب معراج میں ''پوری رات انہیں کے ساتھ ان کے بستر پر رہنے'' کی مکروہ لغو بیانی کی گئی ہے۔ سولہ سترہ برس سے یہ کتاب لوگوں کے زیر مطالعہ رہی ہے اور کثیر تعداد اشخاص کی گمراہی کا موجب ہوئی ہے۔ اس لیے اصل حقیقت کا اظہار اس موقع پر ضروری ہے۔

مگر یہ ساری کہانی ہی من گھڑت، لغو اور کذب محض ہے۔ کتب احادیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جو روایتیں معراج کے بارے میں آئی ہیں ان میں باختلاف روایات اس کی بھی تصریح ہے کہ معراج جب شروع ہوئی اس وقت آنحضرت ﷺ کہاں اور کس مقام پر تشریف فرما تھے۔

(۱) بخاری و مسلم و نسائی میں مالک ابن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے آپ ﷺ خانہ کعبہ کے پاس تھے۔

(۲) بخاری میں ان ہی صحابی کی دوسری حدیث ہے کہ آپ حطیم میں یا حجر میں تھے۔

(۳) بخاری و مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مسجد کعبہ سے آپ کو معراج ہوئی۔

(۴) سیرت ابن ہشام میں حسن بصری رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ اس وقت آپ حجر میں تھے۔

(۵) بخاری و مسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیثوں میں ہے کہ اس وقت بیت منور میں تھے۔

صحیحین شریفین کی ان حدیثوں میں نہ ام ہانی سے منسوب روایت کا ذکر ہے اور نہ ان کے گھر آنحضور ﷺ کے استراحت فرمانے کا۔ روایت پرستی ہی کا یہ کرشمہ سمجھیے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا تو یہ ارشاد ہے کہ اس وقت میں اپنے گھر میں تھا میرے گھر کی چھت یکا یک کھل گئی قال فرج سقف بیتی۔ ① مگر صحیح بخاری کے حاشیہ نویس نے اس پر حاشیہ چڑھا دیا و کانت بیت ام ھانی یعنی وہ گھر ام ہانی کا تھا، اچھے اچھے ذی علم حضرات اپنی تالیفات میں ام ہانی سے منسوب اس مکذوبہ روایت کو بلا تامل درج کر دیتے ہیں۔

الاستیعاب، طبقات ابن سعد، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، تاریخ ابن جریر

① صحیح بخاری جلد ا ص ۵۰ مطبوعہ دھلی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طبری وغیرہ جن کے حوالے ہم نے اس کتاب میں پیش کیے ہیں اور اقتباسات نقل کیے ہیں ان میں صراحتاً بیان ہے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا شب معراج سے دس برس بعد ۸ ھ میں اس وقت اسلام لائی تھیں جب فتح مکہ کے وقت ان کا دشمن اسلام شوہر فرار ہو گیا تھا۔ جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے مطالعہ میں بھی یہ کتب رہتی ہیں جن کے حوالے وہ اکثر مضامین میں دیتے ہیں۔ بایں ہمہ انھوں نے ''معراج کا سفرنامہ'' مرتب کرتے وقت اور قصوں کے ساتھ اس مکذوبہ روایت کا یہ اقتباس بھی درج فرمایا:

> ''صبح سب سے پہلے آپ نے اپنی چچا زاد بہن ام ہانی کو یہ روداد سنائی پھر باہر نکلنے کا قصد کیا۔ انھوں نے آپ کی چادر پکڑ لی اور کہا خدا کے لیے یہ قصہ لوگوں کو نہ سنایئے گا ورنہ ان کو آپ کا مذاق اڑانے کے لیے ایک اور شوشہ ہاتھ آجائے گا۔ مگر آپ یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے کہ میں ضرور بیان کروں گا''۔ ①

معراج سے واپسی پر اپنے بیت الشرف یا خانہ کعبہ کے بجائے آپ سیدھے مشرک چچا زاد بہن کے گھر یہ روداد سنانے کیوں جاتے اور وہ آپ کو کیوں روکتیں اور منع کرتیں جبکہ وہ خود بھی مکہ کے لوگوں کی طرح مشرک و بت پرست تھیں۔ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ کس مقام پر استراحت فرماتے تھے، ام ہانی کے گھر یا خانہ کعبہ اور بیت الشرف میں؟ اس کے متعلق علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے سیرۃ النبی جلد سوم حاشیہ ص ۴۱۰ میں جو تحریر کیا ہے لائق مطالعہ ہے فرماتے ہیں:

> اس شب کو جس مقام پر آپ استراحت فرماتے تھے اور جہاں معراج

---

① نشری تقریریں ص ۶۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا واقعہ پیش آیا، اس کی تعیین میں اختلاف بیان کیا جاتا ہے۔ صحیحین میں حضرت مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو روایتیں ہیں ان میں بہ تصریح تمام مذکور ہے کہ آپ مسجد حرام (کعبہ) میں تھے اور اسی کے ایک بیرونی گوشہ میں جس کا نام حجر اور حطیم ہے آپ سو رہے تھے۔ یہ تو صحیحین کا بیان ہے، بعض نیچے درجہ کی روایتوں میں ہے کہ ام ہانی کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے ہی گھر میں معراج ہوئی۔ ام ہانی کا گھر شعب ① ابی طالب میں تھا۔ یہ روایت مشہور دروغ گو کلبی کی ہے۔ اس میں حد درجہ لغو وغریب ومنکر باتیں مذکور ہیں۔ مسند ابویعلیٰ میں ام ہانی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھ کر ہم لوگوں کے ساتھ میرے ہی مکان میں سوئے، شب کو میری آنکھ کھلی تو آپ کو نہ پایا۔ رؤسائے قریش کی دشمنی کے باعث دل میں عجیب عجیب بدگمانیاں پیدا ہونے لگیں، نیند نہ آئی، صبح اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا واقعہ بیان کیا اور فرمایا:

''میں یہ رؤسائے قریش سے کہنے جاتا ہوں''۔ میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا کہ خدا کے لیے ان سے یہ نہ کہیے وہ تکذیب کریں گے اور آپ کی جان پر حملہ کریں گے لیکن آپ نے نہ مانا اور دامن جھٹک کر چلے گئے۔ ان روایتوں میں علاوہ اور لغویات کے عشاء اور صبح کی نماز وجماعت کی تصریح کس قدر غلط ہے کہ یہ نماز پنجگانہ تو عین شب معراج میں فرض ہوئی ہے ظاہر ہے کہ اس قسم کی روایتوں کا

① علامہ مرحوم نے ام ہانی کا گھر شعب ابی طالب میں بتایا ہے یہ ہرگز صحیح نہیں۔ بنی ہاشم کا محلہ شعب بنی ہاشم کہلاتا تھا جہاں ایک گھر ابوطالب کا بھی تھا۔ اگلے صفحات میں اس پر بھی گفتگو آرہی ہے۔ ام ہانی کا گھر اِن کے مخزومی شوہر کا گھر تھا جو شعب بنی مخزوم میں تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیحین کے مقابلہ میں کیا رتبہ اور اعتبار ہو سکتا ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ معراج کی شب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تھے، البتہ بخاری ومسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھلی اور جبرئیل آئے''۔

معراج کے جو قصے روایتوں میں بیان ہوئے ہیں اور مودودی صاحب نے بھی ''معراج کے سفرنامے'' میں درج کیے ہیں۔ نیز کتاب ''رسالت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم'' کے مؤلف نے گنہگاروں کے لیے جو عذاب اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے اس کے مشاہدے کو معراج کی غرض وغایت بتایا ہے، علامہ موصوف ان قصوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کتب روایت کی غیر محتاط کتابوں مثلاً ابن ابی حاتم (تفسیر)، ابن جریر طبری (تفسیر بنی اسرائیل)، بیہقی (دلائل النبوۃ) میں جنت ودوزخ کے بہت سے عجیب وغریب مناظر ومشاہدات اور پیغمبروں اور فرشتوں کی تعجب انگیز ملاقاتوں اور گفتگوؤں کی تفصیل ہے۔ ان روایتوں کے ناقل ابوہارون العبدی، ابوجعفر رازی اور خالد بن یزید ہیں۔ ابوہارون عبدی اور خالد بن یزید تو مشہور ''دروغ گو'' ہیں۔ اور ابوجعفر رازی کو گو بعضوں نے ثقہ کہا ہے لیکن اکثروں کے نزدیک وہ ضعیف اور راوی منکرات ہیں اور ان کی تنہا روایت قبول نہیں کی جاتی۔ نیز ان روایتوں میں بہت سی لغو اور منکر باتیں مذکور ہیں جن کو محدثین تسلیم نہیں کرتے۔ ①

ام ہانی کی روایت اور دوسرے قصوں کا ذکر کرتے ہوئے جو غیر محتاط مؤلفین نے لکھے ہیں، علامہ موصوف لکھتے ہیں:

---

① حاشیہ: ص ۴۱۴.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''لیکن یہ تمام قصے سرتا پا لغو و باطل ہیں۔ ابن اسحاق اور ابن سعد نے تو سرے سے ان واقعات کے اسناد ہی نہیں لکھے ہیں۔ ابن جریر طبری، بیہقی، ابن ابی حاتم، ابویعلیٰ، ابن عساکر اور حاکم نے ان کی سندیں ذکر کی ہیں، ان کے رواۃ ابوجعفر رازی، ابو ہارون عبدی اور خالد بن یزید بن مالک ہیں۔ جن میں پہلے صاحب گو بجائے خود ثقہ ہیں مگر بے سروپا حدیثوں کے بیان کرنے میں بے باک ہیں بقیہ دو مشہور دروغ گو، کاذب اور قصہ خواں ہیں''۔ ①

اسراء (معراج) کی روایتیں نقل کرنے سے پہلے ابن اسحاق نے یہ فقرہ لکھ کر فاسری بہ سبحانہ وتعالی کیف شاء ②

یعنی اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا اپنے رسول کو رات کا سفر کرایا۔ معراج کے روحانی یا جسمانی ہونے کے سوال کو کھلا چھوڑ دیا تھا۔ بمرور زمانہ عجائب پسندی کے جذبے کی تسکین کے لیے کیسے کیسے افسانوں کی تہیں اس عظیم واقعہ پر چڑھائی گئیں۔ شیعہ لٹریچر میں، خواہ مؤرخین شیعی کی تصانیف ہوں یا مجتہدین کی، اسراء و معراج کی غرض و غایت یہ بتائی گئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی ولایت و امامت کی تاکید کے لیے ایک دو دفعہ نہیں ایک سو بیس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا گیا تھا۔

ناسخ التواریخ کے شیعہ مؤلف فرماتے ہیں:

''از احادیث مختلف معلوم تواں کرد کہ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارہا بوداست چنانکہ از اخبار تا صد و بست کرت مستفاد تواں گشت و در ہر نوبت از خدا بہ آنحضرت در ولایت علی و فرزند انش تاکید بکمال

① سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد سوم صفحہ ۴۱۷.

② سیرت ابن ھشام.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رفتہ''۔①

''مختلف حدیثوں سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج بارہا ہوئی تھی چنانچہ روایتوں سے ایک سو بیس مرتبہ معراج کے ہونے کا پتا لگتا ہے اور ہر مرتبہ خدا کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی اور ان کی اولاد کی ولایت کے لیے نہایت درجہ تاکید کی گئی تھی''۔

اسی بات کو ملا باقر مجلسی مجتہد شیعی نے اپنی مشہور کتاب ''حیاۃ القلوب'' میں یوں بتایا ہے کہ

''بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ اند کہ حق تعالیٰ حضرت رسول را صد و بست مرتبہ بآسمان بردو در ہر مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را در باب ولایت امامت امیر المومنین و سائر ائمہ طاہرین علیہم السلام زیادہ از فرائض تاکید و مبالغہ نمود''۔②

''حضرت جعفر صادق سے معتبر ذریعہ سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر بلوایا اور ہر مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امیر المومنین (علی) اور تمام پاک اماموں کی ولایت و امامت کے بارے میں فرائض (نماز وغیرہ) سے زیادہ تاکید اور مبالغہ سے فرمایا گیا''۔

''ناسخ التواریخ'' کے شیعہ مؤلف نے بھی شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ام ہانی کے گھر استراحت فرمانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود در خانہ ام ہانی خواہر علی علیہ السلام بودم و بر مصلّے

① ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۵۳۵۔
② حیاۃ القلوب جلد ۲ ص ۲۷۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خویشتن کار خواب راست میکردم کہ ناگاہ سقف خانہ بشگافت و جبرئیل درآمد اتاہ جبرئیل ومعہ خمسون الف ملک معھم رجل بالتسبیح ورسول اللہ ﷺ فی بیت ام ھانی ومعہ میکائیل فقال قم یا محمد فان الجَبَّارَ یدعوک "۔ ①

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں ام ہانی خواہر علی علیہ السلام کے گھر تھا اور اپنے مصلے پر سو رہا تھا کہ یکا یک مکان کی چھت کھل گئی اور جبرئیل داخل ہوا۔ فرشتہ جبرئیل اور اس کے ساتھ پچاس ہزار فرشتے تھے اور تسبیح لیے ایک شخص بھی ان کے ساتھ تھا اور میکائیل فرشتہ بھی تھا۔ اس نے کہا: "اٹھو اے محمد ﷺ! خدائے جبار تمھیں طلب کرتا ہے"۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت ام ہانی کے گھر میں تھے۔

غرضیکہ اس عالم ارضی سے تو رسول اللہ ﷺ حضرت علی کی بہن ام ہانی کے گھر سے تشریف لے گئے تھے آسمانوں پر فرشتے علی کو جانتے پہچانتے تھے۔ جس جس آسمان سے آپ کا گزر ہوتا فرشتے علی بن ابو طالب کی خیریت پوچھتے رہے۔

"رسول خدائے می فرماید در ہر آسمان ملائکہ باسن ایں معاملات داشتند وسخن از علی می کردندومی گفتند در بیت المعمور نام تو وعلی وفرزندان اُودر نامہٗ از نور نگاشتہ است وآں پیمان است کہ از ما گرفتہ اند در ہر جمعہ آں پیمان را بر ما می خوانندش سجدہٗ شکر بگذاشتم ومی فرماید کہ درشب معراج برمن ندا آمد کہ از پیغمبراں پُرسش کُن کہ بچہ مبعوث شُدند؟ چوں پُرسش کردم گُفتند برسالت تو وامامت علی

① ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۵۳۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وفرزندانِ او''۔ (جلد ۲ ص ۵۴۴)

''رسول خدا فرماتے ہیں کہ ہر آسمان پر فرشتے مجھ سے یہی معاملہ کرتے۔ علی کی بابت دریافت کرتے اور کہتے کہ بیت المعمور میں آپ کے اور علی اور ان کی اولاد کے نام نامۂ نوری میں لکھے ہوئے ہیں اور یہ وہ عہد و پیمان ہے جو ہم سے لیا گیا ہے جو ہر جمعہ کو ہمیں سنایا جاتا ہے پس میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ یہ بھی فرمایا کہ شب معراج میں مجھ پر یہ ندا بھی آئی کہ دوسرے پیغمبروں سے پوچھو کہ کس لیے وہ مبعوث ہوئے تھے؟ ان سے جب پوچھا کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور علی اور ان کی اولاد کی امامت کے لیے ہمیں پیغمبری دی گئی تھی''۔

ملا باقر مجلسی اور مؤلف ناسخ التواریخ نے یہ روایت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''چوں بزیر عرش رَسیدَم علی رادیدم گفتم یا علی تو پیش ازمن آمدی جبرئیل گفت ایں فرشتہ ایست کہ خدائش بصورت علی آفریدہ برائے کرامت علی وچوں فرشتگان آرزوئے دیدار علی کنند بزیارت وے شوند و می فرماید چوں بمقام قاب قوسین رسیدم درآنجا صورت علی رادیدم خطاب آمد کہ ایں صورت را می شناسی؟ عرض کردم کہ صورت علی است پس وحی آمد کہ فاطمہ باوے تزویج کن واورا خلیفۂ خود گرداں و می فرماید ہمہ انبیا ازمَن پرسش حال علی کردند''۔ ①

''میں جب زیر عرش پہنچا وہاں علی کو دیکھ کر پوچھا اے علی تم مجھ سے پہلے ہی آ گئے اس پر جبرائیل نے بتایا کہ یہ فرشتہ ہے جسے خدا نے

① ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۵۴۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرامت علی کی وجہ سے علی کی صورت میں بنایا ہے چونکہ فرشتے علی کے دیدار کی آرزو رکھتے ہیں، وہ علی کی زیارت کرسکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا جب میں مقام قاب قوسین پر پہنچا وہاں صورت علی کی دیکھی۔ خطاب (الٰہی) آیا اس صورت کو پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یہ صورت علی کی ہے پس وحی آئی کہ فاطمہ کی شادی اس سے کردو اور اسے ہی اپنا خلیفہ بھی مقرر کرو۔ رسول اللہ ﷺ یہ بھی فرماتے تھے کہ تمام انبیا علی کا حال پوچھتے تھے''۔

اسی قبیل کی بے شمار حکایتوں کے ذخیرہ خرافات کی اب آخر میں یہ بات اور سن لیجیے کہ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے لغت علی بن ابی طالب میں بات چیت کی تھی۔ لکھتے ہیں کہ

''از رسول اللہ ﷺ پرسش رفت کہ در شب معراج خدای باتو بچہ لغت کلام فرمود؟ جواب داد بالغت علی بن ابی طالب مارا خطاب کرد والہام فرمود .... ندا آمد تو را از نورِ خود آفریدم وعلی را از نور تو آفریدہ ام چوں میدانم ہیچکس را از علی دوست تر نداری، بلغتِ اُو باتُو سخن کردم تاتو مطمئن گردَد''۔ ①

''رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ معراج کی رات میں، اللہ تعالیٰ نے آپ سے کس کے لہجے وزبان میں بات چیت کی تھی؟ فرمایا علی بن ابی طالب کے لہجے وزبان میں مجھ سے خطاب کیا اور الہام فرمایا...... پھر مجھے آواز آئی کہ ہم نے تم کو اپنے نور سے پیدا کیا اور علی کو تمھارے نور سے بنایا ہے چونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ تم کسی کو بھی علی سے زیادہ محبوب نہیں رکھتے، اس لیے اس کے لہجے وزبان میں ہم نے

① ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۵۴۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم سے بات کی تا کہ مطمئن رہو‘‘۔

یہ چند واہی حکایتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خیالی منزلت کی مشتے نمونہ از خروارے کے طور سے پیش کی گئی ہیں ان کے بارے میں تو کچھ کہنا ہی نہیں۔ عِیاں راچہ بیاں۔ معراج (اسرا) کے عظیم واقعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اوران کی بہن ام ہانی کو متعلق کرنے کی یہ حکایتیں تو اسی مقصد سے وضع ہوتی رہیں کہ خاتم النّبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ورسالت کو جو بلا فرق وامتیاز رنگ ونسل اور قوم وقبیلے کے تمام انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے ہے، اسے خاندانی ونسبی رشتے داروں کو تفوّق دینے کا آلۂ کار قرار دیا جائے ۔ یہ حکایتیں اسی پروپیگنڈے کے زمرے میں شامل سمجھیے جو صدیوں سے ابوطالب کی آنحضور ﷺ سے بے انتہا محبت اور آپ کی کفالت و پرورش کرنے کی من گھڑت روایتوں سے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اوران کی فاطمی اولاد کی وراثت وولایت وامامت کی طرح طرح سے اور مختلف رویوں میں پھیلائی جاتی رہی ہیں ورنہ سیاسی میدان میں ان حضرات کی عبرت ناک ناکامیاں ہی اصلی سبب ہیں انتہائی غلو کا جس کی ایک جھلک شب معراج کی مندرجہ بالا حکایتوں سے آپ نے بھی دیکھ لی ہے۔

ایک اور جھوٹ:

ام ہانی کو (معاذ اللہ) زوجۂ رسول اللہ بتانے کی مکروہ لغو بیانی کے علاوہ ’’رسالت خاتم النّبیین ﷺ‘‘ کے مؤلف صاحب نے معراج جسمانی کے ثبوت پیش کرنے کے سلسلے میں صریح کذب بیانی سے بھی گریز نہیں کیا۔ سیرت ابن ہشام سے حسن بصری رحمہ اللہ کی روایت معراج کی نقل کرتے ہوئے اس کے اصل راوی کے نام کا اِخفا کر کے اس روایتِ ہی کو حسن بصری کے بجائے حسن بن علی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سے منسوب کر دیا ہے۔ درانحالیکہ سیرت ابن ہشام میں جن آٹھ راویوں کی روایتیں معراج کی ہیں ان سب کے ناموں کی فہرست میں حسن بصری کا نام مع ولدیت وسکون صراحتاً درج ہے اس ترتیب سے:

"عن عبد الله بن مسعود وابی سعید الخدری وعائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعاویه بن ابی سفیان والحسن بن ابی الحسن البصری وابن شهاب الزهری وقتادة وغیرهم من اهل العلم وام هانی بنت ابی طالب"۔ ①

ان راویوں میں دو تو خواتین ہیں، ام المومنین عائشہ وام ہانی رضی اللہ عنہما (جن سے یہ غلط روایت منسوب ہے جس کا ذکر گزر چکا)۔ تین صحابی ہیں، باقی تین غیر صحابی اہل العلم ہیں۔ ان میں پہلا نام حسن بن ابوالحسن بصری رحمہ اللہ کا ولدیت وسکونت کی تصریح کے ساتھ صاف درج ہے۔ فہرستِ راویان میں نہ کہیں حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا نام ہے نہ کوئی ذکر، نام وذکر ان کا ہوتا بھی کیوں اس لیے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا شمار طبقہ رواۃ اہل علم میں کبھی ہوا ہی نہیں اس عہد کے رواۃ میں اور علمی مسائل کے سلسلے میں جہاں کہیں الحسن نام آیا ہے مراد حسن بصری سے ہے نہ کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے۔ مؤلف مذکور کی یہ غلط بیانی دانستہ ہو یا نادانستہ، حیرت انگیز ضرور ہے خصوصاً حسب ذیل فقرات:

رہا یہ سوال کہ واقعہ (معراج) کس طرح پیش آیا؟

سو ہمارے لیے اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ ہم حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو تسلیم کر لیں جو انھوں نے خاص اپنے جد محترم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔ (ص ۲۲۸)

کہاں حسن بصری رحمہ اللہ کے الفاظ روایت اور کہاں حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے

① السیرة النبویة لابن هشام ص ۱۵۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاص اپنے جد محترم سے روایت نقل کرنے کی غلط بیانی اور یہ غلط بیانی اور بھی زیادہ مکروہ ہو جاتی ہے اس ہرزہ گوئی سے جو معراج کے روحانی ہونے کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجۂ مطہرۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور قول کے متعلق کی گئی ہے انھیں زمانہ معراج میں چھوٹی بچی بتا کر لکھ دیا ہے کہ ''وہ اس اہم واقعہ کو اچھی طرح یاد نہ رکھ سکیں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو زمانہ معراج میں سن بلوغت کو پہنچ چکی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہ چاروں اولادیں عبدالرحمٰن وعبداللہ، دو بیٹے اور دو بیٹیاں اسما وعائشہ رضی اللہ عنہا جو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئی تھیں ان سب کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ونبوت سے قبل زمانہ جاہلیت میں ہوئی تھی۔ ''فکل هؤلاء الاربعة من اولاده ولدوا في الجاهلية''۔ ①

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زمانہ معراج میں چھوٹی بچی نہیں بلکہ تیرہ چودہ ② برس

---

① تاریخ طبری جلد ۴ ص ۵۰ طبع اول.

② علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ کا یہ موقف جمہور علماء کے برخلاف ان قلیل التعداد گروہِ علماء کی تحقیق کے مطابق ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ۱۶ سال اور رخصتی کے وقت اُنیس سال کا مانتے ہیں۔ یہ گروہِ علماء اس سلسلے میں صحیح بخاری میں مذکور روایت کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ہوا جب آپ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶ سال اور رخصتی کے وقت ۹ سال تھی، کو ہشام بن عروہ کا وہم مانتے ہیں اور دیگر قرائن کی روشنی میں نکاح ورخصتی کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بالترتیب ۱۶ اور ۱۹ سال کا بتاتے ہیں۔ اردوداں طبقہ میں اس سلسلے میں کئی اہل علم نے کتب تصنیف کی ہیں جن میں سب سے ضخیم کتاب حکیم نیاز احمد (فاضل دیوبند) کی ہے۔ اہلحدیث علماء میں یہ موقف حکیم فیض عالم صدیقی شہید نے بھی اپنایا ہے۔ تاہم اس سلسلے میں جمہور کا موقف صحیح بخاری کی روایت کے تحت ہی ہے۔ سید سلیمان ندوی مرحوم نے اپنی مبسوط تالیف ''سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا'' کے ضمیمہ میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری حکیم نوردین بھیروی کے شاگرد اور رئیس قادیان کی لاہوری پارٹی کے امیر کے شبہات کا جواب دیتے ہوئے اس متعلق کافی مفصل ومدلل کلام کیا ہے اور ان اہل علم کے موقف کو مرجوح قرار دیا ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کم سنی ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تھیں، اس زمانہ میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا وجود در کنار ان کے والدین کی شادی بھی اس وقت نہیں ہوئی تھی بلکہ معراج سے تین چار سال بعد ہوئی تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ تو عہد رسالت میں اتنے کم سن تھے کہ انھیں اپنے جد محترم بھی اچھی طرح یاد نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ارشاد کسی حدیث کی روایت بھی بسند صحیحہ ان سے کہیں نہیں ہے۔ ①

==> کے نکاح وشادی کے وقوع کے انکاری ہیں۔ پھر قاضی محمد طاہر علی ہاشمی رحمہ اللہ نے سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے استدلالات کا جواب دیا ہے۔ (محمد فهد حارث)

① ایسا لکھنا علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ کا صریح تسامح ہے کیونکہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح روایات ثابت ہیں جن میں سب سے مشہور ابوداؤد، ترمذی اور بیہقی میں دعائے قنوت سے متعلق حسن روایت ہے کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ دعائے قنوت سے متعلق فرماتے ہیں:

''علمني رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کلمات اقولهن في قنوت الوتر ''

یعنی ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ کلمات پر مشتمل دعا سکھلائی تا کہ میں اسے وتروں میں پڑھا کروں۔''

اس سے آگے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اس دعا کے جو کلمات نقل کیے ہیں، ان ہی پر اہلحدیث علماء وعوام کا عمل ہے یعنی

''اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ، وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، اِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ ''۔

(صحيح سنن ابي داؤد، الوتر، باب القنوت في الوتر حديث نمبر ۱۴۲۵، ۱۴۲۶) (روى قصة الدعاء منه ابو داود، والترمذي، والنسائي، عن قتيبة بن سعيد، عن أبي الأحوص۔ ورواها ابن ماجه، من أبي بكر بن أبي شيبة، عن شريك جميعاً عن أبي إسحاق، عن بُرَيد، نحوه)

علامہ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو صحیح سنن ابوداؤد میں نقل کیا ہے جبکہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن (حدیث ہذا کی سند میں جو ''مسائل تصوف'' ہیں، کبھی اللہ تعالیٰ نے فراغت نصیب کی تو اس پر خامہ فرسائی کی جائے گی۔ وبیدہ التوفیق!۔ از سیدہ ام معاذ) اور امام ابن خزیمہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے سنن ترمذی، الوتر، ماجاء في القنوت في الوتر، حدیث نمبر ۴۶۸، صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر ۱۰۹۵۔ (محمد فهد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل علمیہ اور وسعت معلومات کے بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کا یہ قول منقول ہے کہ

''ہم کو کبھی کوئی مشکل مسائل شریعت میں ایسی پیش نہیں آئی جس کو ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق معلومات نہ ہوں''۔ ①

امام زہری رحمہ اللہ ان کے فضل وکمال کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''لو جمع علم الناس کلھم وعلم ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانت عائشہ اوسعھم علماً''۔

''اگر تمام مردوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب سے زیادہ وسیع ہوگا''۔

دین وشریعت کے متعدد اہم مسائل، علم غیب، رویتِ باری، عصمتِ انبیا ومعراج وغیرہ کے بارے میں حضرت عائشہ کے ارشادات علمائے امت میں مقبول ہیں۔ دو ہزار دو سو دس احادیث کی روایت ان سے ہے۔ یہ سب علم وفضیلت مجتہدانہ حیثیت اپنے مقدس شوہر علیہ السلام ہی کے فیض صحبت وتربیت سے تو انھیں حاصل ہوئی اسراء (معراج) کی صحیح کیفیت وحقیقت بھی اسی طرح معلوم تھی تب ہی تو وہ بالیقین اور بوثوقِ تمام فرمایا کرتی تھیں:

''خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم غائب نہیں ہوا، آپ کی روح کو معراج ہوئی''۔ ②

---

① جامع ترمذی۔

② یہ علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ کا تسامح ہے کہ وہ معراج کو جسمانی کے بجائے روحانی مانتے ہیں جبکہ معراج کے روحانی ہونے سے متعلق کوئی ایک حدیث یا اثر بھی ثابت نہیں۔ پیشِ نظر ==>

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یہ قول ان کا ان کے بھانجے حضرت عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ سے منقول

==> روایت جس میں عباسی صاحب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف معراج کے روحانی ہونے کا قول منسوب کرر ہے ہیں تو درحقیقت یہ قول سخت ضعیف ہے۔ اس قول کی مختلف اسناد علامہ بلاذری نے انساب الاشراف جلد اول صفحہ ۲۵۵ پر نقل کی ہیں جن میں سے کوئی بھی ضعف سے خالی نہیں۔

انہیں اسناد میں سے ایک سند کچھ یوں ہے:

حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمة عن محمد بن اسحٰق قال حدثنی بعض آل ابی بکر ان عائشة کانت تقول.

اس سند میں محمد ابن حمید الرازی اور سلمۃ الابرش ہیں جو دونوں عندالمحدثین ضعیف رواۃ ہیں (تفصیل کے لیے دیکھیے میزان الاعتدال تحت الترجمۃ سلمۃ الابرش ومحمد ابن حمید)۔ جبکہ اس سند میں دوسری علت بعض آل ابی بکر کا مجہول ہونا ہے۔ آلِ ابی بکر کا کوئی شخص کون ہے؟ اس کا کچھ اتا پتہ نہیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے "سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم" جلد سوم صفحہ ۳۴۴ میں آل بکر کے مجہول ہونے کے سبب اس روایت کو ضعیف بتایا ہے۔ اسی طرح حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "واقعہ معراج اور اس کے مشاہدات" صفحہ ۳۲ پر جبکہ علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت" جلد اول صفحہ ۱۹۱ پر اس روایت پر جرح کر کے اس کا ضعیف ہونا ثابت کیا ہے۔ پس یہ روایت پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور علامہ عباسی رحمہ اللہ کا اس طرح کی ضعیف روایات سے استدلال کرنا غیر درست ہے۔ (محمد فہد حارث) تاہم اس سلسلے میں یہ بات مستحضر رہے کہ **وقال ابو احمد بن عدی (الجرجانی فی "الکامل") : ولمحمد بن إسحاق حدیث کثیر وقد روی عنہ أئمة الناس: شعبة: والثوریُ، وابنُ عُیَینَةَ، وحماد بن سَلَمَةَ وغیرھم۔ وقد روی "المغازی" عنه إبراھیم بنُ سعد، وسلمة بن الفضل، ومحمد بن سَلَمة، ویحیی بن سعید الأموی، وسعید بن بزیع، وجریر بن حازم، وزیاد البکائی وغیرھم** ۔ (تہذیب الکمال للمزی رحمہ اللہ: ترجمہ محمد بن اسحاق رحمہا اللہ تعالیٰ) پس ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف سلمہ اللہ تعالیٰ، پروفیسر قاضی محمد طاہر علی ہاشمی تغمدہ اللہ برضوانہ اور بعض دیگر اہل علم وفضل محمد بن حمید رازی اور سلمۃ الابرش پر محدثین کرام کی جروح نقل فرما کر مطمئن ہو جاتے ہیں حالانکہ مغازی ابن اسحاق کے متعدد راوی ہیں اور کتاب ہذا کی تہذیب وتلخیص "السیرۃ النبویۃ" (از امام ابن ہشام رحمہ اللہ) میں ان کے شیخ ......زیاد البکائی رحمہ اللہ......نقل مغازی ابن اسحٰق میں سب سے فائق قرار دیے گئے ہیں......از، سیدہ ام معاذ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ①

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ تو جیسا بیان ہوا عہد نبوت میں اتنے صغیر سن اور بے شعور بچے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وارشاد یاد رکھنا درکنار آپ کا حلیہ مبارک بھی انھیں یاد نہیں تھا۔ خود ان ہی کا قول ہے کہ اپنے ماموں ہند ② بن ابو ہالہ رضی اللہ عنہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔

''عن حسن بن علي قال سالت خالي ابن هالة وكان رصافاً عن حلية رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ''۔ ③

''حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک میں اپنے ماموں ابن ہالہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کرتا تھا، وہ مجھے بتایا کرتے تھے''۔

---

① عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے یہ قول کس کتاب میں منقول ہے، اس کا کوئی ذکر اس جگہ علامہ عباسی رحمہ اللہ نے نہیں کیا۔ پھر جناب عروہ رحمہ اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا آلِ ابی بکر سے ہونا بھی درست نہیں کیونکہ یقیناً جناب عروہ رحمہ اللہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے لیکن آل باپ سے چلتی ہے ماں سے نہیں، پس عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اس لحاظ سے آل زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھتے تھے اور اسدی قریشی تھے۔

تاہم اسی کتاب میں آگے جا کر علامہ محمود احمد عباسی نے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کے اس قول کی سند کے لیے انساب الاشراف جلد اول صفحہ ۲۵۵ کا حوالہ دیا جہاں اس کی سند میں واقدی جیسے متروک راوی موجود ہیں۔ اس کی مکمل سند ہم آگے ایک اور حاشیے میں نقل کر رہے ہیں۔ (محمد فہد حارث)

البتہ اگر عباسی رحمہ اللہ بعض آل ابی بکر سے فقیہ نسل قاسم رحمہ اللہ بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ یا ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ مراد لیتے تو کوئی بات بھی ہوتی کہ ابن اسحاق باپ بیٹا دونوں سے روایت بھی کرتے ہیں اور قاسم رحمہ اللہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور شاگرد بھی ہیں۔ (سیدہ ام معاذ)

② یہ ہند بن ابو ہالہ تمیمی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے شوہر کے فرزند تھے۔ انھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پرورش کیا تھا۔ رشتے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے سوتیلے ماموں تھے۔

③ انساب الاشراف بلاذری جلد ۱ ص ۳۸۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے کم سن بچے کے مفروضہ قول کو ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ارشاد کے خلاف ابلہ فریبی سے پیش کرنے کی مؤلف ''رسالت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم'' نے مذموم حرکت کی ہے اظہارِ حقیقت کے لیے یہ گفتگو ناگزیر ہوئی۔ پُرلطف تو یہ ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ سے وہ منسوبہ روایت ہی نامعتبر ہے۔ راویانِ معراج میں ان کے نام کی صراحت مع ولدیت وسکونت کرنے کے بعد ابن اسحاق نے صرف اتنا ہی لکھ دیا ہے:

''حُدِّثتُ عن الحسن انه قال''۔

''یعنی مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ حسن (بصری) کا قول ہے''۔

کس نے بتایا۔ کس سے سنا اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اس منقطع روایت کے برخلاف مشہور راوی قتادہ بن دعامہ سدوسی المتوفی ۱۱۷ھ سے جو صحیح قول ① ان کا اسناد کے ساتھ منقول ہے وہ اس منقطع روایت کے سراسر متضاد ہے اور وہ یہ ہے:

''عن معمر عن قتادہ عن الحسن قال اُسرِیَ بروحِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو نائم علی فراشه''۔ ②

''معمر سے روایت ہے ان سے قتادہ نے بیان کیا کہ حسن (بصری) کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو معراج ہوئی اور آپ اپنے بستر پر سو رہے تھے''۔

① اس روایت کو صحیح کہنا علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ کا سہو ہے کیونکہ اس روایت میں قتادہ بن دعامہ سدوسی ہیں جو طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں (دیکھیے طبقات المدلسین لابن حجر عسقلانی) اور وہ اس روایت کو عن سے روایت کر رہے ہیں، پس قتادہ کے عنعنہ اور حسن بصری کے ارسال کے سبب یہ روایت ضعیف ٹھہرتی ہے۔ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے برادرِ عزیز وعلیم ابوالمحبوب انور شاہ راشدی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

فیه عنعنة قتادة وکذا ارسال الحسن. واللہ اعلم (محمد فہد حارث)

② انساب الاشراف بلاذری جلد ۱ ص ۲۰۵.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیز صاحب کشاف نے بھی یہی قول حسن بصری کا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اقوال کے ساتھ لکھا ہے۔ اسرا (معراج) کے بیان میں لکھتے ہیں:

''واختلفَ فی انه کان الیقظة ام فی المنام فعن عائشة انها قالت واللہ ما فُقِدَ جَسَدُ رسولِ اللہ ﷺ ولکن عُرِجَ بروحه وعن معاویة انما عرج بروحه وعن الحسن کان فی المنام رویا راٰها''۔ ①

''اس بات میں اختلاف ہے کہ معراج جاگتے میں ہوئی یا سوتے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے انہوں نے کہا خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کا جسم غائب نہیں ہوا بلکہ ان کی روح کو معراج ہوئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول بھی یہی ہے کہ معراج روحانی ہوئی اور حسن (بصری) سے منقول ہے کہ معراج ایک واقعہ تھا جو رسول اللہ نے خواب میں دیکھا تھا''۔

اب ملاحظہ ہو ابن اسحاق کی تضاد بیانی۔ ایک طرف تو حسن بصری سے بغیر سند کے وہ روایت منسوب کی ہے جو مؤلف ''رسالت خاتم النّبیین ﷺ'' نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے کہلوانے کی ابلہ فریبانہ غلط بیانی کا ارتکاب کیا ہے اور دوسری طرف ان ہی حسن بصری کا متذکرہ بالا قول بھی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اقوال کے ساتھ مندرجہ ذیل عبارت میں بیان کر دیا ہے:

''روایة عائشة رضی اللہ عنہا: قال ابن اسحاق: وحدَثنی بعضُ آل ابی بکر: أنّ عائشةَ زوجَ النبی ﷺ کانت تقول: ما فُقِدَ جسدُ رسولِ اللہ

① کشّاف ص ۷۵۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔، ولکن اللہ اسرٰی بروحہ.

روایۃ معاویۃ رضی اللہ عنہ: قال ابن اسحاق: وحدّثنی یعقوب بن عُتبۃ ابن المغیرۃ بن الاخنس: اَنَّ معاویۃ بنَ ابی سفیان، کان اذا سُئِل عن مَسرٰی رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔، قال: کانت رؤیا من اللہ تعالٰی صادقۃ.

الاسراء رؤیا: فلم یُنکر ذلک من قولھما، لقول الحسن: اِنّ ھذہ الآیۃ نزلت فی ذالک، قول اللہ تبارک وتعالی: " وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ "① ولقول اللہ تعالی فی الخبر عن ابراھیم علیہ السلام اذ قال لابنہ: "يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ"② ثم مضٰی علٰی ذالک. فعرفتُ انّ الوحی من اللہ یاتی الانبیاء ایقاظاً ونیاماً۔ ''③

''ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھ سے، آل ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص ④ نے

① الاسراء: ۶۰.

② الصّٰفّٰت: ۱۰۲.

③ سیرت ابن ھشام جلد ۱ ص ۲۸۸، ۲۸۹.

④ یہ راوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے عروہ ہیں جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء کے فرزند تھے۔ ان سے ان کے بیٹے ہشام بن عروہ نے روایت کی ہے اور ہشام سے ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان متوفی ۱۳۰ ھ نے۔ ابن اسحاق نے عروہ بن زبیر کا نام ترک کردیا، اس لیے بعض اہل علم نے اس روایت ہی کو منقطع قرار دے دیا ہے۔ پورا سلسلۂ اسناد انساب الاشراف جلد اول صفحہ ۲۵۵ میں ملاحظہ ہو۔ (محمود احمد عباسی)

انساب الاشراف جلد اول صفحہ ۲۵۵ میں یہ پورا سلسلہ اسناد یوں ہے:

"حدثنی محمد بن سعد عن الواقدی عن ابی الزناد عن ھشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت"

اس سلسلہ سند میں واقدی عند المحدثین کذاب ہے جس کے ضعف پر بقول امام ذہبی اجماع پایا جاتا ہے۔ غرض ہشام بن عروہ سے مروی یہ روایت بھی سخت ضعیف ہے۔ (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک غائب نہیں ہوا بلکہ خدا ان کی روح مبارک کو معراج میں لے گیا تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن الاخنس نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے رسول خدا کی معراج کا حال پوچھا گیا انھوں نے کہا یہ تمام واقعہ خدا کی طرف سے ایک سچا خواب تھا۔ ان دونوں کے اقوال کا کسی نے انکار نہیں کیا ہے کیونکہ حسن بصری کا قول ہے کہ اسی معراج کے باب میں یہ آیت نازل ہوئی "وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ" اور خدا نے ابراہیم علیہ السلام کا خواب بھی حکایتاً بیان کیا ہے یعنی جب انھوں نے اپنے فرزند سے کہا اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا تجھ کو ذبح کرتے ہوئے پھر انہوں نے اس پر عمل کیا (حسن بصری کہتے ہیں) میں نے جان لیا کہ خدا کی طرف سے نبیوں پر خواب و بیداری دونوں میں وحی آتی ہے"۔

پھر ابن اسحاق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد گرامی کے بیان کے بعد خود اپنے خیال کا اظہار بھی ام المومنین رضی اللہ عنہا کے قول کی وضاحت کے طور سے ذیل کی عبارت میں کر دیا ہے:

"قال ابن اسحاق: وكان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فيما بلغني۔ يقول: تنام عيناى وقلبي يقظان۔ والله اعلم أى ذلك كان قد جاءه، وعاين فيه ما عاين، من امر الله، على اىّ حاليه كان نائما أو يقظاناً۔ كل ذلك حق وصدق"۔ ①

"ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

① سیرت ابن هشام جلد ۱ ص ۲۸۹/۱۵۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے تھے کہ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں میرا دل جاگتا ہے پس خدا ہی جانتا ہے کہ کس کس حالت میں وحی آنحضرت ﷺ پر آئی دونوں حالتوں میں سے جو کچھ خدا کے حکم سے دیکھنا تھا دیکھا جاگتے میں یا سوتے میں اور یہ سب کچھ حق اور سچ ہے''۔

''رسالت خاتم النّبیین ﷺ'' کے مؤلف کی مکروہ غلط بیانیوں کا پردہ چاک کرنے کے لیے یہ تفصیلات وتصریحات ناگزیر تھیں ورنہ یہ مبحث تو سلف سے مختلف فیہ رہا ہے اہل تحقیق نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اقوال کو ترجیح دی ہے۔ ①

اختلاف سلف العلماء:

اسرا (معراج) کے روحانی وجسمانی ہونے میں اگلے لوگوں اور طبقہ علما میں اختلاف رہا ہے۔ قاضی عیاض نے اپنی مشہور کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ﷺ'' میں اختلافِ سلف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اِختَلَفَ السلفُ والعلماء هل كان اسراء بروحه او بجسده علی ثلاث مقالات فذهب طائفة انه اسراء بالروح وانه رؤيا منام مع اتفاقهم ان رؤيا الانبياء وحی وحق والٰی هذا ذهب معاوية وحُكِیَ عن الحسن والمشهور عنه خلافُه واشار محمد

① جیسا کہ ہم پیچھے ثابت کر آئے ہیں کہ معراج کے روحانی ہونے کے قول کی نسبت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں۔ بعینہٖ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قول غلط منسوب ہے کیونکہ یعقوب بن عتبہ المتوفی ۱۳۸ھ جو چھوٹے درجے کے تابعی ہیں، کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سماع وملاقات ثابت نہیں۔ پس یہ روایت منقطع ہونے کے باعث ضعیف ہے۔ اس روایت پر تفصیلی کلام کے لیے علامہ حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی رحمہ اللہ کی کتاب ''مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت'' جلد اول صفحہ ۱۸۹ اور حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کی کتاب ''واقعہ معراج اور اس کے مشاہدات'' صفحہ ۳۲ ملاحظہ کیجیے۔ (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن اسحاق و حُجَّتُهم قوله تعالی " وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ" وما حكوا عن عائشة ما فقدت ① جسد رسول الله ﷺ وقوله بينا انا نائم وقال انس وهو نائم فى المسجد الحرام وذكر القصة ثم قال فى آخرها فاستيقظت وانا بالمسجد الحرام وذهب معظّم السلف والمسلمين الٰى انه اسراء بالجسد فى اليقظة "۔(الٰی آخرہ ص ۸۵)

" اگلے لوگوں اور عالموں کے اسرا کے روحانی یا جسمانی ہونے میں تین مختلف قول ہیں ۔ ایک گروہ اسراء کے روح کے ساتھ اور خواب میں ہونے کا قائل ہے اور اس پر بھی متفق ہیں کہ پیغمبروں کا خواب وحی اور حق ہوتا ہے ۔ (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی ہے اور حسن (بصری) کو بھی اس کا قائل بتاتے ہیں ۔ اگرچہ ان کا مشہور قول اس کے برخلاف ہے ۔ اور محمد بن اسحاق نے اس طرف اشارہ کیا ہے، ان کی دلیل ہے خدا کا یہ فرمانا کہ "نہیں کیا ہم نے وہ خواب جو دکھایا تجھ کو مگر آزمائش واسطے لوگوں کے" اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول کہ "نہیں غائب ہوا رسول اللہ ﷺ کا جسم مبارک (معراج میں)" اور آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ "اس حالت میں سوتا تھا ۔" اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ "آنحضرت ﷺ اس وقت (معراج کے وقت) مسجد حرام میں سوتے تھے"، پھر معراج کا قصہ بیان کر کے انس رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ کہنا کہ "انہوں نے فرمایا کہ "میں جاگا کہ اس وقت میں مسجد حرام میں

① یہ کتابت کی غلطی ہے، عینی (کی شرح صحیح بخاری) میں بغیر "ت" کے صرف "فقد" ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا''۔مگر بہت سے گزشتہ عالم کے معظم السلف والمسلمین لوگ اور عام مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ اسراء جسم کے ساتھ اور بیداری کی حالت میں ہوئی''۔

مندرجہ بالا اقتباس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت اسرا (معراج) مسجد الحرام (کعبہ) میں سو رہے تھے''ھو نائم فی المسجد الحرام'' صحیح بخاری ومسلم کی ایک طویل حدیث میں ہے اور ساتھ ہی یہ بیان بھی ان کا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں، دل جاگتا تھا۔اسی طرح پیغمبروں کی آنکھیں سوتی ہیں دل ان کے نہیں سوتے''تنام عیناہ ولا ینام قلبہ وکذلک الانبیاء تنام عینھم ولا تنام قلوبھم '' پھر معراج کا سب قصہ بیان کر کے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگے۔آپ مسجد حرام میں تھے فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام، صحیح بخاری ومسلم کی حدیث کے ان کلمات کی صداقت، کلامِ پاک کی آیتِ مبارکہ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا پاک ہے وہ (ذات) جو رات کے وقت لے گیا اپنے بندہ کو، سے ثابت ہوتی ہے۔اسراء کے معنی ہی رات کے سفر کے ہیں۔

پھر لَيْلًا سے مزید وضاحت ہوتی ہے۔رات کا وقت انسانوں کے سونے کا ہوتا ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس وقت سو رہے تھے جیسا آپ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صراحتاً بیان کیا ہے۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ حضرت معاویہ، حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم اور فاضل تابعی حسن بصری رحمہ اللہ کے اقوال میں بھی اسی حالت کا اظہار ہے۔مؤلف''رسالت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم'' نے صحیح بخاری ومسلم کی حدیث کی ان تصریحات کے برخلاف سیرت ابن ہشام کی بے سند اور وضعی روایتوں خصوصاً ام ہانی سے منسوب مکذوبہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت کو ماخذ قرار دے کر مکروہ غلط بیانیوں کا جو ارتکاب کیا ہے، آپ پچھلے اوراق میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔ مزید وضاحت کے لیے یہ بیان ضروری ہوا۔

زمانہ اسراء (معراج):

اسراء (معراج) کا واقعہ کب کس زمانے میں پیش آیا تھا؟ سال و ماہ و تاریخ کے تعیین میں سخت اختلاف ہے۔ بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے شریک بن عبداللہ کی روایت ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی آنے یعنی نبی ہونے سے پہلے کا ہے۔ محدثین نے اس قول کو شاذ کہا ہے۔ عینی شرح بخاری اور دیگر کتب میں اختلافِ سنین و ماہ و سال کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

''واختلف فی وقت المعراج فقیل انه کان قبل المبعث وهو شاذ اِلاَّ اذا حُمل علٰی انه وقع فی المنام فله وجه ''۔①

''معراج کے وقت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں نبوت سے پہلے ہوئی یہ قول شاذ ہے لیکن اس کا واقع ہونا خواب میں خیال کیا جاتا ہے تو بے وجہ بھی نہیں''۔

اسراء (معراج) کے قبل نبوت ہونے کے سلسلے میں علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی مرحوم نے آیت مبارکہ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا میں اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کر کے مسئلہ معراج محمد وارتقائے بشر کے زیر عنوان پوری آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمد) کو ایک رات مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف لے گیا جس کے گرد ونواح کو ہم نے برکت دی یہ اس لیے کہ ہم اس کو

---

① عینی شرح بخاری جلد ۸ ص ۸۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی کچھ نشانیاں (یعنی صحیفہ فطرت کے راز) آنکھوں سے دکھلا دیں اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ بندۂ خدا (محمد) بڑا ہی سننے والا ہے اور بڑا ہی گہرا دیکھنے والا ہے''۔①

پھر حاشیہ پر لکھتے ہیں:

''معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کی نہایت فائدہ مند تجارت کے دوران میں ہی نبی ﷺ کو یہ بصیرت اونٹ پر سفر کرتے کرتے حاصل ہوئی تھی ورنہ مکہ کو چھوڑ کر صرف بیت المقدس کو برکت والی جگہ کہنا کچھ بھلا معلوم نہیں دیتا''۔②

دوسری جگہ آیت مبارکہ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا کے بارے میں کہتے ہیں کہ ''دوسرے لفظوں میں اس کے معنی یہ ہی کہ رسولِ خدا ﷺ کو اس کائنات کی حقیقت اس سفر کے دوران میں کھل گئی خدا کوئی آسمان پر تخت لگائے بیٹھا ہوا نہ تھا کہ رسول خدا اس کے پاس جا کر ''نشانیاں'' دیکھتے۔ یہ دراصل علم دنیا کا ایک انتہائی یا آخری مرحلہ تھا، جس کا ذکر اس آیت میں ہے اور اسی لیے خدا نے تحسین وآفرین کے طور پر اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ کے الفاظ کہے یعنی بے شک وہی ایک شخص تھا جو نہایت درجہ کا سمع اور انتہائی درجہ کا بصر رکھنے والا تھا''۔③

علامہ مشرقی کی انوکھی توجیہ کا سبب شاید زمانہ اسراء کے تعین کے کثیر اختلافات ہوں جن کی کیفیت فتح الباری وعینی شرح بخاری کے مطابق ذیل کے نقشہ میں ملاحظہ ہو:

---

① تذکرۃ: ص ٦٦.
② فتدبر ص ٦٦ ایضاً.
③ ص ٢٣٢ ایضاً.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	اسرا (معراج) کس سال ہوا	کس مہینہ و تاریخ میں ہوا
۱	رسول اللہ ﷺ کو وحی آنے یعنی نبوت سے پہلے	x
۲	ہجرت سے ۸ سال پہلے	x
۳	ہجرت سے ۳ سال پہلے	x
۴	ہجرت سے ۱ سال ۶ ماہ پہلے	ذیقعدہ یا ربیع الاول
۵	ہجرت سے ۱ سال ۵ ماہ پہلے	رمضان
۶	ہجرت سے ۱ سال ۳ ماہ پہلے	x
۷	ہجرت سے ۱ سال ۲ ماہ پہلے	رجب
۸	ہجرت سے ۱ سال پہلے	ربیع الاول
۹	ہجرت سے ۱۱ ماہ پہلے	ربیع الاول
۱۰	ہجرت سے چند ماہ پہلے	ربیع الاول
۱۱	ہجرت سے ۶ ماہ پہلے	شوال
۱۲	نبوت کے تیرھویں سال	ربیع الاول یا رجب یا ۱۷ رمضان

اس واقعہ عظیم اسراء کے تعین زمانہ ہی میں جب اتنے سارے اختلافات مستند ترین کتب میں ہی ہوں تو ام ہانی سے منسوب روایت اور دوسرے راویوں کے بیانات کو کلام پاک کی آیت کے لحاظ سے اعتبار کا کیا درجہ دیا جا سکتا ہے جس میں صرف یہ تصریح ہے کہ ایک رات اللہ تعالیٰ اپنے بندے (محمد ﷺ) کو مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک لے گیا جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے تاکہ اپنی کچھ نشانیاں اسے دکھائے۔ دور کی مسجد سے مراد کون سی مسجد ہے؟ اس میں بھی اختلاف ہے۔ ①

① یہ اختلاف بھی محض معتزلہ اور منکرین حدیث کا گھڑا ہوا ہے ورنہ جماہیرِ امت ہمیشہ ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رات کا سفر (اسراء) اور ہجرت:

مندرجہ بالا نقشے کے مختلف سنین میں سے عینی شرح بخاری میں ہجرت سے ایک سال پہلے آنحضرت ﷺ کے سفر شبانہ (اسراء) کے وقوع پذیر ہونے پر اجماع امت بیان کیا گیا ہے ① اور یہ وہ نازک وقت تھا جب سرغنہ کفر ابوجہل، اس کا چچیرا بھائی ہبیرہ شوہر ام ہانی رضی اللہ عنہا اور دوسرے دشمنان دین مکے کے قلیل التعداد مسلمانوں کی عافیت تنگ کیے ہوئے تھے۔ بقول مؤلف صاحب ''سیرت النبی ﷺ'' جلد سوم، ''معراج در حقیقت ہجرت ہی کا اعلان تھا''۔ ② کتاب ''انساب الاشراف'' میں علامہ بلاذری کا حسب ذیل بیان بھی اس سلسلہ میں قابل لحاظ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''قالوا: ولمّا شَخَصَ السبعون الذين بايعوا عند العَقَبة، اشتدّ ذلک علی قریش، ورأوا أنه قد صارت لرسول الله ﷺ منعة ودار هجرة. فضيّقوا علی المسلمن وآذوهم ونالوا منهم من الشتم والتناول ما لم يكونوا ينالونه. فشكوا ذلک الی رسول الله ﷺ، وسألوه الهجرة، فقال: انه لم يؤذّن لي في ذلک بعد، ثم انه خرج عليهم بعد ذلک بأيام مسروراً، فقال: قد أخبرتُ أن دار هجرتكم يثرب ، فمن أراد الخروج فليخرج فان البلاد قريبة وأنتم بها عارفون وهي طريق عِيركم الی الشّام. فجعلوا يتجهّزون الی المدينة في خفي وستر، ويتسللون، فيقال انه كان

==> سے دور کی مسجد سے مراد مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس ہی لیتے رہے ہیں جیسا کہ صحیحین کی روایات میں مذکور ہے۔ اور اگلی آیات کریمات اس پر شاہد و ناطق ہیں۔ (محمد فہد حارث)

① عینی شرح بخاری جلد ۸ ص ۸۰۔

② سیرت النبی ﷺ ج ۳ ص ۴۰۳۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بَیْنَ أولھم وآخرھم أکثر من سَنَة. ''①

''وہ ستر اشخاص (یثرب کے) جنھوں نے مقام عقبہ پر (رسول اللہ ﷺ) سے بیعت کی تھی۔ جب واپس چلے گئے۔ یہ واقعہ قریش پر سخت گراں گزرا۔ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کو قوت وطاقت ومقامِ ہجرت مل گیا۔ مسلمانوں کی عافیت انہوں نے تنگ کر دی، اذیت انہیں دینے لگے اور ایسے آزار انہیں پہنچانے لگے جواب تک نہیں پہنچا سکے تھے، مسلمان ان کا شکوی رسول اللہ ﷺ سے کرتے اور ہجرت کی اجازت مانگتے، آپ فرماتے: ''اس بارے میں مجھے اذنِ الٰہی ابھی نہیں ملا''۔ پھر چند دن بعد اس کے، رسول اللہ ﷺ نے خوشی ومسرت سے مسلمانوں سے فرمایا: ''تمھاری ہجرت کا مقام یثرب (مدینہ) ہے، پس جو ہجرت کرنا چاہے وہاں ہجرت کر جائے۔ یہ مقام قریب بھی ہے اور تمھاری وہاں واقفیت بھی ہے اور وہ تمھارے کاروانی راستہ ملک شام پر واقع ہے''۔ پس لوگ مدینہ جانے کی تیاری کرنے لگے اور خفیہ خفیہ چھپ کر یکے بعد دیگرے جانے لگے، اول ہجرت سے آخر ہجرت تک ان کو کوئی ایک سال لگ گیا''۔

ان سب مہاجرین کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے رفیق سفر حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں یثرب کو ہجرت کی جو مدینۃ النبی کہلایا اور اسی کی سرزمین سے، جہاں پہنچنے کے بعد آپ ﷺ نے مسجد تعمیر کرائی تھی، اسلام کی سربلندی اور باطل قوتوں کی شکست کے وہ عظیم واقعات رونما ہوتے رہے جن کے نتیجہ میں دین حقہ کا بول بالا ہو کر ادیان عالم کے غلط معتقدات اور اقوام عالم

① انساب الاشراف ج ۱ ص ۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے فرسودہ نظاموں پر برتری وغلبہ حاصل ہو کر لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ اور استخلاف فی الارض کا وعدۂ ربانی پورا ہوا۔ رات کے اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے محمد ﷺ کو کیا نشانیاں دکھائیں قرآن میں ان کی تفصیل نہیں بتائی گئی۔ وہ اللہ تعالیٰ جانے اور اس کے رسول ﷺ۔ صحیح بخاری میں نبی ﷺ کے سفر شبانہ (اسراء) کو بیعت عقبہ اور ہجرت سے متصل بتایا گیا ہے کہ یہ آیات ① (نشانیاں) اسلام کی انقلابی تحریک اور دین حقہ کی برتری وسربلندی، کفر وباطل قوتوں کی پسپائی اور بربادی کی تھیں یا جیسا روایتوں میں بیان ہے اور مؤلف ''رسالت خاتم النّبیین ﷺ'' نے لکھا ہے کہ

> ''خدا نے گنہگاروں کے لیے جو عذاب تیار کر رکھا ہے اس کے کچھ حصہ پر آپ (رسول اللہ ﷺ) مطلع ہو جائیں تاکہ سامعین پر گہرا اثر پڑ سکے۔ اور خدا نے چاہا کہ اپنے رسول پر نمازوں کی عظمت اور اس کی برتر اہمیت کو واضح کر دے''۔ ②

مؤلف مذکور نے نماز کی عظمت اور اس کی برتر اہمیت کے اظہار میں آسمان میں نماز فرض ہونے کا ذکر اسی مشہور روایت ہی سے کیا ہے کہ معراج کی پیشی خداوندی میں پچاس نمازیں یومیہ رسول خدا ﷺ اور امت محمدیہ پر فرض کی گئی تھیں۔ آپ اس عطیہ الٰہی کو لے کر واپس آرہے تھے کہ راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مل گئے انھوں نے اس حکم کی سختی کو آپ پر واضح کرتے ہوئے مشورہ دیا

---

① معراج کی رات نبی ﷺ کو کیا نشانیاں دکھائی گئیں، اس کے لیے حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کی کتاب ''واقعہ معراج اور اس کے مشاہدات۔ ایک تحقیقی جائزہ'' کا مطالعہ ان شاءاللہ مفید رہے گا۔ معراج کے موضوع پر یہ کتاب سب سے جامع اور مستند ماخذ ہے۔ (محمد فہد حارث)

② رسالت خاتم النبیین ﷺ ص ۲۲۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ واپس جا کر اس تعداد میں کمی کرائیں چنانچہ آپ دربار خداوندی میں پہنچ کر یوں عرض رساں ہوتے ہیں:

''فسألتُ ربّی ان یخفّف عنّی وعن امتی ''۔①

''یعنی میں نے اپنے رب سے درخواست کی میرے اور میری امت پر سے نمازوں کی اس تعداد میں تخفیف کر دیجیے''۔

اللہ تعالیٰ بھی اپنے حکم کی زیادتی (معاذ اللہ) تسلیم کر لیتا ہے اور پہلی دفعہ دس نمازوں کی کمی کر دیتا ہے حضرت موسیٰ پھر مل جاتے ہیں، اور مزید کمی کرانے کا مشورہ دیتے ہیں آپ پھر جاتے ہیں اور بار بار جاتے ہیں، پانچ دفعہ آنے جانے پر اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) ہر مرتبہ اپنے حکم کی سختی کو محسوس فرماتا ہے چار مرتبہ دس دس نمازوں کی اور آخری مرتبہ پانچ کی کمی کر دیتا ہے۔ پچاس سے پینتالیس نمازوں کی کمی ہو کر صرف پانچ نمازیں یومیہ باقی رہ جاتی ہیں۔ حضرت موسیٰ ان میں بھی کمی کرانے کا پھر مشورہ دیتے ہیں، آپ ﷺ فرماتے ہیں: اب تو مجھے شرم آتی ہے کہ پھر جاؤں اور درخواست کمی کروں۔ واضعین روایت کو یہ خیال کیوں ہوتا کہ خدائے رحیم وکریم کو معاذ اللہ کیا اس کا اندازہ نہ تھا کہ اس کے بندے پچاس نمازیں یومیہ ادا کرنے کے متحمل نہ ہو سکیں گے بحالیکہ خود اس کا ارشاد بھی ہے:

''يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ''②

یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے لیے آسانی چاہتا ہے اور نہیں چاہتا تمھارے لیے سختی۔

وضعی روایت سے اللہ تعالیٰ کے احکام کا اور پنج وقتہ نماز کے حکم کا جو اسی سورۃ بنی اسرائیل کی اٹھترویں آیت میں واضح طور پر ہے جو تصور قائم ہوتا ہے

① سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص ۴۲۔
② سورۃ البقرۃ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تضحیک کا جو پہلو نکلتا ہے ہر بالغ النظر محسوس کر سکتا ہے۔ ① اسی طرح ام ہانی سے منسوب روایت میں جو کہا گیا ہے کہ شام جاتے ہوئے ایک وادی میں اور واپسی سفر میں مکے کے قریب مقام ضجنان ② پر آپ کا گذر دو قافلوں پر ہوا۔ پہلے قافلے کے اونٹوں میں آپ کی سواری (براق) کی کھڑکھڑاہٹ (حس الدابۃ) سے ایسی بھگدڑ مچ گئی (فأنفروهم) کہ ایک اونٹ بھی ان کا گم ہوگیا۔ دوسرے قافلے والے سب گہری نیند سو رہے تھے براق کی کھڑکھڑاہٹ سے قافلے والا تو کوئی نہ جاگا۔ ان کے پینے کا پانی برتن میں بھرا سرپوش سے ڈھکا رکھا تھا۔ آپ نے (معاذ اللہ) چپکے سے سرپوش کھول کر سارا پانی برتن کا پی لیا اور سرپوش کو اسی طرح ڈھک ③ دیا۔ اس قسم کی روایتوں سے آپ کے مکارمِ اخلاق اور بےنظیر تدیُّن کا جن کو آپ کے مخالف بھی مانتے تھے اور آپ کو الامین سے ملقب کرتے تھے کیسا غلط تصور قائم ہوتا ہے۔ یہ ذکر ام ہانی سے منسوبہ روایت کی غلط بیانیوں کی مزید وضاحت کے لیے اس موقع پر کرنا اس لیے اور بھی ضروری ہوا کہ ام ہانی والی وضعی روایت میں جو یہ غلط بات کہی گئی ہے کہ اسراء (معراج) سے واپسی

① صحیح بخاری، الصلاۃ، باب: کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء کی اس حدیث کو محض عقل پرستی کی بنیاد پر وضعی قرار دینا، علامہ محمود احمد عباسی کا سخت تسامح اور اعتزال کے جراثیم سے متاثر ہونے کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ صحیح بخاری کی یہ روایت سنداً و متناً بالکل صحیح ہے اور اس کی مختلف تطبیقیں محدثین کے ہاں معروف ہیں۔ تفاصیل کے لیے فتح الباری جلد اول صفحہ ۶۰۰ پر موجود بحث کا مطالعہ کیا جائے۔ (محمد فہد حارث)

② ضجنان تہامہ کے قریب پہاڑ ہے جو مکہ سے ۲۵ میل ہے چند ہی منٹ میں آپ اس سواری سے جو روایتوں میں بتائی گئی ہے مکے پہنچ کر آب زم زم نوش فرما سکتے تھے۔

③ اہل قافلہ کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ ہم نے برتن کو پانی سے پورا بھر کر رکھا تھا۔ وضعوہ مملوء أماء کو جو دیکھا برتن پانی سے خالی تھا ولم یجدوا فیہ ماء (سیرۃ ابن ھشام جلد ۱ ص ۱۶۰/۲۹۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں آپ سیدھے ام ہانی کے گھر پہنچے۔ پھر لوگوں کو یہ واقعہ سنانے کے لیے جب ان کے گھر سے باہر جانے لگے، انھوں نے اس خیال سے کہ لوگ آپ کی تکذیب کریں گے روکنا چاہا۔ آپ کی چادر پکڑ کر کھینچی جس سے شکم مبارک کھل گیا اور بقول مؤلف ''رسالت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم'' ام ہانی رضی اللہ عنہا نے آپ کے جسم پر اس واقعہ (معراج جسمانی) کا نشان دیکھا۔ وہ کیا نشان تھا؟ مؤلف مذکور کے الفاظ میں سنیے۔ فرماتے ہیں کہ

> ''سواری سے گر جانے کے خوف سے براق کی لگام تھامے رہنے اور مسلسل جھکے رہنے سے آپ کے شکم مبارک کی کھال قبطی کپڑے کی طرح سکڑ گئی تھی''۔①

مگر بُراق کا روایت میں اشارتاً بھی ذکر نہیں۔ ذکر ہوتا بھی تو سرعت رفتار ہی اس کی بتائی گئی ہے کہ ایک ہی اڑان میں دنیا و عالم آخرت کو طے کر لیتا اور منتہائے نظر تک اس کا ایک قدم پڑتا تھا۔ ایسی حالت میں شکم مبارک کی کھال کے سکڑ جانے کا موقعہ ہی کیا تھا؟ جبکہ روایتوں میں یہ بیان بھی ہے کہ فرشتوں کی کثیر جماعت آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہمرکاب رہی تھی، آپ کی سواری کے بارے میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

سفر شبانہ کس طرح ہوا؟:

(۱) بخاری و مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گئے ''أخذ بیدی فعرج بی الی السماء''۔

(۲) ان ہی کتب میں حضرت اَنس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

① رسالت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۳۴.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا ہاتھ پکڑ کر آسمان دنیا پر لے گئے۔ اس کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر جا کر دستک دی ''عرج بہ الی السماء الدنیا فضرب باب من ابوابھا'' ان دونوں حدیثوں میں براق کا کوئی ذکر نہیں۔

(۳) کتب احادیث کے علاوہ تاریخ کی کتابوں میں یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل مجھے اپنے ایک پَر پر بٹھا کر آسمان میں باب الحفظہ پر لے گئے۔

(۴) شیعی کتاب حیاۃ القلوب میں ہے:

''پیغمبر فرمودہ شبے کہ مرا بمعراج بردند جبرائیل مرا بر دوشِ راستِ خود نشانید''۔ ① یعنی پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ معراج کی رات میں مجھے لے جایا گیا۔ جبرائیل نے اپنے داہنے کندھے پر مجھے بٹھا لیا تھا۔

(۵) ایک عجیب روایت یہ بھی ہے کہ جو بزار نے اور سعید بن منصور نے ابوعمران جَونی سے انہوں نے حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں بیٹھا تھا کہ جبرائیل نے آ کر میرے دونوں کندھوں کے بیچ میں ہاتھ مارا۔ پھر ہم دونوں ایک درخت کے پاس گئے جس میں پرندوں کے گھونسلے رکھے تھے، ایک میں جبرائیل دوسرے میں مَیں بیٹھ گیا۔ پھر وہ گھونسلے بلند ہوئے یہاں تک کہ زمین و آسمان کو گھیر لیا②۔

(۶) باقی متعدد روایتوں اور حدیثوں میں براق کی سواری کا ذکر ہے اور اس عجیب الخلقت براق کی ہیئت یوں بتائی گئی ہے کہ سفید رنگ کا چوپایہ گدھے سے بڑا خچر سے قد میں چھوٹا، چہرہ آدمی کا سا، گردن اونٹ کی سی، دُم گائے

① حیاۃ القلوب جلد ۲ ص ۲۸۶۔
② تفسیر احمد جلد ۶ ص ۵۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسی، پیر اُونٹ کے سے، رانوں پر دو پر لگے ہوئے جو مروارید و یاقوت وزبرجد اور ہر قسم کے جواہرات سے مزین تھے اور بقول مؤلف ''حیات القلوب'' لگا میں اس کی ہفتاد ہزار سونے کی ساخت سے۔ ① کنیت براق کی ابو ہلال تھی، حضرت ابراہیم اور دیگر انبیائے سابقین کی سواری بھی رہا تھا۔ گویا چار پانچ ہزار برس کی عمر کا تھا اور شوخی کا یہ عالم کہ آنحضرت ﷺ کے سوار ہوتے وقت چھوشی کرنے لگا، جبرائیل نے طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا: **الا تستحی یا براق مما تصنع فو اللہ مار کبک عبدًا للہِ قبل محمد اکرمُ علیه منه فاستحیا حتّٰی ارفضّ عرقاً** ② اے بُراق تجھے یہ حرکت کرتے شرم نہیں آتی قسم بخدا خدا کے نزدیک محمد سے زیادہ کوئی اور مقبول بندہ تجھ پر اس سے پہلے سوار نہیں ہوا۔ براق کو ایسی شرم آئی کہ پسینے پسینے ہو گیا۔ خاموش کھڑا رہا۔ جبرائیل نے لگام تھامی اسرافیل نے رکاب۔ آپ سوار ہوئے، براق فرشتوں کے جلوس میں آپ کو آسمان پر لے اڑا۔ اسی قبیل کے ذہنی اختراعات کے ثبوت میں بطور نمونہ یہ چند باتیں پیش کی گئیں۔ ③

سفر رات کا شروع کہاں سے ہوا:

کتب احادیث بخاری و مسلم و نسائی کی بعض حدیثوں میں جن کا ذکر ضمناً پچھلے اوراق میں آچکا ہے یہ تین مختلف مقامات آپ کی روانگی کے بتائے گئے ہیں۔

① حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۷۷۔

② ابن ھشام جلد ۱ ص ۲۸۷، جلد ۲ ص ۱۵۸۔

③ براق کا وجود صحیحین کی روایات سے ثابت ہے، تاہم بعض ضعیف روایات میں براق کی ہیئت اور سفر سے متعلق عجیب و غریب باتیں نقل ہوئی ہیں۔ ان ضعیف روایات میں بیان کردہ وضعی اوصاف کے انکار کے ساتھ معراج کی رات براق کے نبی ﷺ کی سواری ہونے کو ماننا کچھ دشوار نہیں۔ (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) آپ اپنے بیت الشرف میں تھے وہیں سے تشریف لے گئے۔

(۲) دوسری حدیثوں میں ہے کہ آپ کعبہ کے مقام حطیم یا حجر میں تھے وہاں سے روانہ ہوئے۔

(۳) تیسری روایت میں ہے کہ آپ مسجد الحرام سے تشریف لے گئے۔

ان کے علاوہ ام ہانی کے گھر سے روانگی پھر وہیں واپسی کا ذکر تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔شیعی کتب میں یہ پانچ مقامات روانگی سفر کے بتائے گئے ہیں: (۱) مسجد الحرام (کعبہ) سے یا (۲) خانہ ام ہانی سے یا (۳) خانہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے یا (۴) شعب ابی طالب سے یا (۵) مقام ابطح سے۔آخر الذکر کے متعلق مؤلف حیات القلوب نے ''موثق'' حدیث اپنے امام جعفر الصادق کی بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابطح میں سو رہا تھا داہنی جانب میرے علی بائیں طرف جعفر تھے اور حمزہ بھی نزدیک ہی تھے کہ ملائکہ کے پروں کی کھڑکھڑاہٹ ہوئی۔جبرائیل اپنے ساتھیوں کو بتانے لگے داہنی طرف جو ہیں وہ ان کے وصی وزیر و داماد اور امت پر ان کے خلیفہ ہیں، بائیں طرف ان کے چچیرے بھائی جعفر ہیں جن کو دو رنگین پر عطا ہوں گے، ملائکہ کے ساتھ بہشت میں پرواز کیا کریں گے۔تیسرے ان کے چچا حمزہ سید الشہداء ہیں۔فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے: پھر جبرائیل مجھے آسمانوں پر لے گئے۔(مُلَخَّصاً) روایت گھڑنے والا شاید یہ فراموش کر گیا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ تو معراج سے چند سال پہلے ہی حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔جہاں سے واپسی ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کے چھ سال بعد ہوئی تھی اور حضرت علی بھی زمانہ معراج میں چودہ پندرہ برس کی عمر کے نوخیز ہی تھے۔ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا یہ زمانہ اسراء (معراج) انتہائی خطرناک زمانہ تھا۔مشرکین آپ کے قتل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے درپے ہو رہے تھے۔ قرآن مجید میں دشمنان دین متین ومشرکین مکہ کے عزائم فاسدہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

''وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ''۔

''اور وہ وقت یاد کرو جب (مکے کے کافر) تیرے خلاف تدبیریں کر رہے تھے کہ تجھے قید کر دیں یا تجھے قتل کر دیں یا تجھے جلاوطن کر دیں وہ اپنی چال چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ ہی سب سے بہتر چال چلنے والا ہے''۔

مکہ شریف کی ایسی زہریلی فضا اور خطرناک حالات میں جب دشمن گھات میں تھے حتی کہ بدبخت ابولہب نے جو اس وقت سربراہ خاندان تھا خاندانی حمایت اور جوار کی شکست کا بھی اعلان کر رکھا تھا۔ آنحضرت ﷺ کا بوقت شب بیت الشرف چھوڑ کر کسی اور مقام پر استراحت فرمانا کس طرح قابل قیاس ہو سکتا ہے؟ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر کا قصہ تو بیان ہو چکا، اب اس کا محل وقوع اور شعب ابوطالب کی حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے:

شعب بنی ہاشم:

''شعب'' عربی زبان میں پہاڑوں کے درّے اور ان کی درمیانی وسعت کو کہتے ہیں۔ مکہ شہر کے متصلہ پہاڑوں میں ایسے متعدد ① شعب تھے جن میں قریشی گھرانوں کے منازل ومسکونہ مکانات واقع تھے۔ اور شعب موسوم بھی تھے۔ ان ہی گھرانوں اور خاندانوں کے ناموں کی نسبت سے جیسے شعب بنی مخزوم، شعب بنی عامر، شعب آل سفیان، وغیرہ آنحضرت ﷺ کے دادا

① کتاب اخبار مکہ میں ۱۴۱ شعبوں کی فہرست درج ہے جو مختلف ناموں سے موسوم تھے آباد بھی تھے اور غیر آباد بھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالمطلب اور ان کے تینوں سوتیلے بھائیوں اسد ونضلہ وابوصیفی کے منازل ومکانات جس شعب میں تھے، ہاشمی خاندان کی نسبت سے شعب بنی ہاشم سے مشہور ومعروف رہا اور وہ مکان جو آنحضرت ﷺ کی ولادت سے مشرف ہوا مولد النبی ﷺ کہلایا۔ ①

ناسخ التواریخ کے شیعہ مؤلف بھی مولد النبی ﷺ کے اس شعب کو شعب بنی ہاشم ہی کہتے ہیں نہ کہ شعب ابوطالب۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''ولادت آنحضرت ﷺ درمکہ در کوئے بود کہ مشہور است بازقاق المولد ② وآں کوئے در شعبے است کہ معروف است بشعب بنی ہاشم''۔ ③

''آنحضرت ﷺ کی ولادت شہر مکہ کے اندر اس مکان میں ہوئی جو زقاق المولد سے مشہور ہے اور یہ مکان اس شعب میں ہے جو معروف ہے شعب بنی ہاشم سے''۔

مولد النبی کا لوگ کس کس طرح احترام کرتے ہیں، اس کا ذکر کرتے ہوئے ''رسالت خاتم النّبیین ﷺ'' کے مؤلف جو خود بھی مسکناً مکی تھے۔ لکھتے ہیں:

''شعب بنی ہاشم میں عبدالمطلب کے مکان کے ساتھ بھی لوگوں نے یہی (مبالغہ احترام میں) کیا جو نبی کریم ﷺ کا مقام پیدائش مانا جاتا ہے''۔ ④

① کتاب المنمق فی اخبار قریش و کتاب اخبار مکہ اور دیگر کتب
② زقاق کے معنی درے وچوک وگلی وغیرہ کے ہیں۔
③ ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۳۴۱.
④ رسالت خاتم النبیین ﷺ ص ۱۳۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی صفحہ کے حاشیہ پر یہ عبارت بھی درج ہے:

''شعب دو پہاڑیوں کی درمیانی وسعت کو کہتے ہیں۔قبیلہ بنی ہاشم مکہ میں ایسے ہی مقام پر آباد ہے اس لیے اسے شعب بنی ہاشم کہا جاتا ہے''۔

مشرکین قریش نے آنحضرت ﷺ کی دشمنی میں ہاشمی خاندان کا جب مقاطعہ (بائیکاٹ) کر رکھا تھا سب بنو ہاشم اپنے اسی موروثی شعب میں پناہ گزیں رہے۔یعقوبی جیسا قدیم شیعہ مورخ بھی مقاطعہ کا ذکر کرتے ہوئے بنی ہاشم و بنو مطلب کا شعب بنی ہاشم میں محصور ہونا مندرجہ ذیل عبارت میں بیان کرتا ہے۔ مفروضہ شعب ابوطالب کا وہ بھی نام نہیں لیتا۔

''حصرت قریش رسولَ اللّٰہ و اھل بیتہ من بنی ھاشم و بنی مطّلب ابن عبد مناف فی الشعب الذی یُقال لہ شعبُ بنی ھاشم''۔①

''قریش نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل خاندان بنو ہاشم و بنو مطلب ابنائے عبد مناف کو اس شعب میں محصور کر دیا جسے شعب بنی ہاشم کہتے ہیں''۔

شعب بنی ہاشم میں اپنے مکانوں کو عبد المطلب نے آخر عمر میں ان کے دس حصے کر کے سب بیٹوں میں حصہ رسدی تقسیم کر دیا تھا۔آنحضرت ﷺ کو بھی ان کے والد ماجد کے حصہ کا مکان دے دیا تھا۔ اس واقعہ کا ذکر مؤلف ''معجم البلدان'' نے ان الفاظ میں کیا ہے:

''وکان (شعب) لعبد المطلب قسم بین بنیہ حین ضعف بصرہ وکان النبی ﷺ اخذ حظ ابیہ وھو کان منزل بنی ھاشم ومساکنھم''۔

① تاریخ یعقوبی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''یہ مکانات (شعب بنی ہاشم میں) عبدالمطلب کے تھے جو انھوں نے ضعف بصر کے زمانے میں اپنے بیٹوں میں تقسیم کردیئے تھے اور نبی ﷺ نے بھی اپنے والد ماجد کے حصہ کا مکان لے لیا تھا۔ اس شعب میں بنی ہاشم کے منازل اور مسکونہ مکان واقع تھے''۔

عبدمناف ابوطالب کو بھی اپنے سب بھائیوں کی طرح تقسیم پدری سے جو مکان شعب بنی ہاشم میں حصہ رسدی ملا تھا وہ ہی مدۃ العمران کا مسکن رہا۔ اسی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت بھی ہوئی تھی۔ قدیم مؤلف ابن عبدربہ نے صراحتاً لکھا ہے:

''وُوُلِدَ علیٌ بمکّۃَ فی شعب بنی ھاشم ''۔ ①

''اور علی مکہ کے اندر شعب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے تھے''۔

رسول اللہ ﷺ کے ابتدائے نبوت سے دس برس تک ابوطالب عبدمناف سربراہ خاندان رہے۔ مشرکین قریش کے اس مطالبہ کو کہ اپنے بھتیجے حضرت محمد ﷺ کو خاندانی حمایت وجوار سے علیحدہ کردیں عالی ظرف وغیرت مند قریشی سردار قبیلہ کی طرح عصبیت خاندانی کے جذبہ سے انھوں نے دوبار ٹھکرادیا تھا۔ پھر ان مشرکین معاندین نے جن میں عبدشمس ونوفل وتیم ومخزوم خاندانوں کے لوگ پیش پیش تھے جب ہاشمیوں اور مطلبیوں سے ہر قسم کے معاشرتی تعلقات منقطع کرنے کا معاہدہ آپس میں کرلیا تھا، بنو ہاشم ومطلب آنحضرت ﷺ کی حمایت میں مقاطعہ کے شدائد بخوشی برداشت کرتے رہے۔ ابوطالب نے مخالف جتھے کو مخاطب کرکے جن میں ابوجہل وہبیرہ مخزومی وعقبہ بن ابومعیط عبدشمسی وغیرہ شامل تھے ایک منظوم قطعہ کہا تھا۔ اس کے چند شعر سیرۃ ابن ہشام وغیرہ سے ذیل میں نقل ہیں۔ آخری شعر میں لدی الشعب سے مراد شعب بنی ہاشم ہی سے ہے۔

ابوطالب نے کہا تھا۔

---

① العقد الفرید جلد ۳ ص ۹۶.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جَزَى اللهُ عَنَّا عبدَ شمس ونَوْفَلًا وتَيْمًا ومَخزوماً عُقُوقًا وَمأثما

اللہ ہمارا بدلہ لے عبد شمس ونوفل اور تیم ومخزوم سے، (تعلق رکھنے والے ہمارے اقارب سے) ان کی بیوفائی اور برائی کا

بتفريقهم مِن بعد وُدٍّ وألفةٍ جماعَتَنا كيما يَنالُوا المَحارِما

ہماری جماعت سے، ان کے جدا ہو جانے میں، بعد الفت ومحبت کے، تاکہ اس طرح یہ لوگ ناروا مقاصد حاصل کرلیں

كَذَبْتُمْ وبيتِ الله نُبْزَى محمداً ولمّا تَرَوْا يوماً لدى الشِّعْبِ قائِمًا

قسم بیت اللہ کی، تم جھوٹے ہو! محمد کو ہم کبھی نہیں چھوڑیں گے، جب تک تم اس شعب میں ایک ہَول ناک دن (یعنی جنگ) کا منہ نہ دیکھ لو (یعنی گھمسان کی لڑائی نہ ہولے)۔

مندرجہ بالا شعر میں الشّعب سے مراد شعب بنی ہاشم ہی سے ہے نہ مفروضہ شعب ابوطالب سے، جس کا خارج میں کوئی وجود ہی نہ تھا۔ بعد کے بعض مؤلفین عدم مبالاۃ سے شعب بنی ہاشم کو شعب ابوطالب کہنے کی غلطی کرنے لگے۔ علامہ شبلی رحمہ اللہ نے سیرۃ النبی ① صلی اللہ علیہ وسلم میں یہی غلط نام شعب کا یہ کہہ کر لکھ دیا تھا کہ

''ابوطالب مجبور ہوکر تمام خاندان کے ساتھ شعب ابوطالب میں پناہ گزین ہوئے''۔

مگر ان ہی کے لائق شاگرد علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے اپنے استاد کی اس غلطی کی تصحیح حاشیہ کتاب پر ان الفاظ میں کردی تھی کہ

''یہ پہاڑ کا ایک درّہ تھا جو بنی ہاشم کا موروثی تھا''۔

موروثی ہونے ہی سے یہ شعب، شعب بنی ہاشم کہلایا۔ اسی میں ان کے

---

① سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حصہ اول ص ۳۴۵ طبع پنجم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسکونہ مکان تھے یہ کسی فرد خاندان یا سردار خاندان کے نام سے کبھی موسوم نہ ہوا۔ نہ ابو طالب کے محترم والد عبدالمطلب کے نام سے شعب عبدالمطلب کہلا یا نہ ابو طالب کے سگے بڑے بھائی زبیر بن عبدالمطلب کے نام سے، جو پندرہ برس ہاشمی گھرانے کے سربراہ رہے، شعب زبیر سے موسوم ہوا اور نہ ابو طالب کے دونوں چھوٹے بھائیوں ابولہب وحضرت عباس رضی اللہ عنہ کے نام سے جوان کی وفات پر یکے بعد دیگرے خاندان کے سربراہ رہے، کبھی شعب ابولہب یا شعب عباس رضی اللہ عنہ سے موسوم ومعروف ہوا۔ یہ غلط بیانی جس مقصد سے کی گئی اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

شِعب کے نام وحیثیت کی تبدیلی:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہاشمی اعزہ کے ہجرت کر جانے سے شعب کے مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے خالی مکانوں پر ابو طالب کے منجھلے فرزند عقیل رضی اللہ عنہ نے قبضہ جما لیا۔ بعد میں یا تو خود انھوں نے یا بروایت دیگر ان کے بیٹوں نے ان مکانوں کو امیر حجاج کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور ابن یوسف مشتری نے البیضاء نام اپنے مکان میں داخل کر لیا۔ اس طرح شعب بنی ہاشم شعب ابن یوسف کہلانے لگا۔ کتاب اخبار مکہ کے مؤلف ابوالولید الازرقی آثار النبی ومولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں بیان کرتے ہیں:

''مولد النبی: ای البیت الذی وُلد فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی دار محمد بن یوسف اخی الحجاج ابن یوسُف کان عَقیل بن ابی طالب اخذہ حین ھجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفیہ وفی غیرہ یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عامَ حجّۃِ الوَداع حین قیل لہ این تنزل یا رسولَ اللہ؟ وھل ترک لنا فَقِیل مِن ظل؟ فلم یزل بیدہ وبید ولدہ حتّٰی باعہ دارہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

من محمد بن یوسف فادخله فی داره التی یقال لها البیضاء وتعرف الیوم بابن یوسف فلم یزل ذلک البیت فی الدار حتی حجّتِ الخیزران أُمُّ الخَلِیفَتَین موسیٰ وھارون فجعلته مسجداً یُصلّٰی فیه واخرجه من الدار "۔ ①

"مولد النبی یعنی وہ مکان جس میں نبی ﷺ کی ولادت ہوئی (امیر) حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے مکان میں شامل ہو گیا تھا۔ نبی ﷺ نے جب ہجرت کی، عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس پر اور دوسرے (ہاشمیوں کے) مکانوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ ﷺ سے جب پوچھا گیا تھا یا رسول اللہ آپ کہاں قیام فرمائیں گے، آپ نے فرمایا تھا: "عقیل نے ہمارے ٹھہرنے کی جگہ ہی کہاں باقی رکھی ہے؟" یہ مکان عقیل اور ان کے بیٹوں کے قبضے میں اس وقت تک رہا ہے کہ انھوں نے محمد بن یوسف کے ہاتھ آپ ﷺ کا یہ مکان نہ فروخت کر دیا اور ابن یوسف نے اپنے مکان میں جسے البیضاء کہتے تھے داخل کر لیا جو اب تک ابن یوسف کے نام سے معروف ہے۔ آپ کا یہ مکان اس وقت تک ابن یوسف کے مکان میں شامل رہا یہاں تک کہ دونوں عباسی خلفاء موسیٰ الہادی اور ہارون الرشید کی والدہ خیزران حج کرنے آئیں۔ انہوں نے آپ کے اس مکان کو علیحدہ کرا کے ادائے نماز کے لیے وہاں مسجد تعمیر کرا دی"۔

علامہ الازرقی نے "ذکر منزل النبی ﷺ عام الفتح بعد الهجرة " کے باب میں اس واقعہ کو مکرر بیان کیا ہے۔

① اخبار مکہ جلد ۲ ص ۱۲۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مؤرخین مؤلفین کے علاوہ ناسخ التواریخ کے شیعہ مؤلف نے مولد النبی ﷺ کے سلسلے میں یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''ولادت آنحضرت ﷺ در مکۂ معظّمہ در کوئے بود کہ مشہور است بازقاق المولد آں کوئے در شعبے است کہ معروف است بشعبِ بنی ہاشم در سرادے کہ شناختہ است بسرائے محمد بن یوسف وآں سرائے بمیراث بہرۂ پیغمبر گشت واُورا بزبانِ خود بعقیل بن ابی طالب بخشید ①۔ واولادِ عقیل بعد از فوت اور بہ محمد بن یوسف برادر حجاج فروختند وآں خانہ جزو سرائے خویش کرد کہ بیضا نام داشت وچوں زماں دولت ہارون الرشید پیش آمد خیزران مادرِ اُو بحج رفت وآں نہ را از سرائے محمد بن یوسف برآوردہ مسجدے بنیان کرد واکنوں ساکنین خیر البلاد در روزِ میلادِ آنحضرت ﷺ بزیارت آں مسجد رفتہ رسم ضیافت وشادی بپائے برند''۔ ②

''آنحضرت ﷺ کی ولادت مکہ معظّمہ کے اندر اس مکان میں ہوئی تھی جو زقاق المولد سے مشہور ہے اور یہ مکان اس شعب میں ہے جو شعب بنی ہاشم سے معروف ہے اور اب سرائے محمد بن یوسف سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ مکان پیغمبر صاحب کو میراث میں ملا تھا اور اس کو اپنے زمانہ میں آپ نے عقیل بن ابوطالب کو بخش دیا تھا اور عقیل کی اولاد نے ان کی وفات کے بعد (امیر) حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس نے اس کو اپنے بیضاء نامی مکان میں شامل کر لیا۔ جب خلیفہ ہارون الرشید (عباسی رحمہ اللہ) کی حکومت کا

① یہ شیعہ مؤلف کی غلط بیانی ہے۔
② ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۴۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمانہ ہوا، ان کی والدہ خیزران حج کے لیے آئیں انہوں نے اس مکان سے علیحدہ کرا کے وہاں مسجد تعمیر کرادی آنحضرت ﷺ کے یوم میلاد پر خیر البلاد (مکہ معظّمہ) کے باشندے اس مسجد کی زیارت کو آتے اور ضیافت وشادمانی کی رسم ادا کرتے ہیں''۔

تقریباً یہی بیان جامع اللطیف ودیگر کتب میں بتغیر الفاظ درج ہے۔ سہیلی نے مولد النبی ﷺ کو سرائے ابن یوسف سے علیحدہ کرا کے مسجد تعمیر کرانے کو سیدہ زبیدہ زوجہ محترمہ امیر المومنین ہارون الرشید عباسی رحمہ اللہ سے منسوب کیا ہے۔

مولد النبی ﷺ اور شعب کے دوسرے مکانوں کے ابن یوسف ثقفی کے عالیشان مکان میں شامل ہو جانے سے ہاشمی محلہ کا نام ہی شعب ابن یوسف پڑ گیا تھا۔ معجم البلدان واخبار مکہ میں شعب ابن یوسف ہی کے عنوان سے شعب بنی ہاشم کی منازل ومولد النبی کا ذکر ہے۔

''(۱) شِعب ابن یوسف وهو الشعب الذی أوی الیه رسول الله ﷺ وبنو هاشم لما تحالف قریش علی بنی هاشم وکتبوا الصحیفة وکان لعبد المطلب''۔ ①

''شعب ابن یوسف۔ یہ وہ شعب ہے جہاں رسول اللہ ﷺ اور بنو ہاشم اس وقت میں پناہ گزین رہے جب قریش نے ان کے خلاف معاہدہ کر کے دستاویز تحریر کروالی تھی۔ یہ شعب عبد المطلب کا تھا''۔

''(۲) شعب ابن یوسف کان لهاشم بن عبد مناف دون الناس وکان عبد المطلب قد قسم حقه بین ولده ودفع الیهم ذٰلک فی حیاته حین ذهب بصره فمن ثمّ صار للنبی ﷺ حقّ ابیه عبد الله بن عبد المطلب

① معجم البلدان ج۵ ص ۲۷۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وللعباس بن عبد المطلب ایضاً ''۔ ①

''شعب ابن یوسف : یہ ہاشم بن عبد مناف کا تھا، اور کسی کا نہیں تھا۔ عبد المطلب نے اپنے حصہ کے مکانوں کو اپنے بیٹوں میں تقسیم کر کے ان کو دے دیئے تھے۔ یہ انہوں نے اپنی زندگی میں اس وقت کیا تھا جب ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔ نبی ﷺ کو بھی ان کے والد عبد اللہ بن عبد المطلب کے حصہ کا مکان مل گیا اور ایسے ہی عباس بن عبد المطلب کو بھی''۔

علامہ ازرقی مؤلف اخبار مکہ نے اس بیان کے ساتھ ہی کہ فرزندان عقیل نے مولد النبی کو فروخت کر دیا تھا ایک دوسرے واقعہ کا اظہار بھی کیا ہے کہ عقیل بن ابو طالب نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان کو بھی امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ان کے زمانہ خلافت میں فروخت کر دیا تھا۔ مؤلف موصوف لکھتے ہیں:

''ومنزل خديجةَ ابنةِ خُوَيلد زوجِ النبى ﷺ وهو البيت الذى كان سكنه رسولُ الله ﷺ وخديجة وفيه ابتنى بخديجة وولدت فيه خديجة اولادها جميعا وفيه توفيت خديجة فلم يزل النبى ﷺ ساكناً فيه حتى ذرج الى المدينة مهاجراً فأخذه عقيلُ ابن ابى طالب ثم اشتراه منه معاويه وهو خليفة فجعله مسجداً يصلّى فيه وحدّه الحدود التى كانت لبيت خديجة لم تغير وفتح معاوية فيه باباً من دار ابو سفيان هو قائم اليوم وهى الدار التى قال رسول الله ﷺ يومَ الفتح من دخل دار ابى سفيانَ فهو أمن وهى الدار التى يُقال لها اليوم دار ريطه بنت ابى العباس امير المومنين''۔ ②

① اخبار مکہ ج ۲ ص ۱۸۸.
② حوالہ مذکورہ ص ۱۶۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور منزل خدیجہ بنت خویلد زوجہ نبی ﷺ تو یہ وہ مکان ہے جس میں رسول اللہ ﷺ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سکونت تھی۔ اسی میں خدیجہ رضی اللہ عنہا سے زفاف ہوا اور یہیں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ساری اولاد کی ولادت ہوئی اور اسی مکان میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کی اس مکان میں اس وقت تک سکونت رہی کہ آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اس وقت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس مکان پر قبضہ کرلیا۔ پھر (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان سے یہ مکان خرید کرادائے نماز کے لیے وہاں مسجد تعمیر کرادی اور بیت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے جو حدود تھے بغیر کسی تغیر کے وہی حدود قائم رکھے۔ اس میں ایک دروازہ دارابوسفیان رضی اللہ عنہ سے کھلوادیا جواب تک قائم ہے۔ دارابوسفیان وہ دار ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگیا اسے امان ہے۔ اب یہ دارابوسفیان رضی اللہ عنہ دار ریطہ بنت امیرالمومنین ابوالعباس (السّفاح عباسی رحمہ اللہ) کہلاتا ہے''۔

مولد النبی ﷺ وآثار النبی ﷺ جیسے متبرک مقامات کولوگوں کی ذاتی ملکیت سے نکال کر وہاں مساجد تعمیر کرانے کی سعادت عباسی اور اموی گھرانے ہی کے افراد کو حاصل ہوئی۔

دار ام ہانی رضی اللہ عنہا:

ام ہانی رضی اللہ عنہا کا گھران کے شوہر ہبیرہ مخزومی ہی کا گھر تھا۔ مخزومی گھرانے کی سکونت مکے میں خانہ کعبہ سے بجانب جنوب شہر کے اس حصے میں تھی جو اسفل مکہ کہلاتا ہے اور ام ہانی کے والدین کا مسکن شعب بنی ہاشم میں تھا جو کعبہ شریف سے بجانب شمال ومشرق اعلائے مکہ میں تھا۔ ام ہانی کے میکے اور سسرالی محلوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درمیان ایک میل سے زیادہ فاصلہ تھا۔ ''جامع اللطیف'' خانہ کعبہ اور شہر مکہ کے حالات میں معتبر کتاب ہے۔ اس کے مؤلف نے، جو نسباً مخزومی تھے، بتایا ہے کہ مسجد الحرام کے جنوبی سمت کے دروازے ''ابواب بنی مخزوم'' اسی بنا پر تو کہلاتے ہیں کہ اسی سمت میں بنو مخزوم کی سکونت تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ

''وسبب تعریف هذه الابواب بنی مخزوم کلهم کانوا ساکنین فی ذالک الجهة''۔ ① ②

① جامع اللطیف ص ۲۱۹۔

② شعب بنو مخزوم: مولف کتاب ''المنمق'' نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ ایام جاہلیہ میں بصرے سے ایک جماعت اس زمانہ کی مروجہ رسومات حج ادا کرنے مکے آئی بازار میں کھانا دستیاب نہ ہوا۔ فدخلوا شعب بنو مخزوم (ص ۴۲۴) یہ لوگ شعب بنو مخزوم میں چلے گئے۔ بنو مخزوم اس زمانے میں مکہ کا سب سے متمول و مقتدر گھرانا تھا (یعنی حارث بن ہشام اور ابو جہل بن ہشام۔ یہ دونوں اپنے زمانے کے ''اجواد'' یعنی فیاض ترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ حارث بن ہشام کے بارے میں مورخین نے تذکرہ کیا ہے جو شخص عمرہ کرنے مکہ آتا، اگر وہ زادِ راہ نہ پاتا تو حارث بن ہشام کے گھر چلا جاتا جہاں تین دن تک وہ اس کا مہمان رہتا اور اس کو بڑے بڑے قاب میں روٹی اور گوشت اور چمڑے کے دسترخوان پر منقّی پیش کیا جاتا۔ ایسے ہی ایک صاحب حارث بن ہشام کے ہاں تین راتیں ٹھہر کر جب واپس مدینہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو ساری روداد سنائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: انه لسری ابن سری وددت انه اسلم یعنی بے شک وہ سردار ابن سردار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ (کتاب المحبر صفحہ ۱۴۰ بذیل اجواد الجاهلية) بعینہٖ ایک دفعہ مکہ میں قحط پڑا اور نہ وہاں خریدنے کی کوئی چیز باقی رہی اور نہ مہمان نوازی کی۔ ایسے میں جو بھی عمرے کے لیے آتا اور بھوک سے بے تاب ہوتا تو لوگوں کی اتباع میں ایک بڑے گھر میں چلا جاتا جہاں بڑے بڑے قابوں میں بہت سا روٹی اور گوشت باہر سے آنے والوں کی ضیافت کے لیے رکھا ہوتا تھا۔ اسی گھر میں سیاہ جبّے میں تخت پر بیٹھا گندمی رنگت اور بھینگی آنکھوں والا ایک شخص ہر آنے والے کو خوش آمدید کہتا اور اس سے کہتا کہ کھائیے کھائیے، یہ کھانا وضیافت آپ کے لیے ہی ہے۔ اس گھر میں آنے والوں کا اس قدر اژدہام ہوتا کہ آنے والے راستے سے جانے والا جا نہ سکتا تھا اور اس کو باہر جانے کے لیے دوسرا راستہ <==

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

شعب بنی مخزوم کے متصلہ بازار حزورہ میں بعض دوسرے مخزومیوں کے مکانوں کے ساتھ ہبیرہ مخزومی کا مکان بھی تھا۔ مکے سے اس کے فرار ہو جانے کے بعد بھی ام ہانی رضی اللہ عنہا مع اپنے بچوں کے اسی مکان میں مسکن گزیں رہیں اس لیے دار ام ہانی رضی اللہ عنہا کہلایا۔ یہ گھر ان کا جیسا ذکر ہوا حزورہ میں تھا۔ وکان دار ام ھانی بنت ابی طالب بالحزورۃ ①۔

حزورہ مخزومیوں کے محلہ کا بازار تھا جس کے ایک کونے پر عطر فروشوں کی دوکانوں کے نزدیک ان کا یہ مکان واقع تھا۔ الحزورۃ وھی سوق فی مکۃ بفناء دار ام ھانی ابنۃ ابی طالب التی کانت عند العطارین ②۔

امیر المومنین المہدی باللہ عباسی نے مسجد الحرام کی ۱۶۷ھ میں جب توسیع کرائی ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان کو بھی اس میں داخل کر لیا گیا۔ ودخلت فی المسجد الحرام حین وسعہ المھدی (باللہ العباسی رحمہ اللہ) فی الھدم الآخر سنۃ سبع وستین ومائۃ ③۔

==> لینا پڑتا۔ دوسرے راستے سے جب وہ باہر نکلتے تو ان کو باہر غذا سے لدے اونٹ نظر آتے۔ پوچھنے پر پتہ چلتا کہ یہ اونٹ لوگوں میں غذا تقسیم کرنے کی غرض سے لادے جا رہے ہیں۔ وہ سیاہ جبہ اور گندمی رنگت والا بھینگا شخص ابوجہل بن ہشام تھا۔ (کتاب المحبر صفحہ ۱۴۰ بذیل اجواد الجاھلیۃ۔ محمد فہد حارث) بنی ہشام مخزومی کے عالی شان مکان میں ہر وارد و صادر کے لیے ہمہ وقت کھانا مہیا ہوتا تھا۔ بصرے کی اس جماعت کو بھی وہاں کھانا کھلا دیا گیا۔ اس ذکر میں شعب بنی مخزوم کا نام آتا ہے۔ منسلکہ نقشہ میں ملاحظہ ہو۔ (ہمارے پاس اس وقت کتاب کا جو مطبوعہ نسخہ ہے اس میں کسی جگہ یہ نقشہ موجود نہیں۔ معلوم پڑتا ہے کہ کتاب کے ابتدائی ایڈیشن میں ایسا کوئی نقشہ مولفِ کتاب نے کتاب میں شامل کیا ہوگا جو بعد میں امتدادِ زمانہ اور کاتب کی غلطی کے سبب کتاب سے خارج ہو گیا۔ بہر حال یہ نقشہ کافی کچھ مفید ہوتا اگر مل جاتا تو۔ محمد فہد حارث)

①② اخبار مکہ ص ۶۴۔

③ حوالہ مذکورہ ص ۶۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البتہ جنوبی سمت کا دروازہ جہاں ان کا مکان مسجد الحرام میں شامل کیا گیا۔ باب ام ہانی رضی اللہ عنہا کہلایا۔ **بالجانب الجنوبی... الاول باب ام ھانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب** ①۔

غرض یہ کہ مندرجہ بالا تصریحات سے ثابت ہے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کا گھر مخزومیوں کے محلے میں تھا نہ کہ شعب بنی ہاشم یا مفروضہ شعب ابوطالب میں۔ یہ ذکر تو پہلے ہی آ چکا ہے کہ فتح مکہ کے دن ان کے مشرک دیور جیٹھ جو ان کے ہمسایہ تھے پناہ لینے کے لیے بھاگ کر ان کے گھر آ گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ درپے قتل ان مشرکین کے تھے، ام ہانی رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا ''**اجرت حموین لی من المشرکین**''۔ ''میں نے اپنے مشرک دیور جیٹھ کو پناہ دی ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی منظور فرمائی۔ شعب بنی ہاشم یا مفروضہ شعب ابوطالب میں یہ گھر ان کا ہوتا جیسا وضعی روایتوں میں کہا جاتا ہے تو نہ ان کے دیور جیٹھ ہی بھاگ کر پناہ لینے وہاں جا سکتے تھے اور نہ وہاں کے ساکنین ہی جو سب کے سب مشرف باسلام تھے، انہیں گھسنے دے سکتے تھے۔ یہ قوی ثبوت ہے دار ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مخزومی محلے میں واقع ہونے کا۔ مفروضہ شعب ابوطالب میں ام ہانی کا مکان ہونے کی روایت صحیح نہیں منسلکہ نقشے میں شعب بنی ہاشم و شعب بنی مخزوم کا محل وقوع ملاحظہ ہو۔ ②

---

① جامع اللطیف ص ۲۱۸۔

② ہمارے پاس اس وقت کتاب کا جو مطبوعہ نسخہ ہے اس میں کسی جگہ یہ نقشہ موجود نہیں۔ معلوم پڑتا ہے کہ کتاب کے ابتدائی ایڈیشن میں ایسا کوئی نقشہ مولفِ کتاب نے کتاب میں شامل کیا ہوگا جو بعد میں امتداد زمانہ اور کاتب کی غلطی کے سبب کتاب سے خارج ہو گیا۔ بہر حال یہ نقشہ کافی کچھ مفید ہوتا اگر مل جاتا تو (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلب راوی دیگر ست:

ام ہانی رضی اللہ عنہا سے منسوب وضعی روایت کی تنقید کے سلسلے میں شعب بنی ہاشم اور مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و آثار النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح واقعات اور اصل حالات کا بیان وضاحت سے کرنا ناگزیر تھا۔

ے لطیف بود حکایت، دراز تر گفتم

شعب ابوطالب (بالفاظ صحیح تر شعب بنی ہاشم) میں ام ہانی رضی اللہ عنہا کا گھر اسی مقصد سے بتایا گیا ہے کہ بیت الشرف کے قریب میں ہونے سے اسراء (معراج) کی مبارک رات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں استراحت فرمانا واضعین روایت کے خیال میں بظاہر اس درجہ ناقابل اعتبار نہ ہوگا جس قدر ابوجہل مخزومی جیسے دشمن کے محلے کے مکانوں میں بوقت شب میل سوا میل کا طویل راستہ طے کر کے تشریف لے جانا اور شب باش ہونا اس وضعی روایت ہی کو ساقط الاعتبار کر دینے کا موجب ہوگا۔ روایت پرست جماعتوں کے لٹریچر میں یہ سماں باندھا گیا ہے کہ اس خاکدان عالم سے تو آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن کے گھر سے بسواری براق یا بالفاظ ملا باقر مجلسی ''مانند آشیانِ مرغاں'' ایک کرسی پر بیٹھ کر معراج میں تشریف لے گئے۔ پہلے بیت المقدس پہنچے جہاں چار ہزار صد چہاردہ (یعنی ۴۴۱۴) پیغمبر موجود تھے۔ انہیں نماز پڑھائی، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مصافحہ کیا، اتنے میں دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود ہیں، انہیں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ ملا صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول منسوب کیا ہے:

''بجانب چپ خود نظر کردم برادر و وصی خود علی بن ابی طالب را دیدم کہ در حلّہ سفید پوشیدہ بود۔ و در ہر طرفش دو ملک ایستادہ بودند۔ چوں اُو را دیدم بسیار شاد شدم...... پس علی ابن طالب آمد و ابراہیم علیہ السلام بہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دو دست اُور را گرفت و مصافحہ کرد وگفت مرحبا اے فرزند شائستہ وصی پیغمبر شایستہ۔ چوں صبح شد من وعلی ہر دو در ''ابطح'' بُودیم و ہیچ تعب نہ کشیدہ بودیم''۔ ①

''اپنے بائیں جانب میں نے نظر کی اپنے بھائی اور اپنے وصی علی بن ابی طالب کو دیکھا کہ وہ لباس سفید پہنے ہیں اور دو فرشتے ان کے ہر طرف کھڑے ہیں انہیں دیکھ کر میں بہت خوش ہوا...... پس علی بھی آئے ابراہیم علیہ السلام نے ان کے دونوں ہاتھوں کو لے کر مصافحہ کیا اور کہا مرحبا اے شائستہ فرزند اور پیغمبر شائستہ کے وصی۔ جب صبح ہوئی میں اور علی دونوں نے اَبطح (حصہ شہر مکہ) میں اپنے کو موجود پایا ہمیں کسی قسم کی تکان بھی نہیں ہوئی تھی''۔

یہ تو سفر بیت المقدس کا قصہ تھا۔ اب ساتویں آسمان کا واقعہ بھی سن لیجیے۔ مُلّا صاحب نے یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا ہے کہ ساتویں آسمان پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دریافت فرمایا:

''چوں نزد من آمدی کس را جانشین خود گردانیدی درمیان قوم خود۔ گفتم آں کسے را کہ از من بہتری شناسی، برادرِ من و پسر عم من و یاورِ من وصندوق علم من ووفا کنندہ بوعد ہائے من۔ پس حق تعالیٰ فرمود کہ بعزت وجلالِ وجودِ بزرگواری وقدرت بر خلقِ من سوگند یاد میکنم کہ قبول نمی کنم ایمان بخود را و نہ ایمانِ پیغمبری تُرا اگر اعتقاد با مامت وولایت او۔ یا محمد می خواہی اُور ادر ملکوت آسماں بہ بینی۔ گفتم پروردگارا چہ گونہ اُور ادریں جا بہ بینم وحال آنکہ اُور ادر زمین گذاشتم پس ندا رسید کو یا محمد سر بالا کُن چوں نظر کردم علی را با ملائکہ

① حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۲۸۶، مطبوعہ تہران۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مقربین در ملا اعلیٰ مشاہدہ نمودم واز مشاہدہ او شاد وخنداں گردیدم وگفتم پروردگارا اکنوں دیدہ ام روشن گردید پس حق تعالیٰ فرمودہ ......عہد میکنم بسوئے تُو در بابِ علی عہدے پس بشنو آں عہد را۔ گفتم پروردگار رآں عہد کدام است۔ فرمود علی نشان راہ ہدایت است وامامِ ابرار است وبرکندہ؟ قتل کندہ فجار است وپیشوائے مطیعان من است واُوست کلمہ کہ لازم پرہیزگاران گردانیدہ ام وعلم وفہم خود را باو میراث دادہ ام۔ پس ہر کہ اُورا دوست دارَد مرا دوست داشتہ وہر کہ اورا دشمن دارد مرا دشمن داشتہ''۔ (ص ۳۰۰)

''جب تم ہمارے پاس آئے ہو تو کسے اپنا جانشین اپنی امت کے درمیان کر آئے ہو۔ عرض کیا اسے کیا جس کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں اپنے برادر اپنے چچا کے بیٹے اپنے مددگار اور اپنے علم کے صندوق اور میرے وعدے وفا کرنے والے کو۔ پس اللہ نے فرمایا: میں اپنی عزت وجلال اپنی بزرگی اور خلق پر اپنی قدرت کی قسم لیتا ہوں کہ قبول نہ کروں کسی کا ایمان اپنے پر نہ تیری پیغمبری پر مگر وہ اس (علی) کی امامت وولایت پر ایمان لائے۔ اے محمد ﷺ! چاہتے ہو کہ اسے (علی کو) ملکوتِ آسمان میں دیکھو؟ میں نے عرض کیا اے پروردگار میں کس طرح انہیں یہاں دیکھ سکوں حالانکہ انہیں زمین پر چھوڑ آیا ہوں؟ پس آواز آئی اے محمد! سر اٹھاؤ۔ میں نے دیکھا علی کو ملائکہ مقربین کے درمیان ملائے اعلیٰ میں۔ ان کے دیکھنے سے شاد وخنداں ہوا۔ عرض کیا پروردگار اب تو میری آنکھیں روشن ہوگئیں۔ اللہ نے فرمایا میں علی کے بارے میں تم سے ایک عہد لیتا ہوں، سنو اس عہد کو۔ عرض کیا پروردگار وہ عہد کیا ہے؟ فرمایا: علی نشان راہ ہدایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، امام ہے نیکو کاروں کا، قاتل ہے فاجروں کا، پیشوا ہے میرے مطیع لوگوں کا، اسے پرہیز گاروں کا کلمہ لازم ٹھہرا دیا ہے اور اپنے علم وفہم کو اسے میراث میں دے دیا ہے پس جو اسے دوست رکھے مجھے دوست رکھتا ہے جو اسے دشمن رکھے وہ مجھے دشمن رکھتا ہے''۔

اس احمقانہ بکواس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک چودہ پندرہ سالہ نوخیز بندے علی رضی اللہ عنہ کو اپنا علم فہم بطور میراث دے دیا تھا۔ مُلّا صاحب نے عطائے نہر کوثر کے ذکر میں یہ کلمات بھی پیغمبر صاحب سے منسوب کیے ہیں کہ

''بجہنم مردانے چند دیدم کہ ایشاں را بجہنم می اندازند۔ از جرائیل پرسیدم کہ اینہا کیستند گفت اینہا سنیان اند و جبریان و خارجیان اند و بنو امیہ اند و اینہا نند کہ عداوتِ اماماں از فرزندان تُو دارند۔ ایں پنج کس را از اسلام بہرہ نیست''۔ (ایضاً)

''پھر میں نے نظر ڈالی تو چند لوگوں کو دیکھا کہ انہیں جہنم میں جھونک رہے ہیں۔ جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ کہا کہ یہ لوگ سُنّی ہیں، جبری ہیں، خارجی ہیں اور بنی امیہ ہیں اور یہ وہ ہیں کہ عداوت رکھتے ہیں اماموں سے آپ کی اولاد کے۔ ان پانچ گروہوں کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں''۔

زمانۂ معراج وعہد رسالت میں بنی امیہ کے سوائے سُنّی و جبری و خارجی جماعتوں کا جب کوئی وجود ہی نہ تھا جہنم میں جھونکے جانے کا مشاہدہ کیسے کرا دیا گیا اور بنی امیہ میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے اموی صحابہ نیز غیر مسلم اموی سب کے سب بقید حیات تھے مبتلائے عذاب دوزخ کیسے ہو گئے۔ صاف ظاہر ہے واقعات معراج کا بیان مقصود نہیں الوہیت علی رضی اللہ عنہ اور مذمت مفروضہ غاصبانِ حق علی رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم واقعہ اسراء کو آلۂ کار بنایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے۔ آسمانوں کی سیر کے بارے میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ساتویں آسمان پر شبیہ علی رضی اللہ عنہ موجود تھی، فرشتے جس کی شب و روز زیارت کرتے ہیں۔ کیفیت اس کی یوں بیان فرمائی ہے:

''چوں ابن ملجم ضربت برسر مبارک آنحضرت (علی) زَد ہماں ضربت برآں صورت مقدس ظاہر شد و ہر بامداد: صبح و و پسین: شام کہ ملائکہ آں صورت راز یارت می کنند، برابن ملجم لعنت می کُنند و چوں حسین بن علی شہید شد ملائکہ فرود آمدند وآنحضرت را بآسمان بُرَدند تار او رابصورتِ علی درآسمانِ پنجم باز داشتند پس فوج از ملائکہ کہ از آسمانہائے بالا بزیری آیند واز آسمانہائے زیر بہ بالای روند برائے زیارت علی وآں امامِ شہید وخون آلودہ رامی بینند ویزید وابن زیاد وجمیع قاتلانِ آنحضرت رالعنت می کنند وایں امر مستمر است تا روز قیامت۔ اعمش گفت حضرت صادق فرمود ایں حدیث از علمہائے مخزون مکنون است۔ ووایت مکُن ایں رامگر بہ کسے کہ اہل ایں رازمی دانی''۔ (جلد ۲ ص ۲۸۳)

''ابن ملجم ملعون نے ان جناب (علی رضی اللہ عنہ) کے سرمبارک پر جیسے ہی ضرب لگائی وہی ضرب اس صورتِ مقدس پر بھی ظاہر ہوگئی۔ ہر صبح شام ملائکہ اس صورت کی زیارت کرتے ہیں اور ابن ملجم پر لعنت بھیجتے ہیں۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے ملائکہ آسمان سے اتر آئے اور آں جناب کو آسمان پر اٹھا کر لے گئے تاکہ انہیں صورتِ علی کے ساتھ پانچویں آسمان پر رکھ دیں۔ پس ہر فوج ملائکہ کی جو اوپر کے آسمانوں سے نیچے آتی ہے یا نیچے کے آسمانوں سے فرشتے اوپر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتے ہیں تاکہ علی اوران امام شہید خون آلودہ کی زیارت کریں وہ یزید وابن زیاد وسب قاتلان آنجناب پر لعنت کرتے ہیں اور فعل لعنت کا تا روز قیامت برابر جاری ہے۔ اعمش (راوی) کہتا ہے کہ حضرت صادق نے فرمایا کہ یہ حدیث ہمارے پوشیدہ ومخفی علوم میں سے ہے تو روایت مت کیجیو اس حدیث کی مگر ایسے شخص سے جسے اہل اس راز کا جانے''۔

اعمش (سلیمان بن مہران کوفی) بیچارے نے تو امام کے مخفی و پوشیدہ علم کو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل ہوتے ہی فرشتے آسمانوں سے دوڑ پڑے اور جسد بے جان کو اٹھا کر لے گئے راز میں رکھنے کی تاکید اسی خیال سے تو کی تھی کہ کربلائی ترتیب کا وجود ہی مشتبہ ہو جائے گا مُلّا صاحب نے چھپانے کے بجائے چھپوا کر طشت از بام کر دیا۔ امامتِ علی رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں یہ بھی فرما دیا کہ نبوت تو پیغمبر صاحب کو بواسطہ ایک فرشتے کے عطا ہوئی تھی۔ اور امامت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ کسی فرشتے کے بذات خود اپنے پیغمبر کو یہ حکم دیا تھا، پھر اس بارے میں اس قدر اصرار، اس قدر تاکید کی تھی کہ پیشی خداوندی سے واپس ہوتے ہوئے پیغمبر صاحب اپنے عقب سے بار بار یہ آوازیں سنتے رہے:

''اے محمد دیکھو! علی کو اپنا وصی بنائیو''۔ ''اے محمد! دیکھو علی کو اپنا خلیفہ بنائیو''۔ وہم چناں۔ اس سلسلہ میں یہ مزیدار کہانی خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی مُلّا صاحب نے جس انوکھے طرز عبارت میں بیان کرائی ہے اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو کلمات منسوب کیے ہیں، ذرا ملاحظہ ہوں:

''پس برگشتم واز ہر حجاب ازحجابہائے پروردگار خود کہ بیروں میا تدم از عقب خود ندا می شنیدم کہ ''یا محمد! دوست دار علی را......''۔ ''یا محمد!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدم دار علی را......''۔''یا محمد! خلیفہ گرداں علی را''۔''یا محمد! برادرِ خود ووصی گرداں علی را''۔''یا محمد! تُرا وصیت می کُنم درحق علی وشیعیان اُورا وصیت خیر''۔ ①

''(حضور انور ﷺ سے یہ کہلوایا ہے کہ) پس جس وقت میں (پیشی خداوندی سے) پلٹا اور اپنے پروردگار کے حجابوں کے ہر حجاب سے باہر آگیا اپنے عقب سے یہ آوازیں سنتا رہتا:

''اے محمد! دوست رکھیو تم علی کو''......

''اے محمد! معزز رکھیو تم علی کو''......

''اے محمد! مقدم رکھیو تم علی کو''......

''اے محمد! خلیفہ بنائیو تم علی کو''......

''اے محمد! بھائی اور وصی اپنا بنائیو تم علی کو''......

''اے محمد! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں علی اور ان کے شیعوں کے حق میں نیک وصیت''۔

کیسی احمقانہ جسارت ہے یہ مہمل اضحوکہ تراشنے والے کی اور کیا ہی لغو استہزا اور تضحیک ہے خالق کائنات جَلّ شانہ اور اس کے محبوب اور بندے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور وہ بھی اسراء (معراج) جیسے مہتم بالشان واقعہ کے ضمن میں!

عامۃ المسلمین میں سے ہر وہ شخص جو کلام پاک کے معانی ومطالب سے بہرہ مند ہے سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت مبارکہ کے یہی معنی ومطلب تو سمجھتا ہے ''پاک ہے وہ ذات جو لے گیا ایک رات اپنے بندے (محمد ﷺ) کو مسجد

① حیات القلوب جلد ۲ ص ۳۰۳ سطر ۱۰۔۱۳۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حرام (کعبہ) سے دور کی اس مسجد تک جس کے اردگرد کو ہم نے برکت دی ہے تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں''۔ حضورانور کے اس سفر شبانہ (اسراء) کا مقصد تو اس آیت میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضور ﷺ کو کچھ نشانیاں دکھانا چاہتا تھا۔ وہ نشانیاں (آیات) کیا تھیں، قرآن شریف میں اس کی کوئی تفصیل نہیں بتائی گئی۔ کتب احادیث وسیر کی بعض روایتوں میں البتہ تفصیلات ہیں جن پر پچھلے اوراق میں تفصیلی گفتگو آچکی ہے۔

افسانہ نویسی میں اہل عجم کو کمال ہے۔ اسراء (معراج) کے اہم واقعہ کو افسانوی رنگ میں پیش کرنے کے لیے خیال آفرینیوں کے جھکڑ چلے، دیومالائی کہانیوں پر کہانیاں وضع ہوئیں جن کے چند نمونے پچھلے اوراق کے علاوہ اوپر بھی درج ہیں، وقائع نگاری کا خفیف سا رنگ بھی ان میں نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ مطلب راوی دیگرست، اور یہ مطلب ومقصد ہے نبوت وامامت وخلافت کو نسلی وخاندانی وموروثی رنگ دینے کا۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ کے اجداد کو مؤحّد بتایا گیا اور کہا کہ ان میں کوئی بھی بت پرست نہ تھا، بت پرست عربوں کے سامنے وہ اظہار عقیدۂ توحید کا نہیں کرسکتے تھے گویا تقیہ ① میں تھے مگر شریعت ابراہیمی کے متبع تھے سابق نبیوں کے آثار وکتب وودائع نسلاً بعد نسل ان میں منتقل ہوتے رہے جو عبدالمطلب کو بھی وراثت میں ملے۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ کی پرورش وکفالت کی وصیت ابوطالب کو کرتے ہوئے ''کتب وآثار انبیاء وودائع ایشان''

① کیا تقیہ ہی سے قصی بن کلاب نے اپنے دو بیٹوں کے نام مناف اور عزیٰ دو بتوں کے ناموں پر عبدمناف وعبدالعزی رکھے تھے۔ عبدمناف کی اولاد میں ہاشمی واموی گھرانے ہیں اور عبدالعزی کی نسل میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا گھرانا ہے پھر عبدالمطلب نے بھی اسی طرح اپنے دو بیٹوں کے نام بتوں کے نام پر عبدمناف وعبدالعزی رکھے، عبدمناف ابوطالب کا نام تھا اور عبدالعزی ابولہب کا۔ ''ابوطالب از عبدمناف لقب داشت''۔ (ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۶۳ ودیگر کتب انساب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب انھیں دے دیئے تھے کہ حضور انور ﷺ کو وقت پر سپرد کر دیں ①۔

معراج کی سیر میں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عرش الٰہی کے نیچے چار نور دیکھے، دریافت کرنے پر خطاب الٰہی آیا کہ پہلا نور عبدالمطلب کا ہے دوسرا ابو طالب کا، تیسرا عبداللہ (والد ماجد رسول اللہ ﷺ) کا اور چوتھا ابو طالب کے بڑے بیٹے طالب کا، غرضیکہ نبوت وامامت وخلافت کے نسلی وخاندانی وموروثی ہونے ہی کے سلسلے میں یہ بھانت بھانت وضعی روایتیں ہیں جن پر وقائع زندگانی ام ہانی رضی اللہ عنہا اور شب معراج کی وضعی کہانی کے ضمن میں گفتگو ناگزیر ہوئی۔ ابو طالب عبدمناف کے حضور انور کی پرورش وکفالت کرنے کی وضعی اور قطعاً بے حقیقت روایت جس پر آئندہ صفحات میں تفصیلی گفتگو آرہی ہے نیز تجارتی سفر میں آپ کو ساتھ لے جانے، عیسائی راہب کا آپ ﷺ کی پیش گوئی کرنے نیز واقعہ معراج کی دیگر وضعی روایتیں مافوق العادت افسانے اور دیومالائی کہانیاں جن کے زہر کا اثر شیعی حلقوں سے گزر کر عام مسلمانوں میں بھی سرایت کرتا گیا ہے، تاریخی حقائق کے مسخ کرنے کے شواہد مثلاً شعب بنی ہاشم کو شعب ابو طالب سے موسوم کرنا پھر اسی شعب میں ام ہانی رضی اللہ عنہا زوجہ ہُبَیرہ مخزومی کا گھر بتانا، اسی گھر میں آنحضرت ﷺ کا شب معراج میں استراحت فرمانا، گھر والوں کے ساتھ نمازیں پڑھنا درانحالیکہ کوئی بھی ان میں اس وقت مسلمان نہ تھا اور شوہر امّ ہانی تو آپ کو معلوم ہے دشمن رسول ہی تھا، اسی گھر سے سفر معراج پر جانا پھر اسی گھر میں واپس آنا اور بقول مودودی صاحب معراج کی ساری رُوداد سب سے پہلے اپنی چچا زاد بہن ام ہانی رضی اللہ عنہا کو سنانا، پھر باہر نکلنے کا قصد کرنا، ام ہانی رضی اللہ عنہا کا آپ کی چادر پکڑ کر آپ کو روکنا اور یہ کہنا کہ لوگوں کو یہ حال نہ سنایئے وہ آپ کا مذاق اڑائیں گے، درآنحالیکہ وہ خود بھی مکے کے ان ہی

① حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کی طرح اس وقت شرک و بت پرستی کے مسلک پر تھیں، یہ سب مکذوبہ روایتیں مذکورہ بالا غرض و مقصد کی خاطر گھڑی گئیں۔ پھر یہ کذب بیانی بھی کی گئی کہ سفر اسراء کے علاوہ ہجرت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی رضی اللہ عنہا ہی کے گھر سے کی۔ ناسخ التواریخ کے شیعہ مؤلف فرماتے ہیں:

''گویند شب ہجرت کہ پیغمبر از خانہ خویش بدر شد بسرائے خواہر علی رضی اللہ عنہ امّ ہانی رضی اللہ عنہا در آمد، صبح گاہی روانۂ غارِ ثور شُد''۔ ①

''کہتے ہیں کہ ہجرت کی رات میں پیغمبر صاحب اپنے گھر سے باہر نکل آئے اور ام ہانی رضی اللہ عنہا خواہر علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف لے آئے صبح سویرے غار ثور کو روانہ ہو گئے''۔

ان غالی مؤلفین کا اسی کے ساتھ یہ بیان بھی ہے کہ ہجرت کی رات حضور انور نے اپنے بستر پر علی رضی اللہ عنہ کو سُلا دیا اور ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر چلے آئے وہیں سے ہجرت کی۔

''شب علی رضی اللہ عنہ را در جائے خود خوابانید و بیروں آمد''۔ ②

یہ دونوں من گھڑت باتیں غلط اور محض غلط ہیں۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ کفار مکہ کی سازش کا حال خواہ بذریعہ وحی خواہ قرائن سے جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کر جانے کا قصد فرمایا۔ مستند کتب احادیث و تاریخ و سیر وغیرہ میں بسند صحیح معتبر وثقہ راویوں کا بیان ہے کہ ہجرت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم عین دوپہر کے وقت، بیت الشرف سے برآمد ہو کر سیدھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹ عمدہ غذا کھلا کر پہلے ہی سے مہیا کر رکھے تھے۔ پھر اسی دن

---

① ناسخ التواریخ جلد ۳ ص ۲۴۔
② حیاۃ القلوب جلد ۲ ص ۳۲۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شام جھٹپٹے کے وقت اسی مکان کی عقبی کھڑکی سے نکل کر دونوں صاحب ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ غارِ ثور کو روانہ ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوپہر میں اپنے بستر پر لٹانے کا موقع اور ضرورت ہی کیا تھی؟ یہ ساری کہانی بعد کے لوگوں کی من گھڑت محض بے اصل ہے، اصلاً وحقیقتاً اسی مقصد سے وضع ہوئی جس کا ذکر ہو رہا ہے۔ رہی یہ لغو بیانی کہ ہجرت کی رات آپ نے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر بسر کی تھی کوئی عقل کا اندھا ہی یہ مہمل بات باور کر سکتا ہے کہ اپنے جانی دشمنوں ابوجہل اور اس کے چچیرے بھائی ہبیرہ مخزومی شوہر ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر اور محلے میں آپ اسی رات تشریف لے گئے جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کی سازش کی جا رہی تھی اور انہی سازشیوں کے یہاں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے در پے تھے آپ یہ رات بھی بسر کرتے۔

پچھلے اوراق میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کا گھر اِن کے دشمن اسلام شوہر ہُبَیرہ مخزومی کا گھر تھا جو شعب بنی مخزوم کے بازار حزورہ کے تکونے پر واقع تھا اور بعد میں بعہد خلافت امیر المومنین المہدی باللہ عباسی رحمہ اللہ مسجد الحرام کی توسیع کے وقت صحن مسجد میں شامل کر دیا گیا تھا۔ یہ واقعہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ زمانہ معراج سے دس برس بعد ۸ ھ میں بوقت فتح مکہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اپنے مشرک شوہر کے فرار ہوتے ہی اسلام قبول کر لیا۔ اسی لیے ان کے مشرک دیور جیٹھ بھی بھاگ کر ان کے گھر میں پناہ لینے آ گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان مشرکوں کے در پے قتل ہوئے، ام ہانی رضی اللہ عنہا نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اور سارا قصہ سنا کر اپنے دیور جیٹھ کے لیے امان چاہی جو آپ نے منظور فرمائی۔ یہ سب واقعہ مستند کتب سیر و تاریخ میں مذکور ہے جس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ خانہ ام ہانی رضی اللہ عنہا بنی مخزوم کے محلے میں تھا تب ہی تو ان کے دیور جیٹھ دوڑ کر ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے گھر آ گئے تھے۔

ناسخ التواریخ کے شیعہ مولف نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے مگر اسی طرز عبارت میں جو اس گروہ کے مؤلفین ومؤرخین سے مخصوص ہے یعنی کچھ کذب حق نما ہے اور کچھ کذب وافترا جیسے ہُبَیرہ کے بارے میں یہ تو کہا ہے کہ حضور انور ﷺ کی ہجو میں اشعار کہتا تھا۔ کسانیکہ رسول خدای را ہجا گفتند ابن الزبعریٰ وہبیرہ بن ابی وہب المخزومی ...... بُودَند''۔① مگر اس کے موذی ودشمن رسول اللہ ہونے کا اخفا کر کے یہ لغو بیانی بھی کی ہے کہ ام ہانی نے اپنے اس دشمن اسلام شوہر کو بھی پناہ دی تھی۔ درآں حالیکہ اپنے شوہر کی موجودگی تک وہ اسی مسلک ومذہب کی پیرو تھیں۔ اس کے فرار ہو جانے کے بعد مسلمان ہوئی تھیں۔ دیگر غلط بیانیوں کے ساتھ اولادِ ابوطالب کے فطرتاً شجاع وتنومند ہونے کی تصدیق جس طرح آنحضور ﷺ کی زبان مبارک سے کرائی ہے، مندرجہ ذیل روایت میں ملاحظہ فرمائیں۔ مؤلف ناسخ التواریخ لکھتے ہیں:

''بعد از وَرودِ پیغمبر ﷺ بحجون علی رضی اللہ عنہ را آگہی درروند کہ ہُبَیرہ وحارث بن ہشام وقیس بن السائب وچندتن دیگر از بنی مخزوم بخانہ امِّ ہانی پناہ بُردہ اَند۔ علی بے توانائی برخواست مقنّعاً بالحدید بدرخانۂ خواہر آمد ونِدا دادہ: اخرجوا من بیوتکم ولاتجعلوا تزرق کما یزرق الحبارئ۔ ام ہانی بیرون شد وعلی را کہ مخفوف درآہن بُود نشناخت، گفت اُورا: عبداللہ: من اُمِّ ہانی دختر عم رسولِ خدا وخواہر علی مرتضیٰ ام علی فرمود بیروں کن ایشاں را۔ ام ہانی گفت واللہ شکایت تُو بہ پیغمبر بُرم علی مِغفر برگرفت۔ اُمّ ہانی چوں رُوئے برادر را بدید، بدویدو

① ناسخ التواریخ جلد ۳ ص ۵۵۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُور ابر کشید۔ بردا یے علی دست بر سینہ امؓ ہانی بر دد دتا۔ از پے کافراں بتا زَد۔ ام ہانی از جائے نرفت وقالت: اَتدخل یا علی بیتی وتھتک حُرمتی وتقتل بعلی ولا تستحی منی بعد ثمان سنین ودست علی را باشمشیر سخت بداشت تا ہبیرہ ودیگر پناہندگان فرار کردند۔ علی گفت اے خواہر! رسولِ خدا خون ایشاں راہدر ساختہ، مَن از قتل ایشاں ناگزیرم۔ فقالت قد یتک خلفت لا شکو بک الیٰ رسول اللہ فقال لھا اذھبی فبری قسمک فانہ باعلیٰ الوادی۔ ام ہانی نزدیک پیغمبر آمد...... عرض کرد یا رسول اللہ! پسر مادرم یعنی علی رضی اللہ عنہ می خواہد ہبیرہ ودیگر خویشاں شوہر مرا کہ من اماں دادہ ام بکشد واز فقای اُو علی رضی اللہ عنہ برسید۔رسول خدای بخندید وفرمود چہ کردی یا ام ہانی؟ علی رضی اللہ عنہ عرض کرد۔ والذی بعثک بالحق لقد قَبَضْتُ علی یدی وفیھا السیف فما استطعتُ ان اخلصھا الا بعد الأی وفاتنی الرجلان فقال لو وَلَدَ ابو طالبِ النّاسَ کُلَّھم لکانوا شجعانا فقد اجرنا ما اجارت ام ھانی وامّا من امّنت فلاسبیل لک علینا ۔ اما ہبیرہ، از خانۂ ام ہانی بنجران گُریخت وآں جا بُود تا کافر بمُرد''۔①

''پیغمبر صاحب جب حجون (مقام مکہ) میں وارد ہو گئے علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ ہبیرہ (شوہر امِ ہانی) اور حارث بن ہشام وقیس بن السائب اور بنی مخزوم کے چند دوسرے لوگوں نے ام ہانی کے گھر میں پناہ لی ہے، علی رضی اللہ عنہ فی الفور کھڑے ہو گئے۔لوہے کا خود پہنے اپنی بہن کے گھر پہنچ کر آواز دی'' نکال باہر کرو جنھیں چھپا رکھا ہے۔ اسی طرح جیسے خباری (یعنی سرخاب) اپنے یزرق (یعنی بیٹ) کو' ام ہانی

①ناسخ التواریخ ج ۳ ص ۲۸۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باہر آئیں علی رضی اللہ عنہ کو جو آہنی خود پہنے تھے نہ پہچان سکیں۔ کہنے لگیں: اے بندۂ خدا! میں ام ہانی رضی اللہ عنہا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی بیٹی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بہن۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نکال دو ان کو باہر۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا: واللہ میں تمہاری شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کروں گی۔ علی رضی اللہ عنہ نے خود اپنا اتار ڈالا۔ امِ ہانی رضی اللہ عنہا بھائی کی صورت دیکھتے ہی ان سے لپٹ گئیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سینے پر ہاتھ مار کر دھکیلا تاکہ کافروں پر وار کریں، ام ہانی رضی اللہ عنہا ذرا نہ ہٹیں کہنے لگیں:

''اے علی! آٹھ سال ہوئے تمہیں مکے سے گئے اب تم میرے گھر آ کے میری بے عزتی کرتے ہو میرے شوہر کو قتل کرنا چاہتے ہو تمہیں شرم نہیں آتی''۔ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر تلوار سمیت اس سختی سے گرفت کر لی تاکہ ہبیرہ اور دوسرے پناہ گیر فرار کر جائیں۔ علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے بہن! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا خون حلال کر دیا ہے کہ قتل کرنا ان کا مجھے لازم ہے۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا بولیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری شکایت کر کے ضرور اپنی قسم پوری کروں گی۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ جلدی اپنی قسم پوری کرو، وہ ''اعلیٰ مکہ'' میں ہیں۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا پیغمبر صاحب کے پاس جا کر عرض کرنے لگیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں کا بیٹا یعنی علی رضی اللہ عنہ ہبیرہ اور میرے شوہر کے دوسرے عزیزوں کو جنھیں میں نے پناہ دی ہے قتل کرنا چاہتا ہے پیچھے سے علی رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمانے لگے۔ کیا کیا ہے تم نے ام ہانی کے ساتھ؟ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اس خدا کی جس نے سچائی کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا ہے۔ امِ ہانی رضی اللہ عنہا نے میرے ہاتھ کی جس میں تلوار تھی سختی سے گرفت کر لی تھی کہ میں چھڑا نہ سکا مگر بدشواری تمام اتنی دیر میں وہ مشرک سب میرے داؤ سے بھاگ گئے۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا: ابو طالب کے یہاں اگر لوگ سبھی پیدا ہوتے تو سب ہی شجاع و بہادر ہوتے۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے جنھیں پناہ دی ہم نے بھی پناہ دے دی، جنھیں انہوں نے امان دے دی ان سے اب تمہیں کچھ تعرض نہیں۔ لیکن ہبیرہ تو وہ ام ہانی کے گھر سے نجران کو بھاگ گیا اور وہیں رہا اور کافر مرا''۔

اس طویل وضعی روایت سے شیعہ مؤلف نے نسلی و خاندانی وموروثی امامت کے پیش نظر ہی یہ تصور قائم کرنے کی مضحکہ انگیز ناکام کوشش کی ہے کہ اپنے والدین اور دادھیالی رشتہ داروں کی طرح جنھیں نسلاً بعد نسل تقیۃً موحد اور ابراہیمی شریعت کا متبع کہا گیا ہے، ام ہانی رضی اللہ عنہا پہلے سے مسلمان تھیں مشرک و کافر شوہر اور اس کے عزیزوں کو پناہ اسی سبب سے دے دی تھی مگر یہ سب کذب محض ہے۔ پچھلے اوراق میں ناقابل تردید باوثوق شواہد تاریخ سے ثابت ہو چکا ہے کہ ۸ ھ میں بہ وقت فتح مکہ دشمن اسلام شوہر کے فرار ہو جانے کے بعد ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کے سسرالی عزیزوں دیور جیٹھ کے ان کے گھر میں پناہ لینے ہی سے ثابت ہے کہ ان کا گھر مخزومی محلے میں تھا۔ مندرجہ بالا روایت کے اس فقرے سے کہ حارث بن ہشام (ابوجہل کا سگا بھائی) قیس ابن السائب (ہبیرہ کا چچیرا بھائی) اور مخزومی خاندان کے چند لوگ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں پناہ گزین تھے''۔ بخوبی واضح ہے کہ ام ہانی کا گھر ان ہی مخزومیوں کے پڑوس میں تھا نہ کہ مفروضہ شعب ابو طالب یا اصلی شعب بنی ہاشم میں جو مخزومی محلے سے تقریباً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میل سوا میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔

شیعہ مؤلف کو اپنے امام اول حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی سگی بڑی بہن کا دشمن اسلام شوہر کی زوجیت میں ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد بھی اکیس برس تک اسی کی زوجیت میں برابر رہنا، اس کے فرار ہونے پر اسلام قبول کرنا بہت اکھرتا تھا اسی وجہ سے انھوں نے اس مستند ومشہور روایت کے الفاظ میں ردّ و بدل کرنے کی مذموم حرکت کی ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل نبوت ام ہانی کو حبالہ عقد میں لانے کی غرض سے ابوطالب کو پیغام دینے اور آپ کا پیام قبول نہ کرنے کی پچھلے اوراق میں درج ہو چکی ہے۔ اب شیعہ مؤلف کی نقل کردہ روایت ملاحظہ ہو اس عنوان کے تحت کہ ''در ذکر زنانے کہ در حضرت رسول خدا نامزد شُدَ ند وبایشاں زفاف واقع نہ شد''۔

ناسخ التواریخ کے شیعہ مؤلف ام ہانی کے ذکر میں لکھتے ہیں:

''ام ہانی ھی فاختہ بنت ابی طالب۔ گویند قبل از بعثت، پیغمبر اُو را خواستاری کردو ابوطالب اُورا ابا ہبیرہ بن ابی وہب نکاح بَست۔ پیغمبر فرمود: اے عم! ہُبَیرہ را برمن اختیار کردی۔ گفت: من از ایشاں دختر گرفتہ بودیم وکریم آنست کہ مکافاتِ کریم کُند واز جانب تو خاطر خویش آسودہ دارم ودانم از صلاحِ من بیروں نشوی۔ بعد از بعثت پیغمبر ام ہانی مسلمانی گرفت وباہبیرہ جدائی افگند۔ ہم دریں وقت رسول خدا ایش خواستاری کرد۔ عرض کرد کہ من تُرا در جاہلیت دوست داشتم چہ گُونہ دراسلام نہ خواہم۔ سوگند باخدائے کہ تُرا از چشم وگوشِ خود دوست تر دارم لکن مرا کُودکاں ویتیماں ست بیم دارَم کہ درخدمت تو رعایت ایشاں ناچیز کردم واگر برایشاں پردارم از

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمت تو باز مانم وشرم دارم کہ چوں بجامۂ خواب من درآئی کُود کے تکیہ زدہ بینی واں دیگر شیر ہمی خوردہ پیغمبر فرمود خیر نساء رکبن الابل نساء قریش احناہ علی ولدہ فی صغرہ''۔

''ام ہانی ① یہ فاختہ دختر ابوطالب ہیں کہتے ہیں کہ نبوت سے پہلے پیغمبر صاحب نے ان سے اپنے نکاح کا پیام دیا تھا ابوطالب نے ہبیرہ بن ابووہب سے ان کا نکاح کر دیا۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا: اے چچا! ہبیرہ کو مجھ پر ترجیح دی ابوطالب نے کہا: میں نے تو ان لوگوں کی بیٹی لی ہے اور کریم وہ ہے جو مکافات کریم کی کرے تمہاری جانب سے تو میں اپنا دل آسودہ رکھتا ہوں اور جانتا ہوں تم میری صلاح ومشورے سے باہر نہ ہو گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد ام ہانی رضی اللہ عنہا مسلمان ہوگئیں اور ہبیرہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ نیز اسی وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پیام نکاح دیا۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ عہد جاہلیت (قبل از اسلام) میں جب آپ سے محبت کرتی تھی، زمانۂ اسلام میں کیوں نہ کروں گی؟ قسم بخدا! اپنے چشم وگوش سے زیادہ آپ مجھے محبوب ہیں لیکن میں بچوں اور یتیموں والی ہوں، خوف اس بات کا ہے کہ آپ کی خدمت میں رہوں تو ان کی دیکھ بھال نہ کرسکوں، ان کی دیکھ بھال کروں تو آپ کی خدمت نہ کر سکوں۔ اس کی شرم ہے کہ آپ استراحت فرمانے میرے پاس آئیں ایک بچے کو میرے گھٹنے سے لگا دیکھیں دوسرے کو دودھ پیتے۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا: عورتوں میں قریش کی عورتیں بہتر ہیں اپنے

① ام ہانی کا اصل نام ہند تھا پچھلے اوراق میں ان کے شوہر کے شعر درج ہیں ان میں ہند ہی نام سے تخاطب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کمسن بچوں کی پرورش میں اپنا چین آرام بھول جاتی ہیں''۔

ان شیعہ مورخ نے مطلب برآری کے لیے روایت کی اصل عبارت میں جو مستند کتب تاریخ وسیر کے حوالوں سے پچھلے اوراق میں درج ہے، خط کشیدہ فقروں کے اضافہ اور بعض الفاظ کا ردّ و بدل کرنے کی مذموم حرکت بظاہر اسی لیے کی کہ خواہر علی ودختر ابوطالب کا شروعِ نبوتِ رسولِ خدا ﷺ سے مسلمان ہونا اور مشرک شوہر سے علیحدگی اختیار کر لینا ثابت کر سکیں مگر خود ان کی عبارت سے ہی ان کے دعوے کی تردید بھی ہو جاتی ہے۔ رسولِ خدا ﷺ کی بعثت کے بعد ہی وہ اگر مسلمان ہو گئیں تھیں اور شوہر ہبیرہ سے جدائی اختیار کر لی ہوتی، بالفاظ دیگر فتح مکہ ۸ ھ سے تقریباً اکیس برس پہلے ہی سے زناشوی کے تعلقات منقطع ہو چکے تھے تو فتح مکہ کے زمانے میں ہبیرہ کے فرار ہو جانے سے ان کی بے بسی کی حالت دیکھ کر اور خود انہی کے بھائی حضرت علی ہی کی گزارش پر آپ کو از راہ کرم جس وقت دوبارہ پیام دیا تھا تو ان کے یہ عذر پیش کرنے سے کہ میں ایسے خرد سال بچوں والی ہوں کہ ایک گھٹنے سے لگا ہو، اور دوسرا دودھ پیتا ہو۔ مجھے شرم آتی ہے کہ ایسی حالت میں ''بجامۂ خواب من درآئی'' آپ استراحت فرمانے میرے پاس آئیں، روز روشن کی طرح اسی واقعہ کا ثبوت ملتا ہے جیسا دوسرے سب مستند مورخین ومولفین کا بیان ہے کہ ہبیرہ کے فرار ہو جانے پر وہ مسلمان ہوئیں، یہ خرد سال بچے اسی شوہر کے تھے، بصورت دیگر اکیس برس پہلے کی اولاد نوجوان ہوتی گھٹنے سے لگے ہونے اور شیر خوار ہونے کا کوئی سوال ہی نہ ہوتا۔ سچ ہے۔ دروغ گورا حافظہ نباشد۔

قصہ مختصر ام ہانی رضی اللہ عنہا سے منسوبہ روایت اسراء (معراج) نیز ان کے اور ان کے شوہر کے ذاتی وخانگی حالات کے سلسلے میں وضعی روایتوں میں جو غلط باتیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہی گئی ہیں اظہار حقیقت کے لیے اس قدر طویل گفتگو ناگزیر تھی۔ تاریخی واقعات اور وضعی روایتوں اور عقائد کی بمرور زمانہ کچھ ایسی گڈ مڈ ہوئی ہے کہ عام لوگوں کو یہ تمیز کرنا مشکل ہے کہ یہ کہانیاں جن کے چند نمونے آپ نے ملاحظہ کیے نیز وہ جو عالم خطیبوں کی زبان سے ادا ہوتے ہیں آیا جزو اسلام ہیں یا ہو سکتے ہیں حتی کہ عام لوگوں کا ذکر کیا پڑھے لکھوں کی زبانِ دَہن وزبانِ قلم سے صحیح لفظ، ''اسراء'' کے بجائے ''معراج'' ہی بیان ہوتا ہے ہمیں بھی جا بجا اسراء کے ساتھ لفظ ''معراج'' لکھنا پڑا۔

لفظ معراج:

قرآن مجید میں کہیں کسی جگہ بھی لفظ معراج نہیں آیا نہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت اسراء میں اور نہ قرآن مجید کی کسی اور آیت میں۔ بعض حدیثوں اور روایتوں میں سیڑھی کے ذریعہ آسمانوں پر چڑھ جانے کا ذکر ہے۔ سیڑھی کو عربی میں معراج کہتے ہیں۔ پس اس سیڑھی ومعراج کی نسبت سے نبی کریم ﷺ کے اسراء (سفر شبانہ) کا یہ اہم واقعہ معراج ہی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

''انه لم يكن على البراق بل رقى المعراج وهو السُّلَّم''۔ ①

''(آنحضرت ﷺ کا آسمانوں کا سفر) براق پر نہ تھا بلکہ معراج کے ذریعہ گئے تھے اور معراج سے مراد سیڑھی ہے''۔

سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ

بیت المقدس میں جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا، تو سیڑھی لائی گئی۔ فلمّا فرغت ممّا كان في بيت المقدس اتى بالمعراج اور یہ معراج (سیڑھی) کچھ اس

① فتح الباری شرح بخاری ج ۷ ص ۱۶۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درجہ خوشنما ودلآویز بتائی گئی ہے کہ مرنے والا، عین بحالت جانکنی اسے دیکھنے کو آنکھیں کھول دے۔ وھو الذی یمیل الیہ المیت اذا حضر ۔ ①

دوسری روایت میں ہے کہ ایک نہیں، سوسیڑھیاں لائی گئیں، ایک چاندی کی دوسری سونے کی۔ انہیں سیڑھیوں پر چڑھ کر یہ دونوں حضرات، جبرائیل اور آنحضرت ﷺ، آسمانوں پر گئے تھے۔ فوضعت لہ مرقاۃ من فضۃ ومرقاۃ من ذھب حتی عرج ھو وجبرائیل۔ ②

نیز ابوسعید کی روایت میں جنت الفردوس سے فرشتوں کے جلو میں سیڑھی کا آنا ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

''انّہ اتٰی بالمعراج من جنّۃ الفردوس وانّہ منضد باللؤلؤ وعن یمینہ ملائکۃ وعن یسارہ ملائکۃ ''۔ ③

''بہشت سے ایک سیڑھی لائی گئی جس میں موتی جڑے ہوئے تھے اس کے دائیں طرف بھی فرشتے تھے اور بائیں طرف بھی فرشتے تھے''۔

اس بہشتی سیڑھی کی وضع زیبائش کی مزید تصریح مؤلف ناسخ التواریخ نے مندرجہ ذیل عبارت میں کی ہے:

''معراج یعنی نردبانے کہ سربرآسمان داشت ...... وفرشتگان ازآں برآسماں عروج می نمودند عارضتین آں یکے از یاقوت واں دیگر از زمرد بود وپایہ یکے از زرد یکے ازسیم داشت وباڈرّو یاقوت مرصّع بُود وایں آں معراج است کہ ملک الموت برائے قبض ارواح ازآں فرو شُوَد وازیں روکے مردم محتضر چشم خویش بدیدن آں معراج تتد

①②③ فتح الباری۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کنند''۔ ①

دوسرے شیعہ مؤلف و مجتہد فرماتے ہیں:

''آسمان اول پر چڑھنے کی سیڑھی تو مروارید کی بنی ہوئی تھی اور آسمان دوم پر جانے کی سیڑھی یاقوت کی تھی جسے سبز زبرجد سے مزین کیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ اور آسمانوں پر چڑھنے اترنے کی سیڑھیاں نور کی تھیں۔ جو ہر قسم کے نوروں سے گھری تھیں''۔ انواع نور ہا باآں احاطہ کردہ''۔ ②

مؤلف کتاب ''رسالت خاتم النّبیین ﷺ'' نے بعض متشکّکین کے رفع شبہات کی غرض سے جو جنت الفردوس سے کسی سیڑھی کے آنے اور اس کے ذریعہ آسمانوں پر چڑھ جانے کو قانون فطرت کے خلاف سمجھتے اور ممتنعاتِ عقلی میں شمار کرتے ہیں، یہ فرمایا ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ کے زینے کے ذریعہ آسمان پر چڑھنے کی تصدیق میں کوئی تذبذب نہیں ہونا چاہیے جبکہ یہ معاملہ خدا کی قدرت کی طرف منسوب ہے۔ حالانکہ موجدین فن نے برقی قوت سے استفادہ کرتے ہوئے لفٹ (Lift) کے ذریعہ انتہائی سرعت سے اوپر چڑھنے کی ایجاد پر قابو پالیا ہے''۔ ③

پھر اُڑن طشتریوں کی مثال یہ کہہ کر پیش کی ہے کہ سو سے ایک سو بیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اُڑتی ہیں۔ مؤلف موصوف نے ایٹمی قوت کے عجائبات کا، راکٹوں کی محیر العقول سرعت رفتار اور خلا نوردوں کا زمین سے لاکھوں میل دور

① ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۷۔
② حیات القلوب ج ۲ ص ۲۹۹۔
③ رسالت خاتم النبیین ﷺ ص ۲۳۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاند اور مریخ پر پہنچنے اور تسخیر قمر کرنے اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ ان کی تصاویر بھیجنے کا زمانہ نہیں پایا ورنہ شاید وہ ان کی مثال بھی پیش کرتے۔ پھر یہ سب تو انسان ضعیف البنیان کی ایجادات ہیں، اللہ جل شانہ کی قدرت سے تو سب ہی کچھ ممکن الوقوع ہے۔ ایک مؤلف کا یہ قول اس وقت پیش نظر ہے وہ کہتے ہیں:

''یہ راوی اپنے قدیم زمانے کی محدود معلومات کے اعتبار سے کہ کرۂ ارض کو گول کے بجائے چپٹا و بسیط جانتے آسمانوں کا فاصلہ چند ہزار گز سے زیادہ نہیں سمجھتے تھے اور اس بنا پر آسمانوں پر چڑھنے اترنے کا ذریعہ سیڑھی وزینے کے سوائے وہ اپنے فہم وخیال میں کچھ اور نہ لا سکے نہ برقی قوت کو جانتے تھے نہ ہوائی پرواز کا تصور قائم کر سکتے تھے۔ برقی قوت سے چلنے والا لفٹ ہو یا ایٹمی قوت کے راکٹ، خلانوردوں کے طیارے ہوں یا ٹیلی ویژن کے سیٹ ہوں، یہ سب عہد حاضر کی ایجادات مؤلف موصوف کے زمانہ کے بعد کی ہیں۔ وہ اس زمانے میں بقید حیات ہوتے نہ معلوم اس سلسلہ میں اور کیا دلیل پیش کرتے''۔

سیڑھی (یعنی معراج) کے استعمال کے علاوہ بعض روایتوں میں جن کا ذکر ضمناً آ چکا ہے یہ بیان بھی ہے کہ جبرئیل آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر یا اپنے ایک پَر پر بٹھا کر یا بقول مُلّا صاحب ''مانند آشیانِ مرغ'' ایک کرسی پر بٹھا کر آسمان پر لے گئے۔ اس طرح کے سفر کے لیے عرج بہ کے لفظ آئے ہیں بعض لوگوں کا قول ہے کہ اسی لفظ عروج سے آپ کا یہ رات کا سفر (اسراء) معراج کہلایا۔ جبرئیل آپ کو ساتھ لے کر اوپر چڑھے اور آسمان اول کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ محافظ فرشتے نے پوچھا: کون؟ جبرئیل نے اپنا نام بتایا۔ پوچھا: تمھارے ساتھ کوئی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے؟ کہا: میرے ساتھ محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا کیا یہ بلائے گئے ہیں؟ جواب اثبات میں پا کر محافظ فرشتے نے دروازہ کھول دیا۔ آپ مع جبرئیل کے داخل ہوئے ایک شخص نظر آیا جو اپنے داہنی طرف دیکھ کر ہنستا، بائیں جانب دیکھ کر روتا تھا۔ جبرئیل نے بتایا: یہ آدم ہیں داہنی طرف ان کی اولاد کی جنتی ارواح کی پرچھائیاں ہیں انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ بائیں جانب ان کی ذریات کی دوزخی روحوں کی پرچھائیاں ہیں انھیں دیکھ کر روتے ہیں۔ آسمانِ اول کے اس مشاہدۂ اولین کی روایت کے سراسر برخلاف شیعہ مجتہد فرماتے ہیں کہ

''آسمانِ اول پر ایک پیر مرد کو درخت کے نیچے بیٹھا دیکھا جس کے گرد شیر خوار بچوں کا ہجوم تھا درخت میں گائے کے تھنوں کی طرح تھن لٹکے ہوئے تھے جن سے یہ بچے دودھ پیتے تھے۔ جبرائیل نے بتایا یہ پیر مرد ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ شیر خوار بچے شیعانِ علی کے ہیں۔ ان بچوں کے تغذیے اور تربیت کا اہتمام ان کے سپرد ہے۔ ان ہی سے یہ قول بھی منسوب ہے۔ فرماتے ہیں:

''اینہا اطفال شیعانِ (علی) اند، مَن از حق تعالیٰ سؤال کردَم کہ مرا مامور کُنَد تربیت ایشاں کُنَم''۔ ①

''یہ بچے شیعانِ علی کے ہیں۔ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ مجھے ان کی تربیت پر مامور فرما دے''۔

آسمان اول پر ہی ان کو دو نہریں نظر آئیں، دوسری روایتوں میں ہے کہ بیت المعمور کی جڑ میں سے چار نہریں نکلتی ہیں دو ظاہر اور دو پوشیدہ۔ ظاہر نہریں دریائے نیل وفرات کی اصل ہیں اور پوشیدہ نہروں میں نہر کوثر ہے جس پر لؤلؤ

① حیاۃ القلوب جلد ۲ ص ۲۸۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور زبرجد کا محل تعمیر تھا۔ زمین اس کی مُشک ازفر کی تھی۔ جبرئیل نے بتایا کہ یہ نہر کوثر آپ کے لیے ہے۔ مُلّا صاحب نے دوسری نہر سلسبیل بتائی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نامزد ہے۔

ایک اور آسمان پر جبرئیل آپ کو ایسے مقام پر لے گئے جہاں (قلموں کے چلنے کی آوازیں) صریف الاقلام سنائی دیتی تھیں۔ ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ فرشتوں کے لکھنے کی سرسراہٹ کی آوازیں تھیں اور یہ فرشتے مقدمات کی روددادیں اور امثلہ مرتب کر رہے تھے ای صوت الاقلام حال الکتابة کانت الملائکة تکتب الاقضية گویا وہ مقام کوئی آسمانی دفتر سیکریٹریٹ کے طور سے تھا۔ دیگر نشانیوں میں جنت و دوزخ کے مشاہدات اور پیغمبروں اور فرشتوں کی ملاقاتوں اور گفتگوؤں کے بیانات ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰ بوقت ملاقات رونے بھی لگے تھے۔

''فنودی ما یبکیک قال رب ھذا غلام بَعَثۡتَهٗ مِنۡ بعدی یدخل من امته الجنة اکثر مما یدخل من امتی ''۔

''پس آواز آئی کیوں روتے ہو۔ کہا: اے رب یہ لڑکا جس کو تو نے میرے بعد نبوت دی ہے، اس کی امت کے لوگ میری امت والوں سے زیادہ جنت میں جائیں گے (اس وجہ سے روتا ہوں)''۔

مُلّا صاحب نے جنت کے مشاہدات کے ضمن میں یہ بیان کرتے ہوئے کہ ایک درخت کے نیچے دو فرشتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ملبوسات وزیورات تیار کر رہے تھے اور تا قیامِ قیامت کرتے رہیں گے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ''حور یہ بصورت انسان'' بتانے کے لیے پیغمبر صاحب سے یہ کلمات منسوب کرنے کی جسارت کی ہے۔ یعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''چوں بیشتر رفتم رُطبے برائے من آوردند از مشک خوشبوتر واز عسل شیریں ترمن یک رطب را گرفتم وخوردم۔ واں رطب نطفہ شد درپشت من وچوں بزمین آمدم باخدیجہ رضی اللہ عنہا نزدیکی کردم داد بفاطمہ رضی اللہ عنہا حاملہ شد۔ پس فاطمہ رضی اللہ عنہا حوریہ است بصورت انسان ہرگاہ مشتاقِ بہشت می شوم فاطمہ رضی اللہ عنہا را می بوسم کہ ریحانۂ بہشت است''۔ ①

''میں جب اور آگے چلا میرے واسطے کھجوریں لائے جو مُشک سے زیادہ خوشبودار اورشہد سے زیادہ شیریں تھیں۔ ایک کھجور میں نے اٹھا کرتناول کی وہ میری پشت میں نطفہ بن گئی۔ جب میں زمین پر آیا خدیجہ سے قربت کی فاطمہ کا حمل ٹھہر گیا، پس فاطمہ رضی اللہ عنہا حوریۂ بہشت ہے بصورت انسان۔ جب جب بہشت کا مشتاق ہوتا ہوں، فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چومتا ہوں کہ وہ ریحانۂ بہشت ہے''۔

سفرِمعراج کی یہ چند مثالیں امِ ہانی رضی اللہ عنہا سے منسوب روایت کی مزید وضاحت کی غرض سے اس موقع پر اس لیے اور بھی پیش کی گئی ہیں کہ سید الانبیاء وخاتم النّبیین علیہ السلام کی نبوت کے اس عظیم واقعہ کے بیان اور آیت اسریٰ کی تفسیر وتاویل میں بالخصوص شیعہ مؤلفین ومجتہدین کی تالیفات میں جو عجوبات درج ہیں شاید ایسی ہی تاویلات باطلہ کے متعلق جن کا بیان صوفی ومُلّا بالعموم کیا کرتے ہیں حضرت اقبال فرما گئے ہیں۔

زمن بر صوفی و ملاّ سلامے کہ پیغامِ خدا گفتند ما را
ولے تاویلِ شاں درحیرت انداخت خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

① حیات القلوب، جلد ۲ ص ۲۹۳.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

توہین وتکفیر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ:

معراج کے جسمانی یا روحانی ہونے کے متعلق سلف سے خلف تک اختلاف رائے برابر رہا ہے۔ غالب اکثریت معراج جسمانی کو مانتی ہے اور اقلیت جس میں نمایاں وممتاز مقام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ودیگر اکابر صحابہ حضرت حذیفہ بن الیمان وبعض علماء تابعین کو حاصل تھا، معراج روحانی کی قائل تھی۔ ① بایں ہمہ ایک فریق نے دوسرے کی مذمت، توہین یا تکفیر کا اس خصوص میں کبھی خیال بھی نہ کیا۔ آیت اسریٰ پر معراج روحانی کے قائلین کا ایمان وایقان اسی طرح ہے جس طرح قائلین معراج جسمانی کا۔ بعض حدیثوں اور روایتوں میں جو تفصیلات اس اہم واقعہ کی آئی ہیں اس کے کچھ حصے کو یا ام ہانی سے منسوبہ وضعی روایت کے نہ ماننے والوں کی مذمت یا تکفیر کا کوئی جواز پیدا کرنے کا کبھی کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔ کیونکہ مسئلہ تفسیر وتاویل کا ہے نہ اس کے (معاذ اللہ) انکار کا۔ اب سنیے نام نہاد ''خراسان اسلامک سینٹر خراسان اسکوائر کراچی'' کی جانب سے ایک کتابچہ ''معراج'' نام (مطبوعہ آئیڈیل پرنٹرس کراچی) بطور اشاعت ۱۶ بتعدادِ کثیر شائع کیا گیا ہے۔ ابتداء میں آیت اسریٰ کا ترجمہ مندرجہ ذیل عبارت میں کرتے ہوئے مسجد اقصیٰ کو آسمانی مسجد بنا دیا ہے۔

> ''ترجمہ: وہ خدا (ہر عیب سے) پاک وپاکیزہ ہے جس نے اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (آسمانی مسجد) تک سیر کرائی۔ جس کے چوگرد ہم نے ہر قسم کی برکت مہیا کر رکھی

① جیسا کہ ہم پیچھے حواشی میں صراحت کر آئے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے معراج کے روحانی ہونے کے قول کی نسبت ثابت نہیں۔ بلکہ درحقیقت کوئی ایک صحابی بھی ایسا نہیں تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے روحانی ہونے کا قائل ہو۔ (محمد فہد حارث)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے تاکہ ہم اس کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں اس میں شک نہیں کہ وہ (سب کچھ) سنتا (اور) دیکھتا ہے''۔

مسجد اقصیٰ کو آسمانی مسجد شیعہ اپنے پانچویں امام جعفر صادق کے منسوب اس قول کی متابعت میں بتاتے ہیں کہ

''۱۔ مسجد اقصیٰ کہ حق تعالیٰ فرمود در آسمان است واں مسجدے کہ در شام ست مسجد کوفہ از آں بہتر است''۔ ①

''حق تعالیٰ نے جس مسجد اقصیٰ کے متعلق فرمایا ہے وہ مسجد آسمان پر ہے اور جو مسجد (علاقہ) شام میں ہے اس سے مسجد کوفہ بہتر ہے''۔

دوسری جگہ یہی شیعہ مجتہد فرماتے ہیں:

''۲۔ مشہور آنست کہ مراد از مسجد اقصیٰ مسجدے است کہ در شام معروف است از احادیث معتبرۂ بسیار ظاہر می شَوَد کہ مراد بیت المعمور است کہ در آسمان چہارم است و دُور ترین مسجد ہا است''۔ ②

''مشہور تو یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ سے مراد اس مسجد سے ہے جو علاقہ شام میں معروف ہے مگر معتبر حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مراد بیت المعمور ہے جو چوتھے آسمان پر ہے اور یہی بہت دور کی مسجد ہے''۔

''۳۔ حق تعالیٰ پیغمبر خود را در شب معراج از مسجد الحرام بسوئے مسجد اقصیٰ بُرد۔ و مراد از مسجدِ اقصیٰ بیت المعمور است''۔ ③

''حق تعالیٰ اپنے پیغمبر کو شب معراج میں مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا۔ مراد مسجدِ اقصیٰ سے بیت المعمور ہے جو چوتھے آسمان پر ہے''۔

①②③ حیات القلوب ج ۲ ص ۲۹۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاقہ شام کی جس مسجد سے مسجد کوفہ کو شیعہ بہتر بتاتے ہیں وہ مسجد عمر رضی اللہ عنہ ہے جو شہر یروشلم اور بیت المقدس کے عہدِ رسالت سے صدیوں پہلے آخری مرتبہ پیوند خاک ہوکر نیست و نابود ہو جانے کے بعد خلافت فاروقی میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھنے کا کبھی اتفاق نہ ہو سکا تھا۔ اگرچہ کوفہ کی مسجد بھی عہدِ فاروقی ہی میں تعمیر کی گئی تھی، حضرت علی بزمانۂ قیامِ کوفہ اس میں البتہ نماز یں پڑھا کرتے تھے۔ شاید اس وجہ سے مسجد کوفہ کو مسجد شام سے یہ مؤلفین بہتر بتاتے ہیں۔

عہد فاروقی کا مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ جنگ اجنادین کے بعد یروشلم کے بطریق نے یہ شہر اس شرط پر مسلمانوں کے حوالے کرنا چاہا کہ خلیفہ وقت (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) بذاتِ خود تشریف لائیں، درخواست منظور ہوئی۔ حضرت فاروقِ اعظم نے علاقۂ شام کا وہ یکتا مثالی سفر کیا تھا جو اپنی نوعیت سے تاریخ میں یادگار ہے۔ مقام جابیہ پر عیسائی وفد حاضر ہوا۔ ان کی معیت میں یروشلم تشریف لے گئے۔ عیسائی کلیسا کی عمارت ملاحظہ کرتے وقت نماز کا وقت آ گیا۔ سنوروینس بطریق نے ہر چند چاہا کہ کلیسا ہی کی عمارت میں ادا کرلیں آپ مسکراتے ہوئے باہر سیڑھیوں پر آ گئے وہاں نماز ادا کی۔ بطریق سے فرمایا:

"عمر تمھارے کلیسا میں نماز پڑھ لیتا مسلمان اس مثال کی پیروی کرتے کلیسا باقی نہ رہتا"۔

جس مقام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی تھی وہیں یہ مسجد بنی جو ہیکل سلیمانی ① (بیت المقدس) کی دوبارہ تباہی کے بعد تعمیر ہوئی تھی۔ بنی اسرائیل کی

① پہلی مرتبہ بیت المقدس (ہیکل سلیمان) کی تباہی و بربادی بخت نصر شاہ بابل کے وحشیانہ حملے سے ۵۸۸ قبل مسیح میں ہوئی۔ بے شمار یہودی قتل ہوئے بقیہ قید و اسیر ہو کر بابلی علاقوں میں بھیجے گئے۔ شہر یروشلم کھنڈر ہو گیا۔ بیت المقدس کی ایک ایک اینٹ چور چور کر دی گئی پھر <==

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

==> کوئی نصف صدی بعد بابلی حکومت کے زوال اور ایرانی بادشاہ کی مدد سے یہودی قیدیوں کو رہائی ملی۔ یروشلم پھر آباد ہوا۔ بیت المقدس از سر نو تعمیر کیا گیا۔ بمرور زمانہ یہودیوں میں پھر شرک اور فسق و فجور کی کثرت ہوئی۔ بداعمالیوں اور نبیوں کی ضرر رسانی سے مستوجب عذاب الٰہی ہوئے۔ ۷۰ء میں رومی بادشاہ ٹیٹس (Titus) نے یروشلم پر خوفناک حملہ کر کے یہودیوں کا قتل عام کیا اور بچے کھچے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔ سارا شہر مسمار کر ڈالا بیت المقدس کو جڑ بنیاد سے اکھڑوا کر وہاں زراعت کیے جانے کا حکم دے دیا۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۵۵)
اس دوسری تباہی کے بعد سے بیت المقدس پھر کبھی نہ تعمیر ہو سکا۔ یہ پُرغم واقعہ آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے پانچ سو برس پہلے کا ہے یہودیوں کے سیاسی اقتدار کا خاتمہ ہو کر ارض فلسطین پر عیسائی حکومت کا دور دورہ ہوا۔ بیت المقدس کی جگہ عیسائی کلیسا بن گیا۔ یہ صورت حال اسلام آنے تک باقی رہی۔ وبقی الامر کذلک الٰی ان جاء الاسلام ۔ (ایضاً)
جلاوطن یہودی حجاز و یمن، ایران و افغانستان وغیرہ میں مسکن گزین ہوئے۔ عہد رسالت میں یثرب (مدینہ) اور اس کے نواح نیز خیبر وغیرہ میں ان کی آبادیاں تھیں، یہود بنی اسرائیل ہی کی ایک شاخ ہیں، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے اسحاق کے فرزند یعقوب کی نسل ہیں۔ جن کا لقب اسرائیل تھا اہل عرب جن کے معزز قبیلہ قریش کو آنحضرت ﷺ کی ولادت کا شرف حاصل ہوا حضرت ابراہیم کے بڑے صاحبزادے اسماعیل علیہ السلام کی نسل ہیں۔ جنہوں نے اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معیت میں مکہ بیت العتیق (خانہ کعبہ) کی بھی تعمیر کی تھی اس سے کوئی ایک ہزار برس بعد حضرت سلیمان نے یروشلم میں ہیکل (بیت المقدس) بنایا تھا۔ یہ دونوں مقامات دین حنیف کے پیروکاروں کے لیے وقف عبادت قبلہ رہے۔ بنی اسرائیل کے ارض فلسطین کے منصب تولیت سے علیحدہ اور محروم ہو جانے پر نبی کریم ﷺ کو دونوں مقامات کی تولیت تفویض ہوئی کعبہ و بیت المقدس دونوں کی جانب نمازوں میں رخ کرنے کا حکم دیا۔ ۱۶ مہینے بیت المقدس نمازوں میں قبلہ رہا۔ یہودیوں کے دعوت اسلام نہ قبول کرنے اور دشمنان اسلام سے سازشیں کرنے پر شعبان ۲ھ میں تحویل قبلہ کر کے صرف کعبہ کی طرف نمازیں پڑھنے کا حکم دیا۔ ''فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ '' ''تو اے پیغمبر اب (چاہیے) کہ تم اپنا رخ مسجد حرام (کعبہ) کی طرف پھیر لو''۔ یہودیوں کو اسلام دشمنی غداری و عہد شکنی کی سزا میں عرب سے جلاوطن کیا گیا اور کچھ کو سزائے قتل ملی یہ تیسری تباہی و بربادی اس مغضوب قوم کی تھی، ارض فلسطین عہد فاروقی میں مملکت اسلامی میں شامل ہوا۔ مسجد عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ یروشلم میں اموی خلیفہ الولید بن عبدالملک نے کلیسا کے بجائے عالیشان مسجد تعمیر کی۔ (ایضاً) جو بقول ابن خلدون ''بلاط الولید'' سے موسوم ہوئی و کانت العرب تسمیہ بلاط الولید (۲۵۵)۔ اموی خلافت کے آخری سال شدید زلزلہ ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معصیتوں کی پاداش میں یروشلم اور بیت المقدس دو مرتبہ پیوند خاک ہو گیا تھا۔

تاریخ التواریخ کے شیعہ مؤلف لکھتے ہیں:

''تمامت بیت المقدس با خاک یکساں شدواین خرابی از قضا در ہماں فصل وہماں ماہ وہماں روز بود کہ بیت المقدس بدست بخت نصر ویراں گشت''۔ ①

''بیت المقدس تمام کا تمام پیوند خاک ہو گیا اور یہ بربادی مشیت ایزدی سے اسی فصل اسی مہینے اور اسی روز ہوئی کہ بیت المقدس بخت نصر کے ہاتھوں ویران ہو گیا تھا''۔

الغرض ۰ ۷ ء میں دوبارہ خاکستر ہو جانے کے بعد پھر کبھی بیت المقدس تعمیر نہ ہو سکا۔ پہلی مسجد عہد رسالت کے بعد جو یہاں تعمیر ہوئی وہ مسجد عمر رضی اللہ عنہ ہے پھر اموی خلیفہ الولید نے کلیسا کی جگہ عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔ شیعہ مؤلف نے اس مسجد اقصیٰ کو آسمان چہارم پر بنایا ہے جس کے دروازہ پر یہ عبارت کندہ بتائی جاتی ہے:

''نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد خدا کے رسول ہیں۔ علی خدا کے حبیب ہیں حسن اور حسین خدا کے دوست ہیں، فاطمہ خدا کی کنیز ہیں اور ان سب کے دشمنوں پر خدا کی لعنت''۔ ②

==> سے بڑا حصہ اس کا منہدم ہو گیا تھا۔ ۱۳۷ھ میں امیر المومنین ابو جعفر المنصور عباسی رحمہ اللہ نے اسے مزین کرایا جو صدیوں سے باقی ہے۔ صلیبی جنگوں کے زمانہ میں عیسائی گرجا میں اس مسجد کو تبدیل کیا گیا تھا۔ سلطان صلاح الدین نے عیسائیوں کو شکست دے کر ۵۸۷ھ میں واگذاشت کرالی۔ مسلمانوں کی مرکزی قوت ترکی خلافت کے خاتمے سے اب چوتھی مرتبہ اسرائیلی قوت ارضِ فلسطین میں اسلام دشمنی سے اماکن مقدسہ کے لیے سخت خطرہ کا موجب ہے کاش دنیائے اسلام متحدہ قوت سے اس کا سدباب کر سکے۔

① تاریخ التواریخ ج ۲ ص ۶۱۵.

② حوالہ مذکورہ: ص ۷، کتابچہ معراج، منجانب خراسان اسلامک سینٹر، کراچی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یہ مؤلف بھی کہتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ (شب معراج) جناب ام ہانی کے گھر میں تشریف فرما تھے اور وہاں سے آسمانوں کی طرف گئے تھے''۔ کس طرح گئے تھے، صراحت اس کی نہیں کی۔ مزید لکھتے ہیں کہ ''آسمانوں پر پانچ پانچ عطیات آنحضرت اور علی کو دیئے گئے۔ آنحضور ہی کی زبانی کہلوایا ہے کہ

(۱) مجھ کو جوامع کلمات یعنی قرآن دیا اور علی کو جوامع علوم بخشا۔

(۲) مجھ کو نبی بنایا اور علی کو وصی۔

(۳) مجھ کو کوثر ① دیا اور علی کو چشمہ سلسبیل

(۴) مجھ کو حامل وحی قرار دیا اور علی کو حامل الہام

(۵) شب معراج میرے سامنے تمام حجابات اٹھا دیئے گئے۔ اس وقت میں علی کو دیکھتا تھا اور علی مجھ کو دیکھتے تھے''۔

مندرجہ بالا قسم کی دیو مالائی حکایتوں کو معراج جسمانی کے ثبوت میں پیش کرتے ہوئے معراج جسمانی نہ ماننے والوں پر اطلاق کفر کا کیا گیا ہے اسی کتابچے میں ''معراج جسمانی'' کے ذیلی عنوان سے ملاحظہ ہو کس عیاری سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ صلوۃ اللہ علیہا اور کاتب وحی امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کفر سے متہم کیا ہے۔ لکھتا ہے:

''سوائے ام المومنین حضرت عائشہ اور معاویہ ابن ابوسفیان تمام اہل اسلام کا اعتقاد اور ایمان ہے کہ آنحضرت کو معراجِ جسمانی ہوئی۔ اور جو معراج جسمانی سے انکار کرے وہ کافر ہے''۔ (ص ۳)

اسراء و معراج کے جسمانی یا روحانی ہونے کے بارے میں اختلاف رائے جیسا آپ پچھلے اوراق میں ملاحظہ کر چکے، صحابہ و تابعین کے زمانے سے برابر چلا آیا ہے۔ اکثریت معراج جسمانی کی قائل رہی ہے اور اقلیت معراج

① ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے: ''کوثر ھو الخیر الکثیر''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روحانی کی مگر ایک نے دوسرے کی تفسیق وتکفیر کرنے کی جسارت کبھی نہیں کی۔ اختلاف رائے تفسیر وتاویل کا ہے نہ معاذ اللہ انکار کا۔ اب آخر زمانے میں سرسید احمد خاں رحمہ اللہ نے ''تفسیر احمدی'' میں اس مبحث پر جملہ احادیث نقل کر کے اور اختلاف مطالب کو واضح کرتے ہوئے نہ صرف معراج روحانی کی تائید کی ہے بلکہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کیا ہے۔ معراج روحانی کے قائل کسی دوسرے صحابی کا نام نہ لکھنے سے عیاں ہے کہ قصاصِ خونِ عثمان ذوالنورَین کے معاملہ میں اختلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان بزرگواروں سے رہا تھا۔ وہ ہی اصلی سبب سبّ وشَتم کا ہے۔ سبائی ذہنیت کے مؤلفین کے علاوہ بعض اہل قلم بھی نسلی وخاندانی عصبیت جاہلیہ ہی کے جذبۂ فاسدہ سے اُموی سادات کرام حضرت عثمان، حضرت ابوسفیان، حضرت معاویہ، حضرت مروان رضی اللہ عنہم ودیگر اکابر بنی امیہ کی منقصت (تنقیص) کرتے کبھی نہیں چوکتے۔ بدترین نمونہ اس کا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی بدنام زمانہ کتاب ''خلافت وملوکیت'' ہے جو شاتم گروہ میں بہت مقبول ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت اسریٰ کی تفسیر میں ان صحابہ کا نام بنام ذکر کرتے ہوئے جن سے واقعہ معراج (اِسراء) کی تفصیلات حدیث اور سیرت کی کتابوں میں مروی ہیں، مودودی صاحب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اسمِ گرامی تو خیر سب سے آخر میں لکھ بھی دیا ہے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نامِ نامی جو ام المومنین موصوفہ کے نام کے ساتھ سب ہی متقدمین نے معراج کے بیان میں ان کے قول کے ساتھ لکھا ہے ان کے قلم سے صفحہ قرطاس پر نہ آسکا۔ تفسیر جیسے نیک کام میں بھی بغض معاویہ رضی اللہ عنہ اظہارِ حق میں مانع رہا۔ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نامِ نامی اور ان کے روشن کارنامے کسی کے مٹائے کب مٹ سکتے ہیں۔

پُورِ ① بُوسفیانؓ، خالُ المسلمین از وُجودَش رونق دنیا ودین

① یعنی امیر المومنین حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قائد ملت، امامِ روز گار رحمت حق بر رَوانش بے شمار
سرورِ ملت، امیر المومنین خاتم خیر الامم را چوں نگین
کاتب فرمانِ ربُّ العالمین نائب ذی قُوۃٍ ثم امین
اہل حق دانند اُو را فضل رب زانکہ دارَد ہادی ومہدی لقب
مثل جدَّش جامع اہل حرم نامِ اُو شُد جامع خیر الامم
ذات اُو حصن حصین مومنین مامَن از شَرِّ و فسادِ اہل کِیں
تازہ از سَعیش کمالاتِ سنن باز برپاشُد جہاد اندر زَمن
عظمت نورِ خلافت زندہ شُد شوکت اسلامیاں پائندہ شُد
نعمت کون ومکاں زیر نگیں رحمۃٌ للعالمیں را جانشیں
ناخدائے کشتی دین ہُدیٰ رہنمائے امت خیر الوریٰ
اوست معیارِ امامت در جہاں یعنی مِنہاجش شریعت را ست جاں
متفق با وے شُدند اربابِ دیں جملہ اصحابِ نبی وتابعیں
نیز جملہ اُمہات المومنین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

’’اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی‘‘

((بھلا نہیں پایا تجھ کو (اے محمد ہم نے) یتیم، پھر اچھی پناہ دی))

ولادت باسعادت بحالت یتیمی:

افضل البشر حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم جس وقت اس دنیا میں تشریف فرما ہوئے یتیم تھے اور اس وقت بطن مادرِ مشفقہ میں تھے جب آپ کے والد ماجد مکے سے ملک شام کو تجارتی سفر پر روانہ ہو رہے تھے۔ واپسی سفر میں اپنے والد کے ماموؤں کے یہاں یثرب میں انہیں چند دن بیوپار کے سلسلے میں قیام کرنا پڑا، وہیں یکایک بیمار پڑ گئے۔ علالت کی اطلاع جیسے ہی مکے پہنچی زبیر بن عبدالمطلب ان کے ماں جائے بڑے بھائی تیمارداری کی غرض سے بعجلت تمام یثرب جا پہنچے۔ حالت مرض کی مہلک ہو چکی تدبیر کوئی کارگر نہ ہوئی، بالآخر اپنے بڑے بھائی کی ہی آغوش میں دم توڑ دیا۔ متعدد کتب تاریخ وسیر میں زبیر بن عبدالمطلب کے بیمار بھائی کی تیمارداری کے لیے یثرب جانے، بوقت وفات موجود ہونے اور مراسمِ تدفین انجام دینے کا صراحتاً ذکر ہے۔ مورخ بلاذری جناب عبداللہ کے یثرب میں وفات پانے کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

’’وان اباہ بعث الیه الزبیر بن عبدالمطلب اخاہ فحضر وفاته وذُفن فی دار النابغة‘‘۔①

’’اور اُن (جناب عبداللہ) کے والد (عبدالمطلب) نے ان کے بھائی زبیر بن عبدالمطلب کو ان کے پاس (یثرب) بھیج دیا، ان کی

①انساب الاشراف ج ۱ ص ۹۲۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وفات کے وقت موجود تھے، دار نابغہ میں دفن ہوئے''۔

تقریباً یہی بیان اسد الغابہ میں بھی ہے۔''صاحب سیرۃ حلبیہ'' کہتے ہیں کہ

''وفی أسد الغابة ان عبدالمطلب ارسل الیه ابنه الزبیر شقیق عبدالله و شهد وفاته و دُفن فی دار النابغة ''۔①

''اسد الغابہ میں مذکور ہے کہ عبدالمطلب نے اپنے فرزند زبیر کو جو عبداللہ کے ماں جائے بھائی تھے ان کے پاس (یثرب) بھیج دیا تھا ان کی موت ان کے سامنے ہوئی۔ دار نابغہ میں دفن ہوئے''۔

اسی شہر یثرب سے، جو نصف صدی بعد جناب عبداللہ کے نادرہ روزگار فرزند نبی کریم کی ہجرت فرمائی پر مدینۃ النبی سے مشرف ہونے والا تھا، زبیر بن عبدالمطلب جب بصد حسرت و یاس ان کی تدفین کر کے مکے پہنچے ہیں اس کے چند ہی ہفتے بعد مرحوم بھائی کے یہ اِکلوتے فرزند عالم قدس سے عالم امکاں میں تشریف فرما ہوئے۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہُویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا:

''رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ''۔②

''اے رب ہمارے! ان میں سے ان کے درمیان ایک رسول پیدا کر جو ان کو تیرے احکام سنائے اور انہیں علم وحکمت سکھائے اور ان

①سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۵۵.
②سورۃ البقرۃ، آیت ۱۲۹ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اخلاق پاکیزہ کرے۔ تو ہی عزت وحکمت والا ہے''۔

نوید مسیحا:

''مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ ''۔①

''میں ایک ایسے رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد (فارقلیط) ہوگا''۔

دعائے خلیل علیہ السلام ونوید مسیحا علیہ السلام کے ان نومولود ویتیم عبداللہ کی آمد سے جناب زبیر کو جو یثرب میں اپنے پیارے بھائی کو دفنا کر غم زدہ لوٹے تھے، غیر معمولی خوشی تھی۔ نابینا دادا عبدالمطلب کی آنکھیں بھی جواں مرگ محبوب بیٹے کی یاد اور نومولود پوتے کے تولّد کی خوشی کے جذبات سے پُرنم ہوگئیں۔ پردیس میں بچھڑ جانے والے پیارے بھائی کی یہ انمول نشانی سب ہی چچا پھوپھیوں کے دل کا سرور آنکھوں کا نور تھی۔ حتیٰ کہ چچا ابولہب کو بھی اتنی خوشی ہوئی کہ کنیز ثُوَیبہ نے جس وقت بھتیجے کے تولّد کی خوش خبری دی تھی، جوشِ مسرت میں اسے آزاد کر دیا۔ اسی ثُوَیبہ نے چند دن دودھ بھی پلایا۔ ایام رضاعت قریش کے عام دستور کے مطابق صحرائی علاقے میں دایہ حلیمہ کے پاس بنوسعد کے صحت بخش دیہات میں بسر فرمائے۔ والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ ② نے بیوگی کی تمام مدت مرحوم شوہر کی یاد میں گزار دی اور قریشی خواتین کے عام رویہ کے خلاف نکاحِ ثانی کا خیال تک نہ کیا۔ سنِ مبارک کا چھٹا سال تھا کہ سیدہ آمنہ متوفی شوہر کی یاد میں اس درجہ بے قرار ہوئیں کہ اکلوتے فرزند دلبند کو ساتھ لے کر یثرب کا طویل سفر اس غرض سے

① سورۃ الصف، آیت ۶.

② سیدہ آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جداعلیٰ ہاشم کے دادا قصیٰ بن کلاب کے حقیقی بھائی زہرہ بن کلاب کی پروتی اور وہب بن عبدمناف کی خوش جمال وستودہ خصال اکلوتی کنواری بیٹی تھیں جو بحالت یتیمی اپنے سگے چچا وہیب بن عبدمناف کی کفالت و پرورش میں تھیں۔ چچا ہی نے جناب عبداللہ کے نکاح میں دیا تھا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہا کہ اس مکان کی زیارت کریں جہاں جناب عبداللہ نے ایام علالت گزارے تھے نیز شوہر متوفی کے مرقد پر محبت ووفا داری کے پھول نچھاور کریں۔ عبدالمطلب اس زمانے میں نابینا ہو کر خانہ نشین ہو گئے تھے۔ زبیر بن عبدالمطلب نے جو گھر بار کے منتظم تھے، پیارے بھتیجے اور بھاوج کے سفر کے جملہ انتظامات کیے، دایہ ام ایمن کو ساتھ بھیجا۔

شکستہ دل سیدہ آمنہ دورانِ قیام یثرب میں متوفی شوہر کے مرقد محبوب کی زیارت کے تاثرات اور دائمی جدائی کے جذبات سے اس درجہ مضطرب اندوہ گیں ہوتی رہیں کہ واپسی سفر میں ابھی ۲۵ میل مسافت بھی پوری نہ ہونے پائی تھی یکایک مقام ابوآ پر ہی منزل آخرت طے کر لی۔ نتیجۃً موت نے مادرِ مشفقہ کی مامتا سے اثنائے راہ ہی میں محروم کر دیا۔ امِ ایمن دایہ ساتھ تھیں۔ وہ لختِ جگر آمنہ کو لے کر مکے آئیں۔ مادر پدر کی شفقتوں سے محروم پوتے کو دادا کے آغوشِ محبت میں پہنچایا۔ عبدالمطلب ان ایام میں نابینا بھی تھے اور اسّی نوے برس کی پیرانہ سالی میں نحیف ونزار بھی۔ عبدالمطلب اپنے ایک بیٹے کا سہارا لے کر ہی چلتے تھے۔ **وعبدالمطلب یقود به**① پدر بزرگوار کے ذاتی وخاندانی حوائج وضروریات بڑے بیٹے زبیرؔ پوری کرتے تھے جو باپ کے وصی ونامزد جانشین بھی تھے۔

سگے تایا جناب زبیر کی کفالت:

سیدہ آمنہ کی ناگہانی وفات کے بعد سے کوئی دو برس شفیق دادا کے آغوشِ محبت میں رہے۔ ان ایام میں بھی کفالت وپرورش عملی طور سے جناب زبیر ہی کے ذمے رہی۔ جیسا ابھی ذکر ہوا عبدالمطلب کی کبرسنی میں جملہ حوائج وضروریات ان کی،

① انساب الاشراف.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرزند زبیر پوری کرتے تھے اور آنحضور ﷺ بھی صغرسنی ہی سے تایا زبیر سے زیادہ مانوس بھی تھے بارہ تیرہ برس انہی کے آغوش محبت ومشفقانہ کفالت میں رہے۔

''بل اختاره رسولُ الله ﷺ على الزبير وكان اَلْطَفَ عَمَّيهِ به ويُقال اوصاه عبدالمطلب بان يكفله بعده ''۔ ①

''بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی زبیر کے پاس رہنا پسند کیا۔ وہ ہی آپ کے (دو سگے) چچوں میں آپ پر زیادہ شفیق تھے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے زبیر ہی کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد تم ہی ان کی کفالت کرنا''۔

قدماء کی روایتوں میں صراحتاً بیان ہے کہ آنحضور ﷺ کو صغرسنی میں زبیر تایا اپنے گلے سے لگائے رہتے گودوں لیے پھرتے ہاتھوں پر جھلاتے اور یہ لوری گنگناتے جاتے جسے دیگر مؤلفین کے علاوہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی الاصابہ فی تمییز الصحابہ ② میں بضمن تذکرہ حضرت عبداللہ بن زبیر بن رضی اللہ عنہما (شہید اجنادین ۱۳ھ) عبدالمطلب یوں درج کی ہے:

''يُقال انّ الزبيرَ بنَ عبدِالمطّلب يرقّص النبيَّ ﷺ وهو صغير ويقول محمد بن عبدم۔ عشت بعيش انعم۔ في عز فرع أسنم''۔

''کہتے ہیں کہ زبیر بن عبدالمطلب نبی ﷺ کو جب آپ صغیرسن تھے اپنے ہاتھوں پر جھلایا کرتے اور یوں کہتے جاتے یہ محمد میرے عبداللہ (بھائی کی نشانی) خوب عیش وآرام سے جیے اور بڑی اعلیٰ منزلت وتوقیر پائے''۔

① انساب الاشراف بلاذری ج ۱ ص ۸۵.
② الاصابة فی تمییز الصحابة ج ۲ ص ۳۰۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب المنمق کے قدیم ترین مؤلف ابوجعفر محمد بن حبیب الہاشمی المتوفی ۲۴۸ھ نے بھی جناب زبیر کی یہی لوری دو بول کے اضافے سے یوں لکھی ہے:

''قال زبیر بن عبد المطلب یزفن النبی ﷺ محمد بن عبدم عشت بعیش انعم لازلت فی عیشم عم ودولة ومغنم یغنیک عن کل الغمّ وعِشتَ حتّٰی تُھرَمَ''۔①

''زبیر بن عبدالمطلب (آپ کے تایا) نبی ﷺ کو آپ کے بچپن میں اپنے ہاتھوں پر جھلاتے وقت یوں کہا کرتے تھے یہ محمد میرے عبداللہ (بھائی کی نشانی) خوب عیش وآرام سے جیے اس کے عیش وآرام حکومت اور مالِ غنیمت میں کمی نہ آئے۔ سب غموں سے مستغنی ہو۔ اتنا جیے کہ بوڑھا ہوجائے''۔

محبوب بھتیجے کے شاندار مستقبل کے بارے میں شفیق تایا کی یہ دعائیں اور آرزوئیں ہی واضح ثبوت ہیں غیر معمولی محبت اور شفقت کا جس سے زبیر اوران کی زوجہ محترمہ سیدہ عاتکہ بنت ابووہب بن عمرو مخزومیہ نے جنہیں آنحضور ﷺ ''میری ماں'' کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے اور جو آپ کی دادی فاطمہ بنت عمرو کی حقیقی بھتیجی تھیں اپنی اولاد سے کہیں زیادہ شفقت ومحبت سے پرورش کی تھی۔

جناب زبیر کے منجملہ چار بیٹوں کے حضرت عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ عہد رسالت کے بڑے جانباز مجاہد تھے، غزوہ حنین میں اپنے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے ہم پہلو ہم قدم رہے تھے۔ وہ جب حاضر خدمت ہوتے، آنحضور ﷺ اپنے پہلو میں بٹھاتے، حاضرین سے فرماتے انہ ابن امی ② یہ میری ماں کے بیٹے ہیں۔ ان کے والد اپنے شفیق تایا کی محبتیں وشفقتیں یاد آتیں تو فرماتے:

① المنمق ص ۴۳۵ مطبوعہ دائرة المعارف حیدرآباد دکن۔
② الاصابة.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وکان ابوہ بی برّا ①

''ان کے والد نے میرے ساتھ نیک سلوک کیا تھا''۔

ابن سید الناس نے بھی اسی ضمن میں یہی کچھ بیان کیا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ موصوف کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

''کان النبی ﷺ یقول ابن عمی وحبی ومنھم من یروی انه کان یقول ابن امی وحبی ''۔ ②

''نبی ﷺ (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ابن الزبیر بن عبدالمطلب) کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ میرے چچا کے فرزند، میرے محبوب ہیں۔ بعض یہ روایت کرتے ہیں آپ فرماتے: یہ میری ماں کے بیٹے، میرے محبوب ہیں''۔

جناب زبیر کے بڑے بیٹے طاہر تھے، ان ہی کے نام سے کنیت ان کی ابوطاہر تھی۔ وہ آنحضور ﷺ کے ہم سن بھی تھے اور نوجوان فوت ہوگئے تھے۔ آنحضور ﷺ کو ان سے موانست ایسی تھی کہ اپنے ایک صاحبزادے کا نام بھی طاہر رکھا تھا۔ ایک شیعہ مؤلف لکھتے ہیں:

''وکان للزبیر بن عبدالمطلب ابن یُقال له الطاهر کان من اظرف فِتیان مکة مات غلامًا وبه سَمّٰی رسولُ اللہ ﷺ ابنه الطاهر ''۔ ③

''زبیر بن عبدالمطلب کے ایک فرزند طاہر نامی مکے کے بہت خوش مزاج نوجوانوں میں سے تھے وہ نوجوانی میں فوت ہوگئے تھے

① الاصابة.
② عیون الاثر ص ۲۹۲.
③ شرح نهج البلاغة ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۴۵۶.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے ان کے نام پر اپنے ایک صاحبزادے کا نام طاہر رکھا''۔

فرزندان عبدالمطلب میں جناب زبیر صفات حسنہ کے اعتبار سے امتیازی شان رکھتے تھے، مرفہ الحال وصاحب ثروت وذی وجاہت تھے۔ یہی شیعہ مؤلف ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کان الزبیر بن عبدالمطلب شجاعاً ابیاً وجمیلاً بهیاً وکان خطیباً شاعراً وسیداً وجواداً''۔①

''زبیر بن عبدالمطلب بہادر وشجاع تھے خوبصورت وباوجاہت تھے۔خطیب وشاعر تھے نیز سردار وسخی تھے''۔

ایسے مستجمع صفات ونیک ذات تایا کے آغوش محبت وشفقت میں جو سردار وسربراہ خاندان تھے، بارہ تیرہ برس بہت آرام وآسودگی سے بسر فرمائے تھے۔ اب اس موقع پر مختصر ذکر اولاد عبدالمطلب یعنی آپ کے تایا چچوں پھوپھیوں کا اس سلسلے میں ضروری ہے۔

آنحضرت ﷺ کے تایا چچا اور پھوپھیاں:

آنحضرت ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب کے بروایت اصح دس بیٹے چھ بیٹیاں سولہ اولادیں مختلف ازواج سے تھیں۔ زوجۂ اولیٰ! سمراء بنت جُنید ب؟، صفیہ بنت جندب سے جو بنو عامر بن صعصعہ ہوازنی قبیلے سے تھیں، حارث نام ایک بیٹے اور اَروٰی ایک بیٹی دو اولادیں تھیں۔ یہ حارث اکبر ولد یعنی پہلوٹی کے بیٹے عبدالمطلب کے تھے ان ہی کے نام سے عبدالمطلب کی کنیت ابوالحارث تھی وہ اپنے پدرِ بزرگوار کی حیات ہی میں بہت پہلے فوت ہو گئے تھے۔ کئی بیٹوں سے ان

①شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۴۵۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نسل باقی ہے۔

دوسری زوجہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ کے بطن سے جو مخزومی خاندان سے تھیں۔ زبیر و عبد مناف (ابوطالب) اور جناب عبداللہ (والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) تین بیٹے اور ام الحکیم البیضاء (جو جناب عبداللہ سے توام پیدا ہوئیں) نیز عاتکہ، برّہ و امیمہ چار بیٹیاں یہ سات اولادیں تھیں۔ ان تینوں سگے بھائیوں میں زبیر بڑے تھے، عبد مناف (جن کی کنیت ابوطالب تھی) منجھلے تھے اور جناب عبداللہ (والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) چھوٹے تھے۔

مورخ بلاذری لکھتے ہیں:

"وکان الزبیرُ احدَ حُکَامِ قُریش وھو اسنُّ من عبد اللہ وابوطالب"۔ ①

"اور زبیر قریش کے حاکموں (سرداروں) میں سے ایک حاکم (سردار) تھے۔ وہ عبداللہ اور ابوطالب سے سن سال میں بڑے تھے"۔

تیسری زوجہ لیلیٰ لبنیٰ بنت ہاجَر سے جو خُزاعہ قبیلے کی تھیں، عبدالعزّٰی (ابولہب) اکلوتا تھا، چوتھی زوجہ مُمَنَّعَۃ سے کہ وہ بھی اسی خُزاعہ قبیلے کی تھیں، حجل ② نام ایک ہی بیٹے تھے جو سخاوت و دریا دلی سے الغَیداق کہلاتے تھے۔

پانچویں زوجہ ہالہ بنت اُھَیب جو بنو زہرہ کے خاندان کی سیدہ آمنہ کی حقیقی چچازاد بہن تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور المُقوّم دو بیٹے اور

① انساب الاشراف ج ۱ ص ۸۵.

② حجل کے لقب الغَیداق کو بعض مؤلفین نے عبدالمطلب کے ایک اور بیٹے کا نام بتایا ہے دوسروں نے مصعب نام بھی لکھا ہے اور غیداق لقب۔ اس طرح بارہ بیٹے عبدالمطلب کے قرار دیئے ہیں مگر عندالتحقیق دس ہی بیٹے تھے جن کے نام اوپر درج ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک بیٹی تین اولادیں تھیں۔ چھٹی زوجہ نتیلہ بنت جناب بن کلیب بن مالک کے بطن سے جو النمر بن قاسط کے متمول گھرانے سے تھیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ضرار دو بیٹے تھے۔ ان دس فرزندانِ عبدالمطلب میں حارث ① اور جناب عبداللہ (والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنے پدر بزرگوار کے حین حیات فوت ہو گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے زمانے نیز عبدالمطلب کے وقت وفات یہ آٹھ تایا چچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود تھے۔ یعنی زبیر، عبدمناف (ابوطالب)، عبدالعزیٰ (ابولہب)، حجل الغیداق، حضرت حمزہ، المقوّم، حضرت عباس اور ضرار۔ ان آٹھوں بھائیوں میں جناب زبیر سن وسال کے اعتبار سے سب سے بڑے تھے۔ حارث کا انتقال ہو جانے سے اب وہی عبدالمطلب کے اکبر ولد تھے اور اتنے بڑے تھے کہ دونوں صغیر السن بھائیوں ② عباس اور ضرار کو جن کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چار سال ہی پہلے ہوئی تھی اپنے ہاتھوں پر جھلاتے اور لوریاں گنگناتے جاتے جو کتاب المنمق کے قدیم مؤلف نے درج کی ہیں۔ لکھا ہے:

''قال الزبیر بن عبدالمطلب یزفن العباس اخاہ ان اخی العباس ذو کرم''۔ (الیٰ آخرہ)

''زبیر بن عبدالمطلب اپنے بھائی عباس کو ہاتھوں پر جھلاتے وقت

---

① بعض نسابین نے حارث کا ماں جایا بھائی قثم نام بتا کر لکھا ہے کہ صغیر السن فوت ہو گیا تھا اور ان کی بہن اروی کو عبدالمطلب کی زوجہ ثانیہ فاطمہ کے بطن سے بتایا ہے۔

② حیرت ہے کہ مؤلف سے یہاں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا رہ گیا جبکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف چھ ماہ ہی بڑے تھے۔ (محمد فہد حارث) عباس رضی اللہ عنہ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ قال ابن اسحاق: فلمّا هلک عبدالملک بنُ هاشم وَلی زمزمَ والسقایةَ علیها بعده العباس بنُ عبدالمطلب، وهو یومئذ من أحدث إخوته سنًّا، فلم تزل إلیه حتّی قام الإسلام وهی بیده۔ (السیرۃ النبویۃ لابن هشام ص ۷۳) (سیدہ ام معاذ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یوں کہا کرتے تھے۔ یہ میرا بھائی عباس پاک ذات کرم والا ہے۔
(وغیرہ وغیرہ)''

زبیر بن عبدالمطلب جو اپنے ان آٹھوں بھائیوں سے سن وسال میں بڑے تھے اور دیگر صفات حسنہ میں ممتاز تھے وہی پدر بزرگوار کی زندگی میں ان کے وصی ونامزد جانشین تھے وفات پدر کے بعد وہی سربراہ وسردار خاندان ہوئے انھوں نے ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت وپرورش غیر معمولی شفقت ومحبت سے کی تھی، ان کی وفات کے زمانے میں سن شریف بیس بائیس سال تھا۔ آپ خود کفیل تھے، کسی اور چچا کی اعانت سے مستغنی تھے۔

زبیر بن عبدالمطلب وصی وجانشینِ پدر:

عبدالمطلب نے اپنی وفات سے برسوں پہلے منجھلے بیٹے زبیر کو اسی وقت سے اپنا جانشین اور وصی قرار دے لیا تھا جب پہلوٹی کے بیٹے حارث کی وفات ہوگئی تھی اور اس کا اعلان بھی اسی زمانے میں کر دیا تھا جب بنوخزاعہ سے باہمی نصرت واستعانت کا دوامی معاہدہ کیا گیا تھا۔ بنوخزاعہ حوالی مکہ کا وہ طاقتور قبیلہ تھا جو بنوجُرہم کے بعد تولیت کعبہ کے منصب پر قابض ہو گیا تھا۔ عبدالمطلب کے جدِّ اعلیٰ قصیٰ بن کلاب اسی قبیلہ کے سردار حُلیل بن حبشیۃ کے داماد تھے اور اسی رشتے کے تعلق سے تولیت کعبہ کے منصب پر فائز ہوئے تھے ان کے فرزند یعنی عبدالمطلب کے دادا عبدمناف خزاعی سردار حُلیل کے نواسے تھے۔ خزاعی سرداروں نے عبدالمطلب سے اولاد نضر بن کِنانہ (یعنی قریش) کے مقابلے میں باہمی نصرت واستعانت کا دوامی معاہدہ اسی تعلق سے کیا تھا۔

دستاویز معاہدہ کی کتابت جو انساب الاشراف بلاذری سے ذَیل میں نقل ہے قُصَی بن کلاب کے بھائی زُہرہ بن کلاب کے ایک پوتے ابوقیس بن عبدمناف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن زُہرہ نے جو المعلّم کہلاتے تھے دارالندوہ (مکۃ المکرمۃ) میں بیٹھ کر افراد بنو ہاشم و بنو مطلب و بنو خزاعہ کے مواجہہ میں کی تھی۔

نقل دستاویز معاہدہ دوامی:

''هٰذا ما تحالف عليه عبدُالمطّلب بن هاشم ورجلات عمرو بن ربيعه مِن خُزاعة ومَن معهم مِن اسلم ومالك ابني افصى بن حارثه تحالفوا على التناصر والمواساة! ما بل بحر صوفة؟ حلفاً جامعًا غير مفرّق، الاشياخ على الاشياخ والاصاغر على الاصاغر والشاهد على الغائب وتعاهدوا وتعاقدوا وله عهد واوثق عقد لا ينقض ولا ينكث ما شرقت شمس علٰى ثبير وحنّ بقلاة بَعِير وما قام اخشبيان ويعمر بمكة انسان حلف ابد بطول امد، يزيد طلوع الشمس شد او ظلام الليل مدّا وانَّ عبدَ المطّلب وولده ومن معهم دون سائر بني النضر بن كنانة ورجال خُزاعة مكافئون متصافرون متعاونون وعلٰى عبدالمطلب النصرة لهم ممن تابعة على كل طالب وترفي برّ او بحر او سهل او وعر وعلٰى خزاعة النصر لعبدِ المطلب وولدِه ومن معهم علٰى جميع العرب في شرق او غرب او حزن او سهب''۔ ①

''یہ معاہدہ ہے عبدالمطلب بن ہاشم اور خزاعہ کے لوگوں میں سے قبیلہ عمرو بن ربیعہ اور ان کے ساتھی قبائل اسلم و مالک فرزندان افصیٰ بن حارثہ کے مابین۔ انہوں نے باہم یہ قول وقرار کیا ہے کہ ایک

① انساب الاشراف بلاذری و دیگر کتب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کی مدد واعانت اور غم خواری کرتے رہیں گے جب تک سمندر صوفہ کو تر رکھے گا (یعنی دوامی)۔ یہ معاہدہ ہے اکٹھا اور متحد کرنے کے لیے متفرق کرنے کے لیے نہیں۔ بڑوں نے بڑوں کے سامنے، چھوٹوں نے چھوٹوں کے سامنے اور موجود نے غیر موجود کے سامنے یہ عہد کیا ہے اور گرہ باندھی ہے یعنی پختہ عہد کیا ہے اور مضبوط ترین پیمان کیا ہے جسے نہ کبھی توڑا جائے گا نہ اسے کریدا جائے گا۔ جب تک کہ آفتاب کوہ ثبیر پر چمکتا رہے گا اور جب تک کہ بیابان میں اونٹ بلبلاتا رہے گا، اور جب تک کہ اخشبین (مکہ کے دو پہاڑ) اپنے مقام پر کھڑے رہیں گے اور جب تک کہ آدمی مکے میں عمرہ کرتے رہیں گے یہ دائمی معاہدہ ہے طویل مدت کا آفتاب ہر مرتبہ طلوع ہو کر اسے پختہ کرے گا اور ہر رات کی تاریکی اس کی میعاد کو بڑھاتی جائے گی۔ عبدالمطلب ان کی اولاد اور ان کے ساتھی اور خزاعہ کے لوگ بمقابلے کل بنی نضر بن کنانہ کے ایک دوسرے کے دست و بازو اور معاون و مددگار رہیں تو۔ عبدالمطلب اور ان کی اولاد پر لازم ہے مدد خزاعہ کی اور خزاعہ پر لازم ہے مع اپنے ساتھیوں کے مدد عبدالمطلب اور ان کی اولاد کی تمام عرب (بنو النضر بن کنانہ) کے مقابلے میں خواہ وہ شرق میں ہوں یا غرب میں پتھریلی زمین پر ہوں یا میدان میں''۔

اس دوامی معاہدے کی پاسداری و پابندی کے لیے، جو نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن دونوں فریق اور ان کے اخفاد وا خلاف پر لازم تھی، عبدالمطلب نے اپنے فرزند زبیر ہی کو وصیت کی تھی کہ وہ ہی اس وقت ان کے اکبر ولد کی حیثیت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نامزد جانشین تھے۔ عبدالمطلب کی وصیت کے یہ شعر انساب الاشراف بلاذری کے علاوہ دیگر مستند کتب تاریخ وسیر میں مرقوم ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا تھا۔

سَأُوْصِيْ زُبَيْراً اِنْ اَتَتْنِي مُنَيْتِي بامساک ما بيني وبين بني عَمرو

''میں زبیر کو وصیت کرتا ہوں جب موت میری آ جائے وہ اس معاہدے کی پابندی کرے جو میرے اور بنی عمرو بن ربیعہ (خزاعہ) کے مابین ہوا ہے''۔

واَنْ يحفظَ الحِلفَ الذی سَنَّ شيخُه ولا يلحدنَّ فيه بظلم ولا غدر

''اس حلف کا جو اس کے بزرگ نے کیا ہے تحفظ کرے اور ظلم وغدر سے اس میں خلاف ورزی نہ ہونے دے''۔

هم حفظوا الالَّ القديم وحالفوا اباک فکانوا دون قومک من فهر

''انہوں نے (بنوخزاعہ نے) قدیم رشتے کی پاسداری کی ہے۔ تیرے باپ سے معاہدہ کیا ہے بمقابلہ تیری قوم ابنائے فہر (قریش کے)''۔

مؤرخین نے اس تاریخی واقعہ کے سلسلے میں یہ بھی بتایا ہے کہ دوامی معاہدے میں عبدالمطلب اور ان کے سوتیلے بھائی (اسد،) نضلہ اور ابوصیفی کی اولاد اور ان کے سگے چچا مطلب کے اخلاف کے سوائے نہ ہاشم کے سگے بڑے بھائی عبد الشمس کی اولاد (بنی امیہ) میں سے اور نہ سوتیلے بھائی نوفل کے اخلاف میں سے کوئی فرد شریک تھا۔ یہ دوامی معاہدہ جو رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت سے برسوں پہلے آپ کے خاندان بنو ہاشم وبنومطلب اور قبیلے خزاعہ کے (بعض بطون کے) مابین باہمی امداد واستعانت کا دیگر قبائل قریش کے مقابلے میں ہوا تھا عہد رسالت کے بعض واقعات میں اس کے اثرات نمایاں رہے۔ سردارانِ بنو ہاشم اپنے اپنے وقت اپنے جانشین کو وصیت پاسداری اور پابندی دوامی معاہدے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے رہے۔

''واوصی عبدالمطلب الی ابنه الزبیر ثم اوصی الزبیر الی ابی طالب ثم اوصیٰ ابو طالب الی العباس ''۔ ①

''عبدالمطلب نے (پابندی معاہدے کی) وصیت اپنے فرزند زبیر کو کی تھی، زبیر نے پھر ابوطالب کو وصیت کی، پھر ابوطالب نے العباس رضی اللہ عنہ کو کی تھی''۔

عہد رسالت میں معاہدے صلح حدیبیہ کے بعد بنوبکر نے جب خزاعہ کے چند لوگوں کو، جو مسلمانوں کے حلیف تھے، قتل کر دیا تھا اور قریش نے قاتلوں کی حمایت کی تھی سرداران بنوخزاعہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس دوامی معاہدے کا ذکر کرتے ہوئے جو آپ کے اوران کے بزرگوں میں ہوا تھا درخواست قصاص کی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سردار عمرو بن سالم سے یہ فرما کر منظور فرمائی تھی: **لا نُصِرتُ اِنْ لم اَنصُرْ خُزاعة فیما اَنْصُرُ به نفسی** یعنی مجھے نصرت نہ ہو اگر میں خزاعہ کی مدد نہ کروں ان کی نصرت اپنی ہی مدد ہے۔ اسی وقت آپ نے قریش کے خلاف جنگی کارروائی کا ارادہ فرما لیا اور یہی باعث فتح مکہ کا ہوا۔ عمرو بن سالم بن کلثوم نے دوامی معاہدے اور اپنے بزرگوں کے رشتہ کا ذکر کرتے ہوئے فی البدیہہ سات شعر کہے تھے۔ پہلا شعر یہ تھا جن میں آپ کے اوراپنے بزرگوں کے اس دوامی معاہدے کو یاد دلاتے ہوئے قدیم رشتے کا ذکر بھی کیا ہے۔

یارب انّی ناشد محمداً حِلفَ ابینا وأبیه الأَتْلَدَا

''اللہ کا واسطہ دے کر میں محمد کو یاد دلاتا ہوں، وہ ناتا جو ہمارے جد اعلیٰ خلیل اوران کے پروردہ نواسے آپ کے جدّ امجد عبد ماف بن

① کتاب المنمق وکتاب انساب الاشراف بلاذری۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قصی میں ہے‘‘۔

بقیہ اشعار میں عرض کیا تھا کہ زمانہ حلف کے بعد ہماری اور آپ کی باری آئی۔ ہم نے اسلام قبول کیا، اس پر قائم ہیں۔ قریش نے پختہ معاہدے (حدیبیہ) کی خلاف ورزی کی ہے، اب آپ ہماری مدد کیجیے۔

حرب فجار:

عربوں میں نہایت قدیم زمانے سے یہ دستور تھا کہ ماہ ذیقعدہ وذی الحجہ ومحرم اور رجب ان چار مہینوں میں قتل وغارت گری اور جنگ وجدل ممنوع وناجائز تھی۔ کبھی کسی میلے کے موقعے پر دو قبیلوں کے افراد میں دنگا فساد ہو پڑتا تو ان کے حمایتی قبائل کے مابین ان ہی مہینوں میں بھی آتش جنگ بھڑک اٹھتی جسے ’’حرب الفجار‘‘ ناجائز جنگ سے موسوم کر دیا جاتا تھا۔ تین ایسی ہی ناجائز لڑائیاں پہلے ہو چکی تھیں، چوتھی حرب فجار کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سوق عکاظ کے میلے میں بنو کنانہ کے ایک شخص براض نام نے بماہ رجب بنی ہوازن کے عروہ کو کسی بات پر قتل کر دیا تھا، قاتل ومقتول کے قبیلوں میں لڑائی ٹھن گئی۔ بنو کنانہ قریش کے حلیف تھے، قریش کو اپنے حلیف کا ساتھ دینا پڑا۔ ہر قریشی گھرانے کے لوگ اپنے اپنے رئیس وسردار کی قیادت میں شریک جنگ ہوئے۔ ’’کتاب المحبر‘‘ کے قدیم ترین مؤلف نے ’’رؤسا حرب الفجار من قریش‘‘ کے زیر عنوان پندرہ قریشی خاندانوں کے روساء اور سرداروں کے شریک جنگ ہونے کی جو فہرست دی ہے، اس میں زبیر بن عبدالمطلب کا نام بنی ہاشم کے رئیس اور سردار کی حیثیت سے سرفہرست درج کیا ہے۔ ①

شیعہ مؤرخ یعقوبی (متوفی ۲۸۳ ہجری) نے حرب فجار کے بارے میں

① کتاب المحبر صفحہ ۱۶۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بیان کرتے ہوئے کہ ہر قریشی قبیلے کے افراد اپنے خاندانی رئیس وسربراہ کی قیادت میں شریک جنگ ہوئے تھے، لکھا ہے کہ

''بنی ہاشم کے رئیس وسردار زبیر بن عبدالمطلب تھے''۔ وعلی بنی هاشم الزبير بن عبد المطلب۔

ابن ابی الحدید جناب زبیر کے ذکر میں لکھتے ہیں:

''فاما الزبير بن عبد المطلب فكان من اشراف قريش ووجوهها''۔

''اور زبیر بن عبدالمطلب تو وہ قریش کے معزز اور باوجاہت سرداروں میں سے تھے''۔

دیگر سرداران قریش کے ساتھ جو شریک جنگ تھے زبیر بن عبدالمطلب کا نام سردار بنی ہاشم (وبنی مطلب) کی حیثیت سے ان ہی شیعہ مؤلف نے یوں تحریر کیا ہے:

''وكان حرب بن اميه على عبدالشمس وكان الزبير بن عبدالمطلب على بنی هاشم وكان عبد الله بن جدعان على بنی تيم وكان هشام بن المغيره على بنى مخزوم وكان على كل قبيلة رئيس منها''۔ ①

''بنی عبدشمس (بنی امیہ) کے سردار حرب بن امیہ تھے۔ بنی ہاشم کے سردار الزبیر بن عبدالمطلب تھے، بنی تیم کے سردار عبداللہ بن جدعان (بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ القرشی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چچا) تھے، بنی مخزوم کے سردار ہشام بن مغیرہ (ابوجہل عمرو بن ہشام کے باپ) تھے اور کل قریشی قبیلوں کے سردار

① شرح ابن ابی الحدید ج۳ ص ۴۵۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے افرادِ خاندان کے ساتھ محاذِ جنگ پر تھے''۔

جناب زبیر سردار بنی ہاشم کی قیادت میں ان کے سب بھائی بھتیجے اور بنو اعمام اولادِ اسد و نضلہ و ابوصیفی سب ہاشمی شریک جنگ تھے سوائے ان کے چھوٹے بھائی عبد مناف (ابوطالب) کے جو اپنی جسمانی معذوری سے کہ خلقاً الاعرج یعنی لنگڑے لولے ہونے کی وجہ سے ① کسی معرکے میں شرکت کے قابل نہ تھے۔ آنحضرت ﷺ کا سن شریف اس وقت بروایت اصح تقریباً بیس برس تھا۔ ② آپ اپنے تایا سربراہ خاندان کے ساتھ محاذ جنگ پر تشریف فرماتے تھے مگر لڑائی میں شرکت نہ کی، تایا، چچوں کو البتہ تیر اٹھا کر دیتے جاتے تھے۔ یہ لڑائی بڑی گھمسان کی ہوئی تھی، فریقین کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ اسدی خاندان کے سردار خویلد بن اسد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد اسی لڑائی میں مقتول ہوئے تھے۔ بہت کچھ خونریزی کے بعد بالآخر فریقین میں صلح ہوگئی۔ جناب زبیر جو تہورانہ بسالت وشجاعت کی صفات کے ساتھ اچھے خطیب وشاعر بھی تھے فرماتے ہیں:

ولستُ كمن يميت الغيظُ همًا ولكنى اجيت اذا دعيتُ

''میں اس انسان کی طرح نہیں ہوں جسے غصہ وغم ہلاک کر دے۔
(یعنی جو کڑھ کڑھ کر نیم جان ہو جائے) میرا تو یہ حال ہے جب
مجھے پکارا جاتا ہے تو لبیک کہتا ہوں یعنی میدان میں آجاتا ہوں''۔

وينهى عنى المختال سيف رقيق الحدّ، ضربته صموث

① کتاب المعارف ابن قتیبہ و کتاب المحبر۔

② قال ابن اسحاق: هاجت حرب الفجار ورسول الله ﷺ ابن عشرين سنة۔ قال ابن هشام: فلما بلغ رسول الله ﷺ أربع عشرة سنة أو خمس عشرة سنةً، فيما حدثني أبو عبيدة النحويّ عن أبي عمرو بن العلاء هاجت حرب الفجار بين قريش ومن معهم من كنانة، وبين قيس غيلان. (السيرة النبوية لابن هشام: حرب الفجار: ص ۷۵، ص ۷۶)۔ (سیدہ ام معاذ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور مغرور انسان کو مجھ سے باز رکھتی ہے ٹھوس تلوار جو باریک دھار والی ہے اور جس کی ضرب خاموش ہے''۔

یکفی ماجد لا عیبَ فیه اذا التقی الکریهة یستمیت

''اس شریف انسان کے ہاتھوں میں جس میں کوئی عیب نہیں جب وہ جنگ میں جاتا ہے تو بلا خوف موت کے منہ میں گھس جاتا ہے''۔

حلف الفضول:

ان حروب الفجار (ناجائز جنگوں) کے بعد سے جن کا سلسلہ برسوں تک جاری رہا، بات بات پر لڑائی ہو جاتی، مظلوم کا فریاد رس کوئی نہ تھا اور نہ کوئی عدالت یا ادارہ مکہ میں ایسا تھا جو مظلوم کا حق طاقتور سے دلوا سکے۔ چوتھی حرب فجار کے چند دن بعد ہی مکہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک یمنی زبیدی سے کچھ مال قریش کے سردار عاص بن وائل نے خرید لیا۔ مگر سرداری کے گھمنڈ میں قیمت ادا کرنے سے منکر ہو گیا۔ زبیدی نے اس ظلم کی فریاد میں قریش کو مخاطب کرتے ہوئے چند شعر کہے اور صبح سویرے کوہ بوقبیس پر چڑھ کر بآواز بلند سنائے۔ بنو ہاشم کے سردار جناب زبیر بن عبدالمطلب عم رسول اللہ ﷺ کی حساس طبیعت پر مظلوم کی فریاد کا یہ اثر ہوا کہ عاص بن وائل کو مجبور کر کے نہ صرف مظلوم کا حق دلوایا بلکہ قریش کے دیگر سرداروں کو اپنے پدر بزرگوار کے دوست و ندیم عبداللہ ① بن جدعان سردار بنو تیم کے گھر مدعو کر کے باہم یہ عہد و پیمان کرایا کہ مکے کے اندر ہم کسی پر ظلم نہ ہونے دیں گے۔ خواہ شہری ہو یا پردیسی اور ظالم سے مظلوم کا حق دلوائیں گے۔

① یہ عبداللہ بن جدعان بن عمرو تیمی رشتے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چچا تھے، سید قریش کہلاتے تھے۔ (نسب قریش: ص ۲۹۱) قریشی سرداروں میں سب سے زیادہ متمول و مخیر تھے۔ سخاوت ان کی ضرب المثل ہو گئی تھی۔ حرب بن امیہ کے بعد عبدالمطلب نے ان کو اپنا ندیم بنا لیا تھا۔ کلدہ بن جدعان ان کے حقیقی بھائی حرب فجار میں مقتول ہو گئے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"تحالفوا الا یظلم احد بمکة الا قاموا معه حتی یرد ظلامة"۔ ①

چنانچہ ان ہی کی تحریک وترغیب سے بنو ہاشم، بنو مطلب، بنو اسد، بنوزہرہ، بنوتیم اور بنی حارث بن فہر کے نمائندوں نے وہ تاریخی معاہدہ کیا جو کتب تاریخ وسیر میں حلف الفضول سے موسوم ہے۔ ایک قدیم معتزلی شیعہ مؤلف نے اس بارے میں یہ صحیح بات لکھ دی ہے:

"وکانت النباهة فی هذا الحلف للزبیر بن عبدالمطلب ولعبد الله بن جدعان اما لابن جدعان فلان الحلف عقد فی داره واما للزبیر فلانه هو الذی نهض فیه ودعا الیه وحث علیه وهو الذی سماه حلف الفضول"۔ ②

"اس معاہدے کے سلسلے میں زبیر بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن جدعان کوشرف ونیک نامی حاصل ہوئی ابن جدعان کوتو اس لیے کہ انہی کے گھر یہ معاہدہ منعقد ہوا تھا۔ اور زبیر کواس لیے کہ وہی اسے کرانے کھڑے تھے۔ انہوں نے ہی لوگوں کواس کی دعوت دی اور ترغیب اس کی دلائی اور وہ ہی تھے جنہوں نے اسے حلف الفضول سے موسوم کیا تھا"۔

جناب زبیر نے معاہدہ کا یہ نام اس ③ لیے رکھا تھا کہ فضول (یعنی مال)

---

① نسب قریش: ص ۲۹۱.
② شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۴۵۵.
③ ایک قول یہ بھی ہے کہ قبیلہ جرہم (اور قطورا) کی تین شخصیتوں نے جن کے نام میں لفظ "فضیلت" کا مادہ داخل تھا۔ یعنی الفضل بن فضالہ والفضیل بن الحارث والفضیل بن وداعہ نے زمانہ سابق میں ایسا ہی معاہدہ کیا تھا، جو ان کے ناموں سے حلف الفضول کہلاتا تھا، اس دوسرے معاہدے کا نام اسی پر رکھا گیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے مالک کو غاصب سے دلایا جائے گا۔ نیز مکے میں کسی پردیسی پر بھی ظلم نہ ہونے دیا جائے گا۔

ذیل کے تین شعروں میں جو ایک دوسرے شیعہ مؤرخ المسعودی نے یہ کہہ کر نقل کیے ہیں کہ فی ذلک یقول الزبیر بن عبدالمطلب انہی باتوں کا اظہار ہے۔ جناب زبیر نے کہا تھا۔

حلفت لنعقدن حلفاً علینا وان کنا جمیعا اھل دار
نسمیه الفضول اذا عقدنا یعز به الغریب لدی الجوار
ویعلم من حوالی البیت انا اباة الضیم نهجر کل عار①

قدیم ترین مؤرخ ابوجعفر محمد بن حبیب (المتوفی ۲۴۵ ہجری) نے "کتاب المحبر" میں بنو ہاشم و بنو تیم وغیرہ قبائل حلف الفضول کے رؤسا (سرداروں) کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"وکان سبب هذا الحلف انّ الزبیرَ بن عبدالمطلب وعبدَ الله بن جدعان ورؤساء هذه القبائل اجتمعوا واحتلفوا اَلا یدعو احدا یظلم بمکة احدا الا نصروا المظلوم علی الظالم واخذوا له بحقه"۔②

"اس معاہدے (حلف) کا سبب یہ تھا کہ زبیر بن عبدالمطلب وعبداللہ بن جدعان اور ان قبائل کے سرداروں نے مجتمع ہو کر یہ معاہدہ کیا کہ مکہ میں کسی شخص پر بھی ظلم نہ ہونے دیں گے اور ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت کریں گے اور اس کا حق اس سے دلوائیں گے"۔

① التنبیه والاشراف ص ۲۱۰ مطبوعه لیدا.
② کتاب المحبر ص ۱۶۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیگر مؤلفین و مؤرخین نے بھی حلف الفضول کا بانی مبانی زبیر بن عبدالمطلب ہی کو بتایا ہے۔ صاحب ''السیرۃ الحلبیہ '' نے اپنی مبسوط تالیف میں، حلف الفضول میں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کا جداگانہ باب اس عنوان سے قائم کرتے ہوئے باب شھودہ ﷺ حِلف الفضول لکھا ہے کہ:

''وھو اشرف حلف فی العرب ... وکون ھذا الحلف کان منصرف قریش من حرب الفجار ... واول من دعی الیہ الزبیر بن عبدالمطلب ای عم رسول اللہ ﷺ شفیق ابیہ ... وذٰلک فی دار عبداللہ بن جُدعان التیمی وکان معھم فی ذالک الحلف رسول اللہ ﷺ وقال لقد شھدتُ فی دار عبد اللہ بن جدعان حلفاً ما احب ان لی بہ حمر النعم ولودعی بہ فی الاسلام لاجبتُ ''۔ ①

'' یہ بہترین حلف قوم عرب میں ہوا تھا...... قریش کی حرب فجار سے واپسی پر یہ حلف لیا گیا تھا...... داعی اول اس کے زبیر بن عبدالمطلب تھے جو رسول اللہ ﷺ کے چچا اور آپ کے والد کے ماں جائے بھائی تھے...... اور یہ حلف عبداللہ بن جدعان تیمی کے گھر ہوا تھا...... اس حلف میں رسول اللہ ﷺ موجود تھے فرماتے تھے کہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اس حلف میں موجود تھا اس کے بدلے سرخ اونٹ دیئے جاتے تو نہ لیتا زمانہ اسلام میں کوئی ایسے معاہدے کو بلائے تو قبول کرلوں گا''۔

دوسرے مؤلف کتاب ''السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیہ '' نے بھی زبیر بن عبدالمطلب ہی کو حلف الفضول کا محرک اول بتایا ہے اور مندرجہ ذیل

① السیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۴، ۱۴۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبارت میں آنحضرت ﷺ کے اس حلف میں تشریف فرما ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''وحضر ﷺ حلف الفضول ... واول ما دعا الیه الزبیر بن عبدالمطلب ''۔ ①

''حلف الفضول میں آنحضرت ﷺ موجود تھے اور داعی اول اس حلف کے زبیر بن عبدالمطلب تھے''۔

مشہور مؤرخ ومفسر ومحدث علامہ ابن کثیر کا بھی یہی قول ہے۔ فرماتے ہیں:

''حلف الفضول۔ وکان اوّلَ من تکلّم به ودعا الیه الزبیر ابن عبدالمطلب ''۔ ②

''حلف الفضول۔ پہلے شخص جنہوں نے اس معاہدے کے لیے آواز اٹھائی اور لوگوں کو دعوت اس کی دی زبیر بن عبدالمطلب تھے''۔

بہجۃ المحافل کے مؤلف جنہوں نے سیرۃ النبی ﷺ پر اچھی کتاب تالیف کی ہے۔ جناب زبیر کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

"وکان من اشراف قریش وهو الذی سعی فی الحلف الفضول"۔ (ص ۱۴۷)

''اور زبیر معززین قریش میں تھے اور یہی تھے جنہوں نے حلف الفضول کے لیے کوشش کی تھی''۔

اس حلف کی عظمت وجلالت کے بارے میں قدیم معتزلی شیعہ مؤلف فرماتے ہیں:

① ص ۱۱۴ السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ، علامہ زینی دحلان۔
② البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۹۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ھو اشرف حلف کان فی العرب واکرم عقد عقدتہ فی قدیمھا وحدیثھا قبل الاسلام وقال النبی ﷺ وھو یذکر حلف الفضول لقد شھدتُ فی دار عبد اللہ بن جدعان حلفا لو دعیتُ الی مثلہ فی الاسلام لا جبتُ ویکفی فی جلالتہ وشرفہ ان رسول اللہ ﷺ شھدہ وھو غلام ''۔ ①

''یہ قوم عرب میں بہترین حلف تھا اور زمانہ قبل اسلام کا افضل معاہدہ تھا جو کبھی قدیم یا زمانہ مابعد میں کیا گیا ہو۔ نبی ﷺ نے حلف الفضول کے ذکر میں ارشاد فرمایا تھا کہ میں اس میں عبداللہ بن جدعان کے گھر موجود تھا۔ اس طرح کے معاہدے کے لیے کوئی بزمانہ اسلام مجھے دعوت دے تو قبول کروں گا، اس معاہدے کے شرف وجلالت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس میں موجود تھے اور آپ اس وقت نوعمر تھے''۔

قدماء کے علاوہ زمانہ حال کے مصری مؤلف علامہ محمد حسین ہیکل بھی مندرجہ ذیل عبارت میں جناب زبیر بن عبدالمطلب ہی کو حلف الفضول کا داعی ومحرک بتاتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی اس میں موجودگی کا بھی کرتے ہیں۔

''ودعا الزبیر بن عبد المطلب، فاجتمعت بنو ھاشم، وزھرۃ، وتیم، فی دار عبد اللہ بن جدعان، فصنع لھم طعاماً، فتعاقدوا وتعاھدوا باللہ المنتقم لیکونن مع المظلوم حتی یؤدّی الیہ حقہ ما بلّ بحر صوفہ. وقد حضر محمد ھذا الحلف الذی سمّاہ العربُ حلف الفضول ''۔

''زبیر بن عبدالمطلب کی دعوت وطلب پر بنو ہاشم وزہرہ وتیم عبداللہ

① شرح ابن ابی الحدید.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بن جدعان کے گھر مجتمع ہوئے جہاں ان کے لیے کھانا تیار کیا گیا تھا۔ پھر انہوں نے باسم خدائے منتقم یہ عہد و پیان کیا کہ ہمیشہ ہمیشہ مظلوم کی حمایت کر کے حق اس کا دلواتے رہیں گے اس معاہدے میں جسے حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا گیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے''۔

مزید عربی تالیفات کے اقتباسات اس سلسلے میں پیش کرنا موجب طوالت ہے۔ اب ذیل میں زبان اردو کی مشہور و مقبول عام کتب سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند فقرات اس تاریخی معاہدے کے بارے میں ملاحظہ ہوں۔

علامہ شبلی رحمہ اللہ نے ''سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں حلف الفضول کے زیر عنوان لکھا ہے کہ

''لڑائیوں کے متواتر سلسلہ نے سیکڑوں گھرانے برباد کر دیئے تھے اور قتل وسفا کی موروثی اخلاق بن گئے تھے۔ یہ دیکھ کر بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی۔ جنگ فجار سے لوگ واپس پھرے تو زبیر بن عبدالمطلب نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور خاندان کے سرکردہ تھے یہ تجویز پیش کی چنانچہ خاندان بنی ہاشم زہرہ اور تیم عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے اور معاہدہ ہوا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکہ میں نہ رہنے پائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدے میں شریک تھے۔ اور عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ

اس معاہدے کے مقابلے میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتے تو میں نہ بدلتا، اور آج بھی ایسے معاہدہ کے لیے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں‘‘۔ (ص ۶۳)

’’رحمۃ للعالمین ﷺ‘‘ کے مؤلف قاضی محمد سلیمان مرحوم ’’زبیر عم النبی ﷺ‘‘ کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

’’حلف الفضول کے قیام میں انہوں نے بہت سعی کی تھی اس سے ان کی نیکی اور رحم دلی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ زبیر شاعر فصیح البیان تھے۔ اپنے والد کے وصی تھے‘‘۔ ①

اب آخر میں غیر مسلم مؤلفین کی مشہور تالیفات کے یہ چند اقتباسات بھی ملاحظہ ہوں۔ ’’لائف آف محمد ﷺ‘‘ کے مؤلف فرزندانِ عبدالمطلب کے ذکر میں پہلے تو یہ لکھتے ہیں:

’’عبدالمطلب کے بیٹوں میں سب سے بڑے حارث کا تو پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا باقی ماندہ بیٹوں میں الزبیر وابوطالب (عبداللہ کے ماں جائے) اور ابولہب وعباس وحمزہ خاص تھے...... الزبیر سب سے بڑے تھے۔ عبدالمطلب نے انہی کو حارس اور وصی اپنے منصب وفرائض کا بنایا تھا‘‘۔ (ص ۱۰)

حرب فجار کے ذکر میں یہ بیان کرتے ہوئے کہ قریش کے ہر خاندان وقبیلے کے لوگ اپنے سردار کے زیر کمان تھے لکھتے ہیں کہ

’’الزبیر کے زیر کمان جو عبدالمطلب کے باقی ماندہ بیٹوں میں سب سے بڑے تھے (بنی ہاشم بھی موجود تھے)‘‘۔ (ص ۱۵)

پھر حلف الفضول کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

---

① رحمۃ للعالمین ج ۲ ص ۹۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اس تحریک کی ابتدا کرنے کا شرف الزبیر سے مختص ہے جو عبدالمطلب کے سب سے بڑے باقی ماندہ فرزند تھے۔ بنو ہاشم اور متعلقہ قبیلے عبداللہ بن جدعان کے گھر جہاں ان کے لیے طعام تیار کیا گیا تھا، مجتمع ہوئے اور باسم خدائے منتقم یہ معاہدہ کیا کہ مظلوم کی حمایت کر کے اس کا حق دلوائیں گے''۔ (ص ۱۸)

ایک غیر مسلم مؤلف منٹگمری واٹ نے اپنی کتاب ''محمد ایٹ مکہ'' میں بیان کرتے ہوئے کہ زبیر اور ابو طالب (حضرت) محمد کے والد جناب عبداللہ کے سگے بھائی تھے، اس تاریخی حقیقت کا بھی اظہار کر دیا ہے کہ ایک عرصہ تک یہ زبیر بنی ہاشم و بنی مطلب دونوں خاندانوں کے سردار و سربراہ رہے تھے اور انہی کے ایام سرداری و سربراہی میں حرب الفجار کا سانحہ پیش آیا تھا، اس وقت (حضرت) محمد کی عمر پندرہ بیس برس کے درمیان تھی۔ حلف الفضول کے اجتماع میں اس کے بانی اور اپنے شفیق تایا جناب زبیر کے ساتھ آنحضرت بھی تشریف فرما تھے۔ آں حالیکہ سرداران قریش کے ایسے اجتماع میں ان کے نوعمر شریک نہ ہوتے تھے۔

جناب زبیر کی شخصیت کے بارے میں ایک قدیم شیعہ مؤلف ہی بتاتے ہیں کہ وہ بڑے صاحب فکر و نظر شخص تھے اعمال انسانی کی جزا و سزا کے لیے معاد یعنی آخرت کے قائل تھے کسی ظالم شخص کے بری طرح مرنے پر ان ہی شیعہ مؤلف نے یہ قول ان کا نقل کیا کہ

''اِنَّ لِلنَّاسِ مَعَادًا یُؤْخَذُ فِیْهِ لِلْمَظْلُوْمِ مِنَ الظَّالِمِ ''۔ ①

''انسانوں کے واسطے معاد (جہان دیگر) ہے جہاں ظالم سے بدلہ وانتقام مظلوم کا لیا جائے گا''۔

① شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۶۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ سہیلی نے بھی اسی واقعہ پر جناب زبیر کا یہ قول بتغیر الفاظ ''الروض الانف'' میں یہ لکھ کر کہ مظلوموں کی دادرسی اللہ کے یہاں ایک دن ہونا ضرور ہے۔ ''فلا بد من یوم ینصف اللہ فیه المظلومین'' فرمایا ہے کہ جناب زبیر کا یہ قول ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حشر و قیامت کے قائل تھے بالفاظ دیگر مشرک و بت پرست نہ تھے۔

زمانہ جاہلیت میں مکے کے معدودے چند لوگوں میں جو بت پرستی ترک کر کے دین حنیفی کے پیرو تھے جناب زبیر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی جناب ① زید بن عمرو بن نفیل تھے۔ وہ جناب زبیر کے ہم خیال ہی صرف نہ تھے بلکہ ان کی ان مساعی میں بھی شریک تھے جو قیام امن و امان اور مدافعت ظلم وجور کی کر رہے تھے۔ وہ حرب فجار میں بھی اپنے عدوی خاندان کے سردار کی حیثیت سے موجود تھے اور حلف الفضول میں جناب زبیر کے ہم پہلو رہے تھے۔ اس معاہدے کی تجویز اور اس کی تکمیل کی جدوجہد ہی سے جناب زبیر کی نیکی ونصفت شعاری ورحم دلی کا بین ثبوت ملتا ہے۔ صاحب الشفا الغرام حلف الفضول کے متعلق یہ صحیح لکھتے ہیں کہ

''کان حلف الفضول مفخرة بقریش فی الجاهلیة فلم یکن یصد السادة من قریش احداً ولم یکونوا یتناهون عن الظالم فجاء حلف الفضول للدفاع عن المظلوم ولا نتصاف له لمن ظلمه خیر عمل لقریش قبیل البعثة وهذا الحِلف کانه ارهاص بنزول شریعة العدل والامن والسلام شریعة الاسلام

① جناب زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق کتاب المحبر اور جمہرۃ الانساب ابن حزم میں یہ تصریح بھی ہے کہ وہ غیر اللہ کے نام کے ذبیحہ سے بھی پرہیز کرتے تھے اور دین حنیفی ابراہیم علیہ السلام کے پیرو اور معتقد ہو گئے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الکریم''۔ ①

''حلف الفضول زمانہ جاہلیت میں قریش کے لیے موجب فخر ومباہات ہوا، قریشی سرداروں کو نہ کوئی روکنے والا اور نہ ظلم وجور سے کوئی انہیں باز رکھنے والا تھا، مظلوموں کی مدافعت کے واسطے نیز جس نے ظلم کیا ہو اس سے بدلہ دلانے کے لیے حلف الفضول کا قبل بعثت (نبی ﷺ) ہو جانا قریش کے لیے ایک عمل خیر تھا اور یہ حلف اسلامی شریعت مبارکہ کے نزول قانونِ عدل وامن وسلامتی کی گویا ایک بنیادی خشت کی طرح کا تھا''۔

مشیت الٰہی نے نبی آخر الزماں علیہ السلام کی کفالت و پرورش کے لیے جناب زبیر جیسی پاک طینت شخصیت کو منتخب کیا جن کی نیکی ورحم دلی ونصفت شعاری کی بدولت عامۃ خلائق کے مفاد اور ان کی بھلائی کے لیے عہد جاہلیت میں، جب سفا کی وقتل وغارت گری لوگوں کے موروثی اخلاق بن گئے تھے، امن وامان وعدل وانصاف پروری کی خاطر حلف الفضول معرض وجود میں آیا تھا۔

اب آخر میں اعمامِ رسول اللہ ﷺ میں سے ان دو سگے بھائیوں زبیر وابوطالب (عبد مناف) کے ذاتی وخاندانی حالات کو، جو ذیل میں بالاختصار درج ہیں، تاریخی شواہد کی روشنی میں ملاحظہ کرنے ہی سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ بڑے چچا جناب زبیر نے، جو آنحضرت ﷺ کے ایامِ کم سنی میں سرپرست خاندان تھے، کفالت آپ کی کی تھی؟ یا جیسا کہ وضعی روایات کے انبار میں ظاہر کیا جاتا ہے چھوٹے چچا ابوطالب نے کی تھی؟ جو بڑے بھائی کے انتقال پر اس وقت سرگروہِ خاندان ہوئے تھے، جب آنحضرت ﷺ کا آغازِ شباب تھا اور آپ خود کفیل تھے۔ کفالت درکنار ابوطالب نے اپنی بیٹی بھی آپ کے نکاح

① الشفاء الغرام حاشیہ: ص ۹۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نہ دی۔

زبیر بن عبدالمطلب:

پچھلے اوراق میں مستند کتب تاریخ وسیر کے حوالہ جات سے بالوضاحت بیان ہوا ہے کہ زبیر اپنے دونوں ماں جائے بھائیوں ابوطالب وعبداللہ سے بڑے بیٹے تھے اور یہ زبیر ہی تھے جو عبداللہ (والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے یثرب میں بیمار پڑ جانے پر تیمارداری کے لیے گئے تھے نہ ان کے سوتیلے بھائی حارث جیسا کہ وضعی روایات میں کہا گیا ہے کیونکہ اس وقت سے پہلے ہی حارث کی وفات ہو چکی تھی۔ جناب عبداللہ مہلک بیماری سے جانبر نہ ہو سکے۔ چھوٹے بھائی کو پردیس میں دفنا کر وطن واپس پہنچنے کے چند دن بعد ہی یہ نادرۂ روزگار در یتیم متوفی بھائی کے ہاں تولد ہوئے۔ زبیر کو آپ سے غیر معمولی انس تھا، اپنی صلبی اولاد سے زیادہ یتیم بھتیجے سے محبت تھی۔

گودوں میں لیے پھرتے، ہاتھوں پر جھلاتے اور لوری گنگناتے جاتے جو پچھلے اوراق میں درج ہیں۔ سیرۃ ابن ہشام کے شارح علامہ سہیلی نے ''الروض الانف'' میں یہ لوری ایک مصرعہ کے تغیر سے لکھی ہے۔ جو یہاں اس لیے اور بھی درج کی جاتی ہے کہ سیرۃ کے اصل مؤلف ابن اسحاق نے جناب زبیر کا صحیح حال مصلحتاً ترک کر دیا ہے۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

''الزبير هو اكبر اعمام النبى صلی اللہ علیہ وسلم وهو الذى كان يرقص النبى صلی اللہ علیہ وسلم وهو طفل ويقول: محمد بن عبدم عشت لعيش النعم فى دولة مغنم دام سجليس الازلم ''۔ (ص ۷۸)

''الزبیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچوں میں بڑے چچا تھے اور وہ ہی تھے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ کے بچپن میں ان کو ہاتھوں پر جھلاتے اور کہتے جاتے یہ محمد میرے عبداللہ (کی نشانی) بڑے عیش و آرام سے جیے۔ حکومت و مال غنیمت اسے ہمیشہ ہمیشہ حاصل رہے''۔

ابوطالب یا کسی اور چچا کی کسی لوری کے بول یا ایسا کوئی واقعہ ان کا کہیں مذکور نہیں۔ ابولہب نے البتہ جیسا ضمناً ذکر ہوا ہے آپ کی ولادت کی خبر اپنی کنیز کی زبانی سنتے ہی جوش مسرت میں اسے آزاد کر دیا تھا۔ عبدالمطلب کے ایام معذوری میں جیسا پچھلے اوراق میں بھی بیان ہوا ہے، ان کے یہ نامزد جانشین زبیر ہی جملہ ضروریات ان کی پوری کرتے تھے۔ اس لیے پیارے بھتیجے کی کفالت و پرورش عملی طور سے اس وقت بھی کرتے رہے اور بعد میں بھی انہوں نے ہی کی۔ بنوخزاعہ کے دوامی معاہدے کے وقت ہی سے جس کا متن نقل ہو چکا ہے زبیر اپنے والد کے وصی تھے۔ طبقات ابن سعد میں بھی وصیت کی تصریح ہے۔ لکھا ہے:

''والزبیر کان شاعراً شریفاً والیه اوصی عبدالمطلب''۔ ①

''اور زبیر شاعر اور ذی وجاہت تھے اور انہی کو عبدالمطلب نے اپنا وصی کیا تھا''۔

یعقوبی جیسے قدیم شیعہ مؤرخ نے بھی جناب زبیر کا وصی و جانشین پدر ہونا ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے:

''واوصی عبد المطلب الی ابنه الزبیر بالحکومة وامر الکعبة''۔ ②

''اور عبدالمطلب نے اپنے فرزند زبیر کو حکومت (سرداری و سربراہی) اور خدمات کعبہ کے منصب کا وصی کیا تھا''۔

① طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۷۴۔
② ج ۲ ص ۱۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاندان کے سردار و سربراہ کی حیثیت سے بھی محبوب بھتیجے کی کفالت انہی کو کرنا تھی اور یہی غیر معمولی شفقت سے کرتے بھی رہے۔ زبیر تجارت پیشہ صاحب ثروت تھے، شام و یمن کو تجارتی قافلے لے جاتے۔ آنحضرت ﷺ بھی کم سنی میں ان کے ہم سفر ہوتے۔ ''سیرۃ الحلبیہ'' علامہ علی الحلبی میں اور ''السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیہ'' علامہ زینی دحلان نیز دیگر کتب میں آنحضرت ﷺ کے اپنے کفیل تایا زبیر کے ساتھ یمن کے تجارتی سفر پر تشریف لے جانے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''وسافر وقد اتت علیه ﷺ بضع عشرۃ سنة مع عمه الزبیر بن عبد المطلب شقیق ابیه کما تقدم الی یمن''۔ ①

''آنحضرت ﷺ کا سن شریف کچھ اوپر دس برس تھا کہ اپنے سگے تایا زبیر بن عبد المطلب کی معیت میں جیسا پہلے ذکر ہوا یمن کے سفر پر گئے تھے''۔

ناسخ التواریخ کے شیعہ مؤلف فرماتے ہیں کہ

''زبیر نے ابو طالب سے درخواست کی تھی کہ ان کے تجارتی سفر یمن میں برکت کے لیے آنحضرت ﷺ کو ساتھ بھیج دیں۔ ابو طالب التماس اُورا مقبول داشت و آنحضرت باعم خویش سفر یمن کرد بسیار معجزات درراہ مشاہدہ رفت''۔ ②

حقیقت واقعہ کو مسخ کر کے کذب بیانی سے پیش کرنے کی یہ بھی ایک بدترین مثال ہے۔ یَجْرِیْ الْكَذِبُ عَلٰی لِسَانِهِمْ فَنَسِبُوْا اِلَی الْكَذِبِ

جناب زبیر طبعاً مخیر تھے۔ اپنے پرائے سب کے ساتھ نیک سلوک سے

---

① ص ۱۳۰ و حاشیہ ص ۱۰۲۔

② ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۶۷۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پیش آتے، اہل خاندان کے محبوب تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ان کی بہن نے اپنے بیٹے کا نام بھی بھائی کے نام پر زبیر رکھا تھا۔ اور انہی کی کنیت پر بیٹے کی کنیت بھی ابوطاہر رکھی تھی۔

''سمّت اختہ ابنَها الزبیر وکَنَتْ ابنَها الزبیر بن العوام ابا الطاھر دھراً بکنیة اخیھا وکان للزبیر بن عبد المطلب ابن یقال له الطاھر''۔①

''ان کی بہن صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کا نام زبیر رکھا تھا اور مدتوں اس بیٹے زبیر بن العوام کی کنیت ابوطاہر رکھی تھی۔ زبیر بن عبدالمطلب کے ایک بیٹے طاہر نام کے تھے''۔

زبیر کی وفات پر بہن بھائی کے مرثیے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے محبوب بھائی کی وفات پر جو مرثیہ کہا تھا چند شعر اس کے سنیے جن سے معلوم ہوگا کہ زبیر کی نیک خصالی کا اثر ان کے عزیزوں کے قلوب میں کیا کچھ تھا۔

''قالت صفیّةُ یَرثی اخاھا الزبیرَ بْنَ عبدِالمطّلب''۔

''صفیہ اپنے بھائی زبیر بن عبدالمطلب کے مرثیہ میں کہتی ہیں:

بکی زبیر الخیر اذ فات ان کنت علی ذو کرم باکیه

''نیک ذات زبیر پر رو (ان پر رونے سے) یہ بات جاتی رہی کسی کریم وشریف پر روتی''۔

لو نفضته الارض مالتمھا اذا صحبت خاشعة عاریه

''یا زمین کسی (کریم وشریف) کو پھینک دیتی تو میں ملامت نہ کرتی۔

①شرح ابن ابی الحدید.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا زمین کسی (کے مرنے پر) بدحال وتنگی ہو جاتی تب بھی پروا نہ کرتی"۔

قد کان فی نفسی ان اترک الموتی ولا اتبعهم قافیه

"اور میرے جی میں تو یہ بات تھی کہ مرنے والوں کو چھوڑ دوں ان کے پیچھے کوئی مرثیہ نہ کہوں"۔

فلم اطلق صبرا علی رزئه وجدته اقرب اخوانیه

"مگر (زبیر) کو کیسے بھول جاؤں اس کے مرنے پر صبر نہ کر سکی۔ کیونکہ میں نے اپنے سب بھائیوں میں زبیر کو قریب تر پایا"۔

لولم اقل من فیّ قولا له نقضت العسرة اضلاعیه

"اگر میں اپنے منہ سے (اس کے مرثیے) کے شعر نہ کہتی، تو آنسو (بہہ بہہ کر) میری پسلیوں کو چور چور کر دیتے"۔

مکے کے مشہور شاعر ضرار بن الخطاب بن مرداس نے، جو عہد نبوت میں اسلام سے بھی مشرف ہو گئے تھے، جناب زبیر کی دختر حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے مرثیہ کے یہ چند شعر کہے تھے۔ اس میں زبیر کو ایسے چمکتے ہوئے ستارے سے تشبیہ دی ہے جس کی روشنی سارے ستاروں پر چھا جاتی ہے۔ یہ ان کے خصائل حمیدہ کی بڑی توصیف ہے۔ فرماتے ہیں:

بکی ضُباع علٰی ابیکِ بکاء محزون الیم

"اے ضباعہ تو اپنے باپ پر رو، اس شخص کا سا رونا جو غم کا مارا ہو"۔

قد کنت اشده فلا رث السلاح ولا سلیم

"میں اسے ڈھونڈ تا پھرتا تھا وہ کمزور ہتھیار والا تو نہ تھا"۔

کالکوکب الدُّرّی یعلو ضَوءُه ضوء النجوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''وہ چمکتے ہوئے ستارے کی طرح تھا جس کی روشنی سب ستاروں پر
چھا جاتی ہے''۔

خود ابو طالب نے بھی اپنے ان عالی منزلت بڑے بھائی اور سردار خاندان کے مرنے پر مرثیہ کہا تھا۔جس کی ابتدائی چند بیتیں سنیے۔فرماتے ہیں:

اسبلت عبرة علی الوجنات قد مرتها عظیمة الحسرات

''ٹپک آئے ہیں آنسو رخساروں پر کھینچ لائے ہیں بڑی بڑی حسرتیں''۔

لاخ سید ① نجیب یقوم سید فی الذری من السادات

''اس بھائی کے رونے پر جو شریف وسردار عالی منزلت تھا جو اونچے
خاندان کے سرداروں کا سردار تھا''۔

سردار اور سرداروں کی اولاد جنھوں نے سمیٹ لیا تھا قدیم بزرگی کو اور مکر بات کی بنیادیں مضبوط کر دی تھیں۔

اخفائے نام ونسب:

اب دیکھیے مندرجہ بالا بیتوں میں خود ابو طالب ہی جسے اپنا بھائی بتائیں، سرداروں کا سردار کہیں، اس کے فراق میں آنسو بہائیں، بعض تنگ خیال شیعہ مؤلفین محض اس مقصد سے کہ ان بڑے چچا زبیر کے بجائے چھوٹے چچا ابو طالب عبد مناف کو آنحضور ﷺ کا کفیل قرار دے سکیں، جناب زبیر کے حالات کو چھپانے اور ان کی مادری نسبت کو مشتبہ کرنے کی کیسی کیسی مذموم حرکتیں کرتے رہے ہیں۔ ملا باقر مجلسی نے تو جناب زبیر کو آنحضرت ﷺ کے والد عبداللہ کے سگے بھائی نہ بتانے کے لیے ان کی والدہ فاطمہ مخزومیہ کے بیٹوں میں زبیر کا نام

① لفظ ''سید'' سربراہ معظم محترم کے معنی ومفہوم میں اہل زبان استعمال کرتے ہیں۔جناب اور مسٹر کے معنی میں بھی یہ لفظ بالعموم مستعمل ہے۔اظہار نسب وقومیت میں اہل زبان استعمال نہیں کرتے۔کتاب ''تحقیق سید وسادات'' میں (اس متعلق) تفصیلی گفتگو آچکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی ترک کر کے کس ڈھٹائی سے لکھ دیا کہ

ان کے بطن سے صرف دو بیٹے ابوطالب اور عبداللہ تھے۔ ''از فاطمہ مخزومیہ ابوطالب وعبداللہ پدر رسول خدا بہم رسیدند''۔ ①

پھر ان کے مادری نسب کو مشتبہ کرنے کے لیے یہ بھی فرما دیا:

بعضے گفتہ اند کہ زبیر نیز اولا فاطمہ بود وسائر اولاد از زنان دیگر ② یہ غنیمت ہے کہ مُلّا صاحب نے زبیر کا نام عبدالمطلب کی اولاد سے بالکل خارج تو نہیں کیا۔ یہ مذموم حرکت مشہور کتاب تاریخ عرب (ہسٹری آف سیریسینز) کے عالی مرتبت مؤلف مسٹر جسٹس امیر علی نے اپنی اس کتاب میں کی ہے، جو متعدد یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہے اور جس کے آٹھ نو ایڈیشن نصف صدی سے زائد مدت میں شائع بھی ہو چکے ہیں، آنحضرت ﷺ کے کفیل تایا جناب زبیر کا ذکر درکنار اعمام رسول اللہ ﷺ میں ان کا نام کہیں بھی نہیں لیا۔ صفحہ ۷ پر (ایڈیشن ۱۹۴۹ء) عبدالمطلب کے پانچ بیٹوں کا ذکر نام بنام یہ کہہ کر تو کیا ہے کہ

''تاریخ عرب میں یہ لوگ مشہور ہوئے عبدمناف کنیت ابوطالب، عباس جد امجد خلفائے عباسیہ، حمزہ، عبداللہ نیز ابولہب جسے قرآن میں اسلام کا ایذا دہندہ بتایا گیا ہے''۔

جناب زبیر کے حالات اور نام کا اخفاء مؤلف موصوف نے ظاہر ہے اسی شیعی پروپیگنڈے کے سلسلے میں تو کیا ہے جو صدیوں سے جاری ہے اور غیر شیعہ مؤلفین نے بھی اس کا اثر لیا ہے۔ اخفائے نام زبیر کا پروپیگنڈہ تو اس غلط بیانی کا

①② حیات القلوب ج ۲ ص ۲۰ باب دوم بالتصحیح کامل مطبوعہ تہران۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ بقول مؤلف موصوف:

"عبدالمطلب نے مرتے وقت اپنے محبوب پوتے کو ابوطالب کے سپرد کر دیا تھا ابوطالب ہی اپنے والد کے جانشین ہوئے۔ ان ہی نے یتیم بھتیجے کی کفالت کی۔ ان ہی کے گھر میں آپ نے ابتدائی ایام زندگی بسر کیے تھے"۔ (ص ۷) ①

مسلک شیعیت ② کے اعتبار سے یہ غلط بیانی کچھ بعید بھی نہیں لیکن باعث حیرت واستعجاب بلکہ قابل مذمت تو یہ حرکت ہے کہ بنی ہاشم کے شجرہ نسب میں بھی جو کتاب کے آخر میں شامل ہے شجرہ مشمولہ کتاب بعنوان "شجرہ بنی ہاشم و بنی امیہ" ملاحظہ کریں:

فرزندان عبدالمطلب کے یہ دس نام لکھے ہیں۔ ابوطالب، عبداللہ، حمزہ، حارث، ضرار، مصعب، غیداق، حجل، قثم، عبدالکعبہ، اور عباس یوں تو شجرے کے ناموں میں عبدالعزیٰ (ابولہب) کا نام بھی نہیں ہے درآنحالیکہ ص ۷ پر اس کا ذکر کیا ہے۔ اعمام رسول اللہ ﷺ میں عبدالکعبہ کو اگر عبدالعزیٰ سمجھ لیا جائے پھر بھی جناب زبیر کے نام کا ترک کر دینا سہواً تو نہیں سمجھا جا سکتا، لامحالہ ارادتاً ماننا

---

① قال ابن اسحاق: وكان رسول الله ﷺ بعد عبدالمطلب مع عمه أبي طالب، وكان عبد المطلب ـ فيما يزعمون ـ يوصي به عمّه اباطالب، وذالك لأنّ عبدَ الله أبا رسولِ الله ﷺ، و اباطالب أخوان لأب وام، أمّهما فاطمة بنت عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم۔ قال ابن هشام: عائذ بن عمران بن مخزوم۔ قال ابن اسحاق: وكان ابوطالب هو الذى يلى أمرَ رسول الله ﷺ بعد جدّه، فكان إليه ومعه۔ (السيرة النبوية لابن هشام: كفالة ابي طالب لرسول الله ﷺ: ص ۷۳) (سیدہ ام معاذ)

② مؤلف موصوف نے اپنے شیعی مسلک اور رجحان طبع سے حقائق وتاریخ کو مسخ کرنے کی ہر امکانی کوشش کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سیاسی مخالفین خصوصاً اکابر بنی امیہ کی طرح طرح سے الزام تراشی اور بدگوئی کا ارتکاب کیا ہے۔ غیر شیعی طلبہ ونونہالان امت کی تاریخی معلومات کے لیے یہ کتاب سم قاتل ہے۔ یونیورسٹی کورس میں شامل رہنے کے لیے مناسب نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑے گا۔ کفالت ابو طالب کی وضعی روایت شیعہ سنی سب ہی مؤلفین بیان کرتے ہیں مگر زبیر بن عبدالمطلب کے نام کا اخفا تو غالی شیعہ مؤلفین نے بھی نہیں کیا۔ ①

''عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب'' کے شیعہ مؤلف المتوفی ۸۲۸ھ نے ابوطالب کے مناقب کی متعدد من گھڑت باتیں بیان کرنے کے ساتھ جناب زبیر کو ان کا ماں جایا بھائی بتانے میں تامل نہیں کیا، والدہ ابوطالب فاطمہ مخزومیہ کے ذکر میں لکھا ہے:

''وفاطمة هذه ام عبدالله بن عبدالمطلب والد رسول الله ولم يشركهما في ولادتهما غير الزبير بن عبدالمطلب''۔ ②

''اور یہ فاطمہ رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی والدہ ہیں اور ان دونوں بھائیوں (ابوطالب وعبداللہ) کی ولادت میں سوائے زبیر بن عبدالمطلب کے دوسرا (کوئی اور بیٹا) شریک ان دونوں کا نہ تھا''۔

---

① علامہ ابن قتیبہ الدینوری نے ''کتاب المعارف'' صفحہ ۵۱ پر عبدالمطلب کے دس بیٹوں اور چھ بیٹیوں کا ذکر کیا ہے: بیٹوں کے نام یہ بتائے ہیں: حارث، زبیر، ابو طالب، عبداللہ، حمزہ رضی اللہ عنہ، ابولہب، غیداق، مُقوّم، ضرار اور عباس۔ بعض لوگوں نے گیارہ اور تیرہ بیٹے بھی بتائے ہیں جن میں عبدالکعبہ، حجل اور قثم نامی لوگوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ لیکن علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اپنی کتاب ''الرحیق المختوم'' صفحہ ۸۰ پر تصریح کی ہے کہ مقوم کا ہی دوسرا نام عبدالکعبہ تھا اور غیداق کا دوسرا نام حجل تھا جبکہ قثم نام کا کوئی شخص عبدالمطلب کی اولاد میں نہ تھا۔ (محمد فہد حارث) البتہ امام ابوالحجاج مِزّی رحمہ اللہ ورضی عنہ مقدمۃ ''تھذیب الکمال فی أسماء الرجال'' کی فصل ''فی ذکر أعمامه وعمّاته ﷺ'' میں رقمطراز ہیں: وَقُثَمُ: هلك صغيراً، وهو شقيق الحارث ۔ سردار عبدالمطلب کا دوسرا بیٹا قثم بچپن میں فوت ہوگیا تھا، یہ حارث کا شقیق (ماں جایا بھائی) تھا۔ (سیدہ ام معاذ)

② ص ۸ طبع اول مطبوعہ لکھنو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جناب زبیر کا جانشین پدر ہونا① اور آنحضرت ﷺ کا آغاز شباب تک اپنے ان سگے تایا کے آغوش شفقت میں رہنا روز روشن کی طرح واضح ہو چکا۔

مؤرخ بلاذری کا قول ہے کہ

''وروی بعضهم ان الزبیر کفل النبی ﷺ حتی مات ثم کفله ابوطالب بعدہ وذلک غلط بان الزبیر شهد حلف الفضول ولرسول اللہ یومئذ نیف وعشرون ''۔②

''بعض یہ روایت کرتے ہیں کہ زبیر نے اپنی وفات تک نبی ﷺ کی کفالت کی تھی پھر ان کے بعد ابوطالب نے کی لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ زبیر حلف الفضول میں موجود تھے اور رسول اللہ ﷺ کا سن شریف اس وقت کچھ اوپر بیس سال تھا''۔

وفات واولادِ امجاد:

جناب زبیر کی وفات حلف الفضول کے کچھ عرصہ بعد اس وقت ہوئی جب آنحضرت ﷺ کا سن شریف اکیس بائیس برس تھا۔ ابن ابی الحدید نے اس سے بھی زیادہ بتایا ہے۔

جناب زبیر کے آٹھ اولاد تھیں، چار بیٹے: طاہر وحجل وقرۃ وعبداللہ اور چار بیٹیاں: ضباعہ وام الحکم وام الزبیر وصفیہ۔ طاہر مکے کے خوش مزاج نوجوانوں میں تھے اور نوجوانی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ ان ہی کے نام پر آنحضرت ﷺ نے اپنے ایک صاحبزادے کا نام طاہر رکھا تھا۔''وبه سمی رسول اللہ ﷺ ابنه الطاهر ''۔③

طاہر وحجل وقرۃ مقطوع النسل ہیں۔ جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ بن الزبیر بن

① یعنی عبدالمطلب کا وصی ہونا (محمد فہد حارث)
② انساب الاشراف ج ۱ ص ۸۵.
③ شرح ابن ابی الحدید.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالمطلب سے نسل چلنے میں اختلاف ہے۔ آنحضرت ﷺ کے یہ چچیرے بھائی مشہور شہسوار اور بڑے مجاہد تھے۔ غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے تھے۔

ابن سید الناس لکھتے ہیں:

''عبد اللہ شهد یوم حنین مع النبی ﷺ وثبت معه وکان فارساً مشهوراً کان النبی یقول ابن عمی وحبی ومنهم من یروی انه کان یقول ابن امی وحبی وکانت سنه یومَ تُوفّی النبی ﷺ نحوا من ثلاثین سنة وقتل شهیداً باجنادین فی خلافة ابی بکر سنة ثلاثة عشرة بعد ان ابلی بها بلاءً حسناً''۔ ①

''یہ عبداللہ (فرزند زبیر بن عبدالمطلب) نبی ﷺ کی معیت میں غزوہ حنین میں ثابت قدم رہے۔ وہ مشہور شہسوار تھے ۔ نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے یہ میرے چچا کے بیٹے میرے محبوب ہیں اور بعض یہ روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ یہ میری ماں کے بیٹے میرے محبوب ہیں نبی ﷺ کی وفات کے وقت تقریباً تیس برس کے تھے، اجنادین کے جہاد میں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں ۱۳ھ میں ہوا تھا بڑی بہادری وجانبازی سے معرکہ آرا ہوکر شہید ہوئے''۔

اکثر نسابین نے جناب عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو مقطوع النسل بتایا ہے۔ بعض کتب قدیمہ میں ان کے ایک فرزند علی اور پوتے عتیق بن علی کا ذکر ملتا ہے۔ شرح ابن الحدید میں بھی ② یہ نام درج ہے۔ جناب زبیر کے نسل نہ چلنے کو عمدۃ الطالب کے شیعہ مؤلف ابوطالب کی نسل کے لیے فضیلت عظیمہ قرار

① عیون الأثر ص ۲۹۲.

② صوبہ بہار (بھارت) کے مشہور بزرگ مولانا محمد معروف بہ تاج فقیہ منیری کا سلسلہ نسب چودہ واسطوں سے جناب عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے متصل کیا جاتا ہے۔ ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہوئے تفاخر علی النسب کے جذبے میں تحریر کرتے ہیں کہ

''وقد انقرض الزبیر وھذہ فضیلة عظیمة اختص بھا ابو طالب وولدہ دون باقی بنی عبد المطلب''۔ ①

''اور زبیر کی تو نسل ہی ختم ہوگئی اور یہ واقعہ ابو طالب اور ان کی اولاد کے حق میں بقیہ اولاد عبد المطلب کے مقابلے میں عظیم فضیلت ہے جس میں وہ مختص کیے گئے''۔

ان شیعہ مؤلف کے خیال میں جو خود بھی نسلاً طالبی ہیں، زبیر کی نسل ختم ہو جانا اگر ابو طالب اور ان کی اولاد کی فضیلت عظیمہ بھی مان لی جائے تب بھی ابو طالب اور ان کے بیٹوں پوتوں کی زندگیوں میں تو یہ فضیلت حاصل نہ ہوسکی۔ کیونکہ زبیر کے اخلاف، ان کے بیٹے، پوتے، پروتے (یعنی) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، ان کے فرزند علی اور علی کے بیٹے عتیق نیز زبیر کی چاروں صاحبزادیاں جو سب صحابیات تھیں اور ان کی اولاد زبیر کے نواسی نواسے یہ سب قرن اول وثانی میں بقید حیات موجود تھے۔ جناب زبیر کی ایک دختر حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چچیری بہن، جن کو آپ ۴۰ وسق پیداوار خیبر میں سے دیا کرتے تھے، حضرت مقداد ② بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بہرانی کے عقد

==> ان کے اخلاف میں علماء وفضلا اور ذی وجاہت اشخاص ہوتے رہے۔ مولانا ولایت علی، عنایت علی وفرحت حسین ابنائے مولانا فتح علی یہ تینوں بھائی رفقائے حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی میں سے تھے۔ پاکستان میں اس زبیری ہاشمی خاندان کے بعض ذی علم حضرات موجود ہیں جن میں پروفیسر محمد مسلم بن محمد یوشع بن حافظ عبد المجید بن مولانا عنایت علی نیز دیگر افراد کراچی اور پاکستان میں ہیں۔

① عمدة الطالب ص ۸.

② حضرت مقداد صحابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسباً قبیلہ بہراء سے تھے وہ حلیف تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں زاد الاسود بن عبد یغوث بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ الزہری کے، الاسود سے منسوب ہوکر مقداد بن الاسود کہلانے لگے۔ (جمھرة الانساب ابن حزم ص ۴۱۲)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں تھیں۔ ان کے فرزند عبداللہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے، اپنے ماموں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں کے مقابل، جنگ جمل میں قصاص خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کی خاطر نبرد آزما ہوکر مقتول ہوئے تھے۔ ان کی لاش دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

بئس ابن الاخت انت ① تم کیسے بُرے بھانجے تھے۔

جناب زبیر کی دوسری صاحبزادی حضرت ام الحکم رضی اللہ عنہا اپنے ابن عم ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کو بیاہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملنے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ ② ان کو اور ان کی دوسری بہنوں حضرت ام الزبیر رضی اللہ عنہا، اور صفیہ رضی اللہ عنہا کو بھی پیداوار خیبر سے چالیس اور تیس وسق دیا جاتا تھا۔ سیدہ ام الحکم رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بن ربیعہ کی شادی آنحضرت نے اپنے اہتمام سے اپنے چچیرے بھائی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب کی دختر سے کی تھی۔ یہ عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں مدینہ سے ملک شام چلے گئے، دِمشق میں مسکن گزیں ہوئے۔ امیر یزید رحمہ اللہ کی صفات حسنہ کی بنا پر حضرت عبدالمطلب کو ان سے بڑا اُنس تھا اپنی وفات سے قبل جو امیر یزید رحمہ اللہ کے زمانہ خلافت میں ہوئی تھی انہیں اپنا وصی کیا تھا۔

''اوصٰی الی یزید بن معاویة فی خلافة یزید وقبل یزید وصیته''۔ ③

''حضرت عبدالمطلب ہاشمی نے یزید ④ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی خلافت

① طبقات ابن سعد. ② الاصابة.
③ نسب قریش ص ۸۷ ودیگر کتب الاصابة والاستیعاب وجمهرة الانساب ابن حزم.
④ ہم نے ہاتھ کی کتابت کے جس نسخہ سے اپنا یہ جدید طباعتی نسخہ مرتب کیا ہے، وہاں اس عبارت میں یزید بن معاویہ کے نام کے آگے ''رضی اللہ عنہ'' کی علامت لگی ہوئی ہے۔ اب معلوم نہیں کہ یہ ''رضی اللہ عنہ'' کی علامت، علامہ عباسی رحمہ اللہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے لگائی ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے زمانہ میں اپنا وصی کیا اور یزید نے اس وصیت کو قبول کیا''۔

الغرض جناب زبیر کی نسل یعنی اولادِ ذکور و اولادِ دختری کے پہلی صدی ہجری اور اس کے بعد تک موجود ہونے کا ثبوت کتب انساب وتواریخ سے ملتا ہے۔ صوبہ بہار کے ایک حامل آثار خاندان کا سلسلۂ نسب حضرت عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب سے متصل کیا جاتا ہے۔ اس زبیری ہاشمی خاندان میں علما وفضلا ومجاہدین ہوتے رہے ہے (ان کا مجملاً ذکر پہلے ہو چکا ہے)۔

ابو طالب بن عبد المطلب:

نام وکنیت: نام عبد مناف تھا۔ کنیت بڑے بیٹے طالب کے نام سے، جو غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے خلاف لڑ کر مقتول ہو گیا تھا، ابو طالب تھی یعنی طالب کے ابا۔ نام کے بجائے کنیت ہی سے زیادہ مشہور تھے۔ ان کا سوتیلا بھائی ان ہی کی طرح اپنے نام عبدالعزی کے بجائے لقب ابولہب سے مشہور رہا۔ ان دونوں بھائیوں کے نام مع ان کی کنیت ولقب کے مستند کتب اَنساب وتاریخ میں صراحتاً مذکور ہیں۔ یہ چند اندراجات کتب قدیمہ کے ملاحظہ ہوں:

''(۱) ابو طالب۔ نام ان کا عبد مناف تھا۔ ابولہب نام اس کا عبدالعزی تھا''۔ ①

''(۲) ابو طالب بن عبدالمطلب نام ان کا عبد مناف تھا۔ ابولہب بن عبدالمطلب نام اس کا عبدالعزی تھا۔'' ②

==> تھی یا پھر یزید بن معاویہ کے لیے یا پھر یہ کاتب کا سہو ہے۔ یزید بن معاویہ تابعی تھے اور ان کے نام کے آگے ''رحمہ اللہ'' کا لاحقہ لگایا جانا چاہیے۔ کتاب کے متن کو محفوظ رکھنے کی خاطر ہم نے یہاں ''رضی اللہ عنہ'' کی علامت برقرار رکھ کر حاشیہ میں مطلوبہ توضیح کر دی ہے۔ (محمد فہد حارث)

① ص ۱۷، ۱۸ کتاب نسب قریش مصعب زبیری المتوفی ۲۳۶ھ

② ص ۵۱ کتاب المعارف ابن ابی قتیبہ المتوفی ۲۸۷ھ

اصل عربی عبارت یہ ہے: وابا طالب اسمہ عبدمناف وابالھب واسمہ عبدالعزی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''(۳) ابوطالب۔ یہ تھے عبدمناف۔ ابولہب یہ تھا عبدالعزی''۔ ①

مناف اور عزی نامی دو بت نواح مکہ میں نصب تھے۔ بعض ممتاز قریش بھی ان بتوں کی نسبت سے زمانہ جاہلیت میں اپنے بچوں کے نام رکھتے ہیں۔ ابوطالب کے دادا ہاشم کے والد ہی کا نام عبدمناف تھا اور ان عبدمناف کے حقیقی بھائی کا نام عبدالعزی تھا۔ ان کی نسل میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا اسدی خاندان ہے۔ ابوطالب کے پدر بزرگوار عبدالمطلب نے بھی خاندانی دستور کے مطابق دو بیٹوں کے نام ان ہی بتوں پر رکھے تھے۔ یعنی عبدمناف (ابوطالب کا) اور عبدالعزی (ابولہب کا)۔

ابوطالب کے اخلاف من حیث المجموع طالبین یا طالبی کہلائے۔ طالبی خاندان کے انساب اور طالبی اکابر کے مختصر احوال کی مستند کتاب ''عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب'' ہے، اس کے مؤلف متوفی ۸۲۸ھ نسباً طالبی سنی مسلکاً شیعہ آٹھویں نویں صدی ہجری کے درمیان زمانے کے تھے۔ (چونکہ) شیعی مغالات فی البشر کے پروپیگنڈے میں اُس زمانے کے بعض غالی شیعہ اپنے امام اول کے والد ابوطالب کو، جو مرتے دم تک شرک و بت پرستی کے آبائی مذہب پر قائم رہے، مسلمان بتا کر اصل نام عبدمناف کے بجائے من گھڑت نام ان کا عمران لینے لگے تھے۔ مؤلف مذکور نے مقدمہ کتاب میں وضعی نام عمران کی تردید میں بالصراحت لکھا تھا:

''اسم ابی طالب ونسبه اما اسمه فقیل انه عمران وهی روایة ضعیفة... والصحیح ان اسم ابی طالب عبدمناف ''۔ ②

''ابوطالب کے نام ونسب کے بارے میں۔ سو اِن کے نام کے متعلق

① تاریخ یعقوبی شیعہ مؤرخ المتوفی ۲۸۷ھ۔
② ص ۲۰۵، طبع اول لکھنو۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جو کہا جاتا ہے عمران تھا یہ روایت ضعیف ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ نام ابو طالب کا عبد مناف تھا''۔

بعض متاخرین شیعہ مؤرخین و مؤلفین ابو طالب کے اصل نام عبد مناف کی عجیب و غریب تاویلیں کرنے لگے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ عبد مناف نام نہیں تھا بلکہ لقب تھا۔ کبھی فرماتے ہیں کہ نام تو عمران تھا مگر عبد مناف بھی کہلاتے تھے۔ یہ تاویلات باطلہ اسی وجہ سے ان شیعہ مؤلفین کو کرنی پڑیں کہ اصلی نام عبد مناف کو جو بالتواتر ثابت ہے چھپانا ان کے بس کا نہ تھا۔ چنانچہ ''ناسخ التواریخ'' کے شیعہ مؤرخ ایک جگہ تو لکھتے ہیں کہ

''ابو طالب کہ عبد مناف لقب داشت''۔ ①

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

''نام ابو طالب عمران است و ہم او ر عبد مناف نامیدہ اند''۔ ②

یہ قول کہ ان کا نام عمران تو تھا مگر عبد مناف سے بھی موسوم کیے جاتے تھے مضحکہ خیز لغو بیانی ہے۔ عبد مناف نام تو ان کا اس درجہ معروف و مشہور ہے کہ متعدد آزاد اور بے لاگ مؤرخین کے علاوہ زمانہ حال کے شیعہ مؤلف جسٹس امیر علی بھی اصل نام کا اخفا نہیں کر سکے، اپنی دونوں تالیفات میں بالصراحت لکھا ہے کہ ابو طالب کا نام عبد مناف تھا۔ ③

پھر یہ حقیقت بھی اظہر من الشّمس ہے کہ اعمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جن چار حضرات نے آپ کی نبوت کا زمانہ پایا یہی دو چچا جن کے نام مناف و عزی بتوں کے ناموں پر تھے یعنی عبد مناف (ابو طالب) اور عبد العزی (ابولہب)

① ناسخ التواریخ ص ۲۲۶۔
② حوالہ مذکورہ ج ۶ ص ۴۵۱۔
③ تاریخ عرب ص ۷ و اسپرٹ آف اسلام حاشیہ ص ۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی دونوں قبول اسلام سے محروم رہے۔ دوسرے دو چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ چنانچہ ان دو اعمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا جہاں کی مساجد کے ائمہ خطبات جمعہ میں دعائے رحمت و برکت کرتے ہیں۔

وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ

شخصیت:

ابو طالب (عبد مناف) نسباً و نسلاً نجیب و شریف طبعاً حلیم و بردبار صلح و مرنجان مرنج تھے۔ قریشی سوسائٹی میں ذی عزت و ہردلعزیز تھے فصیح البیان شاعر بھی تھے۔ دیگر سادات قبائل کی طرح حمیت خاندانی و حب قومی کا وصف بھی نمایاں رکھتے تھے۔ بڑے بھائی کی وفات پر ہاشمی خاندان کے سرگروہ و سردار ہوئے اور بھائی نے بھی ان ہی کو منصب سربراہی کے لیے نامزد بھی کر دیا تھا۔

''واوصی الزبیر الی ابی طالب ''۔ ①

''اور زبیر نے ابو طالب کی (سربراہی خاندان کی) وصیت کر دی تھی''۔

عصر جاہلی میں سردار و سربراہِ خاندان کے لیے جن صفات کو اہمیت دی جاتی تھی، مؤرخ الخضری نے یوں بیان کی ہیں:

''واعظم مستود عندھم الشجاعة والکرم والحلم والثروة والعدد ''۔ ②

''قبیلہ قریش کے نزدیک (سردار خاندان کے لیے) اہم صفات شجاعت و بہادری بخشش وعطا، مروت و بردباری دولت و ثروت اور اہل خاندان کی عددی قوتیں تھیں''۔

اوصاف متذکرہ بالا میں سے جو لازمہ سرداری سمجھی جاتی تھیں، ابو طالب

① طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۸۶.
② محاضرات تاریخ اسلامی ج ۱ ص ۵۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو اکثر سے محرومی تھی۔ جناب زبیر کے انتقال کے وقت بنو عبدالمطلب میں ابو طالب ہی چونکہ سن وسال میں سب سے بڑے بچپن برس کے مسن ① شخص تھے اور جیسا بیان ہوا جناب زبیر نے بھی ان ہی کو نامزد بھی کیا تھا، بنابریں باوجود جسمانی معذوری و مالی کمزوری کے یہی سردار و سربراہ اپنے خاندان کے ہوئے۔

جسمانی معذوری:

بعض قدیم مؤرخین نے ابو طالب کی جسمانی معذوری کا ذکر کیا ہے۔ ابو جعفر محمد بن حبیب ہاشمی متوفی ۲۴۹ھ نے کتاب المحبر میں اور ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ نے ''المعارف'' میں قریش کے تقریباً سب ہی خاندانوں کے ان اشراف وممتاز اشخاص کی فہرستیں جداگانہ عنوانات کے تحت نام بنام درج کی ہیں جن میں خلقی طور سے یا کسی حادثے کے نتیجے میں کوئی جسمانی عارضہ اور نقص تھا مثلاً اشراف العمیان (نابینا اشراف) کی فہرست میں عبدالمطلب بن ہاشم، عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب نیز امیہ بن عبد شمس وغیرہم کے نام ہیں۔ یہ حضرات مادرزاد اندھے تو نہ تھے، پیرانہ سالی میں بینائی جاتی رہی تھی۔

العوران الاشراف (یک چشم اشراف) کے تحت عنوان ابوسفیان ② بن حرب رضی اللہ عنہ، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، اشعث بن قیس الکندی رضی اللہ عنہ و دیگر اشراف کے اسما ہیں طائف، حدیبیہ و یرموک کے معرکوں میں ایک ایک آنکھ ان لوگوں کی جاتی رہی تھی۔ ③

① مسن یعنی سن رسیدہ، عمر دراز (محمد فهد حارث)

② حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی دوسری آنکھ بھی یرموک کے جہاد میں ضائع ہو کر نابینا ہو گئے تھے۔

③ علامہ ابو جعفر محمد ابن حبیب البغدادی (المتوفی ۲۴۵ ہجری) نے ''کتاب المحبر'' صفحہ ۳۰۲ میں لکھا ہے کہ سیدنا ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ یوم طائف میں، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ حدیبیہ میں جبکہ سیدنا اشعث بن قیس الکندی رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ یوم یرموک میں شہید ہو گئی تھی۔ تاہم سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات یاد رہے کہ ''کتاب المحبر'' کے حاشیہ نگار نے لفظ حدیبیہ پر یہ حاشیہ لگایا ہے: <==

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الحولان الاشراف (بھینگے اشراف) کی فہرست میں ابولہب بن عبدالمطلب وابوجہل وزیاد بن ابوسفیان، وابان بن عثمان وغیرہم کے نام ہیں۔ یہ نقص ان میں البتہ خلقی تھا۔

الکواسجۃ الاشراف (یعنی جن کی ڈاڑھی کے بال خلقی طور سے صرف ذقن، (ٹھوڑی) پر ہی تھے) ان میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اسدی، عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل، وعبداللہ بن جدعان التیمی وغیرہم کے نام ہیں اور ایسے اشراف کی فہرست میں جن کے سرزحمت مقراض سے آزاد تھے۔ یعنی اصلع تھے، ان میں حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی وحضرت مروان بن الحکم اموی رضی اللہ عنہم کے نام درج ہیں، اس ریمارک کے ساتھ کہ ان حضرات کے بعد کوئی خلیفہ مسلمانوں کا اصلع نہیں ہوا۔①

العرجان الاشراف (لنگڑے لولے اشراف) کی فہرست میں عبدمناف ابوطالب بن عبدالمطلب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کتاب المحبر کی مندرجہ فہرست میں تیسرا ہے اور ''المعارف'' میں سرفہرست ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جسمانی نقص ان میں زیادہ تھا۔ شاید خلقی تھا۔ کسی حادثے کی وجہ سے نہ تھا۔ جیسا اسی فہرست میں علقمہ بن قیس صاحب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ٹانگ کے نقص کے بارے میں یہ تصریح ہے:

''قاتل علقمہ یوم صفین حتی عرج''۔

''جنگ صفین میں شریک ہو کر لنگڑے ہو گئے تھے''۔

==> ''اوپر ورق (۹۳/ب) میں قادسیہ کا دن بیان کیا گیا تھا مگر مشہور یرموک کا دن ہے، جیسا کہ استیعاب (رقم ۱۰۷۶) میں ہے، حدیبیہ کے دن تو کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔'' حاشیہ صفحہ ۲۱۶۔ محمد فہد حارث)

① وقال الهيثم بن عدى عن عبدالله بن عياش فى تسمية الفقم من الأشراف: عمرو (الاشدق) بن سعيد بن العاص بن سعيد بن العاص ک ت للمزى ۔(سیدہ ام معاذ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو طالب کے کسی حادثہ میں مضروب ہونے کا کہیں ذکر نہیں نہ اپنے والد عبدالمطلب یا بڑے بھائی جناب زبیر کے ایام سربراہی کے کسی واقعہ کے سلسلے میں ان کا نام کہیں مذکور ہے۔ ان کے اور بھائیوں کے نام تو عبدالمطلب کے سفر یمن وطائف کے سلسلے میں متعدد کتب میں مذکور ہیں۔ جناب عبداللہ والد ماجد آنحضرت ﷺ کی تیمارداری کے لیے یثرب جانے میں حارث اور جناب زبیر کا ذکر آتا ہے۔ حرب فجار اور حلف الفضول کے واقعات میں بھی ابو طالب کا کہیں ذکر نہیں۔ ایک غالی شیعہ مؤلف نے حرب فجار میں، جہاں سب قریشی خاندانوں کے اشخاص شریک تھے، ابو طالب کی عدم موجودگی کی یہ عجیب تاویل کی ہے کہ یہ لڑائی چونکہ ان ایام میں ہوئی تھی جن میں جدال وقتال ممنوع تھا اس لیے ابو طالب اس ناجائز لڑائی میں شریک نہ ہوئے درانحالیکہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے اعمام کے ساتھ محاذ جنگ پر موجود تھے اور تیر اٹھا اٹھا کر دیتے جاتے تھے یہ ذکر تو قبائلی حرب کا تھا۔ اب خود ان کے پدر بزرگوار عبدالمطلب کے آخری ایام کا یہ واقعہ کتاب ''السیرة النبویة والآثار المحمدیه'' کے علاوہ ''شرح ابن ابی الحدید'' میں بھی بیان ہوا ہے کہ حرب بن امیہ نامور سردار قریش سے بنی تمیم کے کسی شخص کا تنازعہ تھا۔ وہ کچھ عرصہ بعد وارد مکہ ہو کر کسی دوسرے قریشی سردار کی پناہ میں آنے کا خواہش مند تھا۔ لوگوں نے عبدالمطلب کے یہاں چلے جانے کا مشورہ دیا۔

''فاتی التمیمی لیلاً دار الزبیر بن عبدالمطلب فدقّ الباب ''۔

(ج ا ص ۲۵)

''ایک رات تمیمی مذکور زبیر بن عبدالمطلب کے مکان پر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا''۔

''فقال الزبیر لاخیه الغیداق قد جاءنا رجل اما مستجیراً او

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طالب حاجة او طالب قری ''۔

''جناب زبیر نے اپنے بھائی غیداق سے کہا کوئی شخص آیا ہے ہمارے یہاں یا تو پناہ لینے کو یا حاجت طلب یا مہمانی کے لیے''۔

تمیمی عرض حال کر کے پناہ گیر ہوا۔ دوسرے دن جناب زبیر کے ساتھ خانہ کعبہ میں جیسے ہی تمیمی پہنچا حرب بن امیہ اسے دیکھتے ہی حملہ کرنے جھپٹے۔ زبیر کو اس کی حمایت میں تیغ بکف دیکھ کر حرب ان کے والد عبدالمطلب کے پاس دوڑ کر گئے اور کہنے لگے مجھے زبیر سے بچاؤ اجرنی من الزبیر (ایضاً) زبیر کے ساتھ ان کے بھائی بھی حرب کے حمایتیوں کے مقابلے کے خیال سے اپنے دروازے پر تیغ بکف مجتمع ہو گئے۔ عبدالمطلب نے حرب کو خاطر تواضع کے بعد یہ کہہ کر رخصت کیا کہ لو اب خیر سے اپنے گھر جاؤ۔

حرب کہنے لگے:

''کیف اخرج وسبعة من ولدک قد اجتمعوا بسیوفهم علی الباب فالقی عبدالمطلب رداءه فخرج علیهم فعلموا انه اجاره فتفرقوا''۔(ایضاً)

''میں جاؤں کیسے؟ تمہارے بیٹوں میں سے ساتوں بیٹے تیغ بکف دروازے پر مجتمع ہیں۔ عبدالمطلب نے اپنی چادر انہیں اوڑھا دی۔ پھر وہ نکل کر چلے گئے۔ ان لوگوں نے جان لیا کہ (پدر بزرگوار نے) پناہ دے دی ہے تو وہ سب ہٹ گئے''۔

اس واقعہ میں منجملہ آٹھ فرزندان عبدالمطلب ① کے سات کی موجودگی

① عبدالمطلب کی زندگی میں منجملہ دس بیٹوں کے دو بیٹے حارث اور جناب عبداللہ والد ماجد آنحضرت ﷺ تو فوت ہو چکے تھے۔ آٹھ بیٹے اس وقت موجود تھے۔ یعنی زبیر، عبد ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ایک ہی کی غیر موجودگی سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہی فرزند عبدالمطلب کے یعنی ابوطالب موجود نہ تھے جو بوجہ اعرج (لنگڑے لولے) ہونے کے اپنے بھائیوں کے پہلو میں تیغ بکف کھڑے ہونے سے معذور تھے اور یہی جسمانی معذوری ان کی مالی کمزوری کا سبب بھی تھی۔ اہل خاندان کا ذریعہ معاش تجارت تھا جس کے سلسلے میں شام ویمن وغیرہ دور دراز مقامات پر تجارتی قافلوں میں سفر کرنا ناگزیر تھا، تنومند اور صحیح الاعضاء اشخاص ہی ایسے طویل اور کٹھن سفر کی صعوبتیں جھیل سکتے تھے۔

مالی کمزوری:

ابوطالب اپنی ٹانگوں کے نقص کی وجہ سے شام ویمن اور دوسرے بعید مقامات کے تجارتی سفر نہیں کر سکتے تھے البتہ وہ خوشبوئیں اپنے یہاں تیار کرا کر مقامی طور سے یا قرب وجوار کے بازاروں میں فروخت کراتے تھے، کبھی اپنے شہر میں غلہ کی خرید وفروخت کر کے گزارا کر لیتے تھے۔ ابن قتیبہ نے ''المعارف'' میں شرفائے قریش کی دستکاری وصنعتوں کا جو باب بعنوان ''صناعات الاشراف'' قائم کیا ہے اس میں سرفہرست ابوطالب کا نام درج کر کے لکھا ہے کہ

''ابوطالب عطر فروش تھے اور بعض اوقات غلہ بھی بیچ لیتے تھے''۔ ①

کساد بازاری وکثرت عیال سے بمرور ایام مالی حالت ایسی خراب ہوگئی کہ خود ان ہی کے فرزند جناب علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کا یہ قول ایک شیعہ مورخ یعقوبی ہی نے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''قال علي بن ابي طالب ابى ساد فقيراً وما سادا فقيراً قبله ''۔

==> مناف (ابوطالب)، عبدالعزیٰ (ابولہب)، حجل الغیداق، مقوم، حمزہ، عباس، ضرار۔ ''تحقیق مزید'' (ص ۱۷۲) پر آٹھ کے بجائے سات غلطی کتابت کی ہے۔

① المعارف ص ۲۴۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ج ۱ ص ۱۷)

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے والد (ابوطالب) سردار خاندان ہوئے۔ فقیر تھے اور ان سے پہلے کوئی فقیر شخص سردار خاندان کا نہیں ہوا تھا''۔

ابوطالب کی مالی کمزوری و ناداری کا اظہار شیعہ سنی قدماء کی مستند کتب طبقات ابن سعد، شرح ابن ابی الحدید وتنقیح المقال للمامقانی، والسیرۃ الحلبیہ وغیرہ بھی تقریباً یکساں الفاظ میں یوں کیا گیا ہے۔

''ساد ابوطالب وھو فقیر لا مال لہ ''۔

''ابوطالب سردار خاندان ہوئے تو فقیر تھے، مال ان کے پاس نہ تھا''۔

ابن ابی الحدید جیسے شیعہ مؤلف نیز دیگر مؤلفین سیرۃ الحلبیہ وغیرہ نے ان کی مفلسی و تنگ دستی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ قریش میں صرف یہی دو شخص یعنی عبد مناف ابوطالب اور عتبہ بن ربیعہ باوجود مفلس و محتاج ہونے کے اپنے اپنے خاندان کے سردار و سربراہ ہوئے۔

''وکان یقال لم یَسِدْ لملق ای فقیر الا عتبۃ بن ربیعہ و ابوطالب فانھما سادا بغیر مال وفی کلام بعضھم ساد عتبۃ بن ربیعہ وابوطالب وکان افلس من ابی المزلق ''۔①

''اور یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی محتاج یعنی فقیر شخص سردار (اپنے خاندان کا) نہیں ہوا۔ سوائے عتبہ بن ربیعہ اور ابوطالب کے بعض راویوں کا یہ بیان ہے کہ عتبہ بن ربیعہ اور ابوطالب جب سردار اپنے اپنے خاندان کے ہوئے تو یہ دونوں ابی المزلق سے بھی زیادہ مفلس

①سیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۱۴۳ وشرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۶۱ وشفاء الغرام باخبار بلد الحرام ص ۹۶ ودیگر کتب.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تھے''۔

ابی المزلق بنو عبد شمس کا ایسا مفلس و محتاج شخص تھا کہ اکثر نان شبینہ سے بھی محروم رہتا۔ پشتینی مفلس ہونے سے ہی نام اس کا ضرب المثل ہو گیا تھا۔

''لو تجد مؤنة ليلة كلهم يعرفون بالافلاس''۔ ①

ابو طالب کی مفلسی و ناداری کی وجہ سے خاندانی منصب سقایا اور روایت دیگر منصب العمارۃ کو بھی ان کے چھوٹے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ انجام دیتے تھے جو اپنے بھائیوں میں زیادہ متمول تھے۔

اہل خاندان کی عددی قوت:

جسمانی معذوری و مالی کمزوری کے علاوہ ابو طالب کے ایام سربراہی میں ان کے خاندان بنی ہاشم کی عددی قوت بھی بہت کم تھی۔ تین بھائی تو ان کے حارث و عبد اللہ و زبیر فوت ہو چکے تھے، خاندان کے بالغ مردوں کی تعداد پندرہ سولہ سے زیادہ نہ تھی ان میں چھ تو ان کے اپنے بھائی تھے۔ یعنی ابولہب، حمزہ، وعباس، وضرار، وغیداق، ومقوم، دو بیٹے طالب وعقیل جوان تھے۔ جعفر و علی وطلیق تو کئی سال بعد پیدا ہوئے تھے، حجل وقرۃ دو حقیقی بھتیجے ابنائے زبیر بن عبد المطلب تھے اور سوتیلے بھتیجے نوفل ومغیرہ وربیعہ وفرزندان حارث بن عبد المطلب نوخیز تھے۔ پھر ابو طالب کے سوتیلے چچوں، نضلہ واسد وصیفی کی اولاد میں ایک دو شخص تھے، ہاشمیوں کی اس قلیل تعداد کا وزن ہی بنو مخزوم اور بنی امیہ کی تین چار گنی تعداد کے مقابلے میں کیا ہو سکتا تھا۔

یوں تو عبد المطلب اور زبیر کے ایام سربراہی میں بھی افراد خاندان کی تعداد قلیل تھی مگر ان حضرات کے ذاتی اوصاف شجاعت وشہامت، قیادت حرب،

① السيرة الحلبيہ ايضاً۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دولت وثروت وغیرہ سے قلت تعداد کی بہت کچھ تلافی ہوگئی تھی۔ پھر عبدالمطلب نے قریش کے دونوں مقتدر گھرانوں بنی مخزوم و بنی امیہ سے تعلقات مناکحت ومصاہرت قائم کر کے اپنے اثر ورسوخ میں مزید اضافہ کرلیا تھا۔ ایک زوجہ ان کی فاطمہ بنت عمرو بنی مخزوم سے تھیں اور اپنی دو بیٹیوں کو بھی اسی خاندان میں بیاہا۔ عاتکہ کا ابوامیہ ابن المغیرہ مخزومی سے اور برہ کو عبدالاسد بن بلال مخزومی سے اور نیز دو ہی دختران اپنی بنی امیہ کے گھرانے میں بیاہ دیں۔ ام الحکیم البیضاء کو جو جناب عبداللہ والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے توام پیدا ہوئی تھیں کُریز بن ربیعہ کے حبالہ عقد میں دیا جو حضرت عثمان ذی النورین کے نانا تھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت ابوسفیان کے حقیقی بھائی حارث بن حرب کے نکاح میں تھیں۔ اس شوہر کے فوت ہونے پر العوام بن خویلد کی زوجیت میں آئیں۔ ام جمیل دختر حرب بن امیہ عبدالمطلب کے بدبخت فرزند ابولہب کی زوجہ تھیں۔ غرضیکہ قریش کے ان دونوں مقتدر خاندانوں سے عبدالمطلب کے متعدد تعلقات قرابت تھے جس سے ان کے اثر ورسوخ کو تقویت ہوئی۔

ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں بیٹی دینا پسند نہ کیا:

پچھلے اوراق میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے کہ ابوطالب کے ابتدائی ایام سربراہی میں دو پیام ان کی دوشیزہ دختر ہند کے نکاح کے لیے تھے۔ ایک حقیقی بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا، دوسرا مخزومی خاندان کے ہبیرہ بن ابووہب کا۔ سیاسی وسماجی مصلحتیں ان کی مقتضی ہوئیں کہ بنی مخزوم سے، جو اس وقت سب سے زیادہ مقتدر وذی اثر خاندان ① تھا، مزید تعلقاتِ قرابت استوار کریں۔ چنانچہ اسی

① بنی مخزوم کا گھرانا قبیلہ قریش میں عددی قوت، دولت وثروت واثر ورسوخ کے اعتبار سے عہد جاہلیت میں بڑا مقتدر اور ممتاز گھرانا تھا۔ الولید بن المغیرہ مخزومی جو ریحانہ قریش کہلاتا تھا اور منصب العدل بھی رکھتا تھا، تمول ودریا دلی لیاقت وصلاحیت کے اعتبار سے یکتا سمجھا ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصلحت سے حقیقی بھتیجے کی ظاہری حالت کے اعتبار سے کہ بحالت یتیمی بڑے بھائی جناب زبیر کی کفالت و پرورش میں رہے تھے ان کے پیام نکاح پر انہوں نے ہبیرہ مخزومی کے پیام کو ترجیح دی تھی، اس کی وجہ بھی ان ہی کے ان الفاظ سے ظاہر ہے جو آنحضرت ﷺ کے شکویٰ وشکایت پر کہے تھے کہ **الکریم یکافی الکریم** ذی عزت کا میل ذی عزت وآبرودار سے ہوتا ہے۔ مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کے بھتیجے دریتیم ونادرۂ روزگار جن کی کفالت وپرورش میں خود ان کا کوئی حصہ مطلق نہ تھا ایسے مرتبہ عظمیٰ ودرجۂ عالیہ پر فائز ہونے والے ہیں کہ مخزومی وہاشمی الکریم تو کجا دنیا جہان کے اکرم الکرماء ان کے اتباع کو موجب صد افتخار وباعث نجات سمجھیں گے اور خود ابوطالب کے اہل خاندان ان کے ادنیٰ تعلق نسبت سے عز وشرف کے مدعی ہوں گے بقولے کہ۔

==> جاتا۔ وھو الوحید (نسب قریش ص ۳۰) سورۃ المدثر کی آیت نمبر ۱۱ ''ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا'' ''چھوڑ دے مجھ کو اور اس کو جسے میں نے یکتا بنایا''۔

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ترجمہ قرآن میں وَحِيْدًا کا ترجمہ ''اکیلا'' کر کے یہ کیسی غلط بات لکھ دی ہے کہ ولید اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ درآنحالیکہ اس کے باپ المغیرہ کے تیرہ بیٹے تھے۔ حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اسی ولید کے فرزند تھے۔ ولید کا ایک بھائی ہشام بن المغیرہ مخزومی سخاوت ومہمان نوازی میں مشہور تھا۔ مطبخ اس کے یہاں ہر وقت گرم رہتا۔ ہر وارد وصادر کو بلا اجازت اکل وشرب کا اذنِ عام تھا۔ جس سال اس کی وفات ہوئی، قریش اسی سال سے واقعات کا تعین کرتے تھے۔ **انّ قریشًا تورّخ بموته تقول عام مات هشام** (کتاب المحبر ص ۱۳۹ وکتاب نسب قریش ص ۳۰۱)

الحارث بن امیہ بن عبد شمس شاعر نے ہشام کی موت کو ذیل کے شعر میں ایسا سانحہ بتایا ہے کہ اس کی وفات سے گویا مکہ کی بستی سونی ہوگئی کہتا ہے۔

فاصبح بطنُ مكّةَ مقشراً كأنَّ الارضَ ليس بها هشام

''اسی ہشام کا بدبخت بیٹا ابوجہل تھا ابوطالب نے اپنی سرداری کی سیاسی مصالح سے ایسے مقتدر خاندان سے قرابت کے مزید تعلقات قائم کرنے میں اپنے حقیقی بھتیجے کے پیام نکاح دختر کو قبول کرنا پسند نہیں کیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَكَمْ اَبٍ قَدْ عَلاَ بِابن ذی شرف كما عَلاَ برسول اللهِ عَدنانُ

''بہت سے باپ بیٹے کی وجہ سے عزت و بزرگی کے اونچے درجہ کو پہنچ جاتے ہیں۔جس طرح رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے عدنان مرتبہ عالیہ پر پہنچے''۔

کفالت و پرورش کی وضعی روایتیں:

غرضیکہ جو چچا سیاسی و سماجی مصلحت کے پیش نظر حقیقی بھتیجے کی دلی خواہش پوری کرنے پر آمادہ نہ ہوں، دوشیزہ دختر کو جو خود بھی ان ہی ابن عم علیہ السلام کے حبالہ عقد میں آنے کی آرزومند ہو اسے نکاح میں ان کے دینے کے بجائے ایک مخزومی کو بیاہ دیں، بھتیجے کے شکویٰ و شکایت پر یہ کلمات بھی زبان پر لائیں کہ ان مخزومیوں سے تو ہمارے رشتے ہوتے آئے ہیں اور ذی عزت و آبرودار کے میل کے ذی عزت و آبرودار ہوتے ہیں، اسی ایک واقعہ اور اس طرز عمل سے ان تمام وضعی روایتوں کا بطلان ہو جاتا ہے جو ابوطالب کے آنحضرت ﷺ کے بچپن میں کفالت اور پرورش کرنے کی صدیوں سے مشہور چلی آتی ہیں۔کفالت کے سلسلے میں حسب ذیل باتیں کہیں جاتی ہیں:

۱۔آپ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے بعد آپ کی کفالت و پرورش کے لیے آپ کے دو سگے چچوں ابوطالب (عبدمناف) وزبیر کے درمیان قرعہ ڈالا جو ابوطالب کے نام نکل آیا۔فخرجت القرعه لابی طالب ۔

۲۔دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد زبیر و ابوطالب (عبدمناف) ان دونوں سگے چچوں نے مل کر کفالت کی۔مات عبدالمطلب فكفله عماه شقيقاً ابيه الزبير و ابوطالب ۔

۳۔تایا زبیر کی وفات کے بعد سے تنہا ابوطالب نے کفالت کی۔اس وقت آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی عمر چودہ برس کی تھی۔ مات عمه الزبیر وله اربع عشرة سنة فانفرد به ابو طالب ①

یہ تینوں قول صحیح نہیں۔ پہلے دونوں قول جناب زبیر کے مندرجہ بالا حالات وواقعات کے پیش نظر لائق اعتنا نہیں۔ عبدالمطلب سے اپنے ان دونوں بیٹوں کی حالت پوشیدہ نہ تھی، قرعہ تو ان میں ڈالا جاتا ہے جن کی حالت ہر اعتبار سے مساوی ہو۔ ابوطالب (عبد مناف) جسمانی طور سے معذور و مجبور تھے۔ اسی سبب سے مالی حالت بھی ان کی شروع ہی سے کمزور تھی۔ دونوں بھائیوں کی مشارکت باہمی سے کہ مالی حیثیت میں جن کی نمایاں فرق تھا کفالت ہونا اور بھی مہمل ہے۔ یہ قول بھی صحیح نہیں کہ زبیر کی وفات کے وقت چونکہ آنحضرت ﷺ چودہ برس کے تھے اس لیے ابوطالب نے کچھ دن کفالت کی، زبیر کا انتقال حلف الفضول کے کچھ عرصے بعد ہوا تھا اس وقت بروایات مختلفہ آپ ﷺ کا آغاز شباب تھا۔

علامہ سہیلی نے حرب فجار کے ذکر میں جو حلف الفضول سے پہلے ہوئی تھی لکھا ہے کہ

''آنحضرت محاذ جنگ پر تشریف فرما تھے مگر لڑائی میں عملاً حصہ نہیں لیا تھا حالانکہ آپ لڑائی کی عمر کو پہنچ گئے تھے۔ وقد بلغ سن القتال''۔

الغرض جناب زبیر کی وفات کے وقت آپ ﷺ خود کفیل تھے۔ تجارت ذریعہ معاش تھا۔ ابوطالب یا کسی دوسرے چچا کی کفالت واستعانت سے قطعاً مستغنی تھے۔ یہ مشہور روایت بھی صریحاً غلط ہے کہ شفیق دادا نے جن کو آپ سے غیر معمولی انس ومحبت تھا اپنے آخری وقت آپ کی پرورش وکفالت کے لیے ایک ایسے چچا ابوطالب کے سپرد کیا تھا جو اتنے تہی دست ونادار تھے کہ خواپنے ہی

① السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۲۶ والسیرۃ النبویۃ وابوالفداء ج ۱ ص ۲۳۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل وعیال کی پوری پرورش بھی ان کو دشوار تھی۔ کفالت کی وضعی روایتوں میں پہلے تو یہ بیان ہوا ہے کہ

''کان ابو طالب مقلاً من المال فکان عیاله اذا اکلوا جمیعاً او فرادی لم یشبعوا واذا اکل معهم النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم شبعوا''۔ ①

''ابو طالب کو مال کی ایسی قلت تھی کہ اہل وعیال ان کے خواہ سب مل کر کھانا کھاتے یا جدا جدا کسی کا پیٹ نہ بھرتا اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تناول کرتے سب شکم سیر ہو جاتے''۔

وضعی روایتوں میں ابو طالب کی مفروضہ کفالت کے سلسلے میں ان کی تنگ دستی و ناداری کے پیش نظر یہ غلط بیانی بھی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں کسب معاش کی خاطر اجرت پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایام رضاعت کا یہ واقعہ ضرور ہے کہ حلیمہ دائی کے بچوں کے ساتھ جو اپنی بکریاں چرانے جاتے آپ بھی تشریف لے جاتے، آپ کا یہ ارشاد ان ہی ایام رضاعت کے واقعات کا منقول ہے ''جھڑ بیری کے پھل جو خوب سیاہ ہو جاتے ہیں، زیادہ مزے کے ہوتے ہیں''۔

بعض کتب احادیث وسیر میں یہ قول بھی آپ سے منسوب کر دیا ہے کہ ''میں اہل مکہ کی بکریاں قراریط پر چرایا کرتا تھا''۔ قراریط درہم کا کوئی حصہ کہلاتا تھا۔ بعض نے اسے اعلائے مکہ کا وہ مقام قرار دے لیا ہے جہاں کہا جاتا ہے آپ کالی کملی اوڑھے بکریاں چرایا کرتے تھے۔

ان ہی کہانیوں میں ہے کہ ایک مرتبہ اپنا ریوڑ کسی دوسرے چرواہے کے سپرد کر کے نوجوان قریشیوں کی طرح رات شہر میں گزارنے کے لیے تشریف فرما

① السیرة الحلبیه ج ۱ ص ۱۲۸ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۶۱ وشفاء الغرام ص ۹۲ ودیگر کتب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے کسی مکان سے جشن شادی کے سلسلے میں گانے بجانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ شادی کا سماں دیکھنے آپ وہیں بیٹھ گئے قدرت خدا سے نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ لذت کوشی کے ایسے مشغلے ہی سے آپ کو محفوظ رکھا گیا۔ ایسی اور بھی کہانیاں چرواہے کے مشغلے کے سلسلے میں وضع ہوئیں۔ ①

کتاب رسالت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤلف فرماتے ہیں:

''اپنے چچا (ابوطالب) کی مالی حالت کے سبب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مصارف کے بارے میں اپنے چچا پر تکیہ نہیں کیا بلکہ چونکہ بچپن ہی میں بکریاں چرانی سیکھ گئے تھے اس لیے آپ نے اس وقت اپنے خاندان والوں کی بکریاں چرانے میں کوئی مضائقہ نہیں دیکھا اس کے ساتھ ہی دوسرے اہل مکہ کی بکریوں کو ان سے مناسب اجرت طے کر کے اپنی بکریوں کے ساتھ ملا لیا...... آپ نے دیکھا کہ اس مشغلے سے تھوڑی سی آمدنی کے سوا کوئی نمایاں فائدہ نظر نہیں آتا پس آپ نے تجارتی مشغلے کا ارادہ کر لیا''۔ ②

---

① نہ معلوم کن وجوہات و دلائل کے تحت علامہ عباسی رحمہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بکریاں چرانے کی تمام روایات کو یک جنبش قلم ''وضعی'' قرار دے دیا جبکہ صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۲۶۲ میں بروایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کی بکریاں اجرت پر چرائی تھیں۔ متن حدیث اور اردو ترجمہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ الأزرقي، حَدَّثَنَا أبو أمية المكي عَمْرُو بْنُ يَحْيَ، عَنْ جَدِّهِ سعيد بن عمرو القرشي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ، فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا کہ ہاں! کبھی میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط (کی تنخواہ) پر چرایا کرتا تھا۔ (محمد فہد حارث)

② رسالت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۱۳۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ شبلی رحمہ اللہ نے بکریاں چرانے کے اس مشغلے کو ''عالم کی گلہ بانی کا دیباچہ'' ہی بتا دیا ہے۔ علامہ موصوف ابوطالب کی مفروضہ کفالت کے متعلق ابن اسحاق کی غلط بیانی کا تاثر نہ لیتے جناب زبیر کی اپنے مرحوم بھائی کی نشانی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے غیر معمولی محبت کا اندازہ ان کی لوریوں کے ان الفاظ سے لیتے تو گلہ بانی کا ذکر نہ کرے۔

محمد بن عبدم عشت بعیش انعم

کہ کس آرام و آسائش سے اپنے کفیل تایا کے آغوش محبت میں بارہ تیرہ برس گزارے تھے۔

سید الوجود علیہ السلام کو عنفوان شباب میں کسب معیشت کے لیے اجرت پر بکریاں چرانے کے بجائے اوراق تاریخ میں۔

بالائے سرش زِ ہوشمندی می تافت ستارۂ بلندی

سرداران قبائل و اعیانِ قوم کے لیے ایسے اجتماع میں جو صلاح وفلاح مخلوق کے مقصد سے منعقد ہوا تھا اور جہاں ان کے نوعمر خصوصاً چرواہے کا مشغلہ کرنے والے نوخیز بار نہ پا سکتے تھے آپ کو تشریف فرما دیکھتے جناب زبیر ہی تو ایسے اجتماع کے بانی تھے۔ ان ہی کی معیت میں آپ کی شرکت ہوئی انہی کا آغوش محبت آپ کے ایام یتیمی میں وہ ٹھکانا اور جائے پناہ تھی جسے آیت مبارکہ میں لفظ اٰوی فرمایا گیا ہے اور لفظ اٰوی تو جنۃ الماوٰی میں بھی شامل ہے۔ اٰوی سے مراد مفلس چچا کا مسکن نہیں ہو سکتا جن کی مفروضہ کفالت کے سلسلے میں منجملہ اور خود ساختہ حکایتوں کے یہ غلط روایت مشہور ہے کہ

''بارہ برس کی عمر میں چچا ابوطالب (عبدمناف) کے ساتھ آپ تجارتی قافلے میں ملک شام تشریف لے گئے تھے۔ مقام بصری پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس وقت یہ قافلہ پہنچ رہا تھا عیسائی راہب بحیریٰ نام اپنی خانقاہ سے دیکھ رہا تھا۔ ابر قافلے پر سایہ فگن چلا آ رہا ہے۔ شجر و حجر سب سر بسجود ہو رہے ہیں جس درخت تلے قافلے نے پڑاؤ کیا شاخیں اس کی سب جھک کر قافلے پر چھا گئیں، یہ دیکھ کر راہب خانقاہ سے باہر آیا۔ اہل قافلہ کی ضیافت کی۔ علاماتِ نبوت آپ ﷺ میں دیکھ کر ابو طالب کو مشورہ دیا انہیں جلد واپس لے جاؤ کہیں یہود درپئے ایذا نہ ہوں۔ ابوبکر و بلال بھی قافلے میں بتائے گئے ہیں انہیں کے ساتھ آپ کو واپس بھیج دیا یا خود بھی واپس ہو گئے''۔

روایات وضع کرنے والے کو ابوبکر و بلال کے سن وسال کا اندازہ نہ تھا۔ ابوبکر تو آپ سے بھی کم سن تھے اور بلال کا وجود بھی اس عالم میں اس وقت نہ تھا۔ یہ روایت جس قدر مشہور ہے اسی قدر بے حقیقت بھی ہے عیسائی مصنّفین نے اس وضعی روایت پر طرح طرح کے حاشیے چڑھا دیئے ہیں کہا ہے کہ

بحیریٰ راہب اور نسطوری عیسائیوں سے ملاقاتوں میں آپ نے (معاذ اللہ) مذہبی معلومات اور انبیا سابقین کے حالات اخذ کیے تھے۔ مگر ابو طالب کے ساتھ آپ نہ کسی تجارتی قافلے میں تشریف لے گئے اور نہ ابو طالب ہی جسمانی معذوری کی وجہ سے تجارتی قافلوں میں طویل اور کٹھن سفر کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ جسمانی معذوری ہی جیسا پہلے ذکر ہوا مالی کمزوری کا اصل سبب تھی۔ اپنے کفیل تایا جناب زبیر کے ساتھ جو اچھے پیمانہ پر تجارت کرتے تھے ① تجارتی

① نبی ﷺ کے جناب ابو طالب کے ساتھ شام کی طرف تجارتی سفر اور اس میں بحیریٰ نامی راہب سے ملاقات کی اس داستان پر کئی محققین اہل علم نے کلام کرتے ہوئے قصہ مذکورہ کو غیر ثابت وضعیف قرار دیا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے ''سیرت النبی ﷺ'' کی جلد سوم صفحہ ۴۸۵ تا ۴۸۷ میں بڑی تقطیع کے ڈھائی صفحات پر اس روایت پر مفصل کلام ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قافلوں میں سفر کر کے آپ نے تجارتی معلومات سے کما حقہ واقفیت حاصل کر لی تھی، ان کی وفات کے بعد بھی تجارتی مشغلہ جاری رہا۔شرکائے تجارت میں آپ کی دادی صاحبہ کے خاندان بنی مخزوم کے تاجروں کا ذکر آتا ہے، جن میں قیس بن سائب بن عویمر بن عائذ مخزومی اچھے شریک تجارت تھے۔

کان خیر شریک ①

آپ کے دوسرے شریک تجارت السائب بن ابوسائب صیفی بن عائد بن عبداللہ مخزومی اور بروایت علامہ ابن حزم ان کے فرزند عبداللہ شریک تجارت تھے۔ ②

یہ السائب بن ابوسائب صیفی بن عائذ مخزومی خدیجہ بنت خویلد بن اسد کے پہلے شوہر عتیق بن عائذ مخزومی کے حقیقی بھتیجے تھے۔ اور عتیق وابوسائب صیفی وزہیرہ وابورفاعہ امیہ یہ چاروں بھائی خدیجہ بنت خویلد بن اسد کی حقیقی پھوپھی برہ بنت اسد کے بیٹے تھے۔ دوسرا تعلق آنحضرت ﷺ کے شریک تجارت خاندان سے جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کا یہ بھی ہو گیا کہ ان کے پہلے شوہر عتیق کے دوسرے بھتیجے صیفی بن ابورفاعہ امیہ کی زوجیت میں خدیجہ ﷺ کی پہلوٹی کی بیٹی ہند ام محمد بھی آئیں جو عتیق کے صلب سے تھیں۔ پھر جناب خدیجہ کی دوسری سگی پھوپھی ام حبیب بنت اسد آنحضور کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ کی نہ صرف حقیقی نانی تھیں بلکہ آپ کے والد ماجد جناب عبداللہ کی پھوپھی خالدہ بنت ہاشم کی سوتیلی بیٹی بھی تھیں۔ ان رشتوں کے علاوہ آنحضرت ﷺ

==> کر کے اس کا بے اصل ہونا ثابت کیا ہے۔ اسی طرح جلد مذکورہ کے صفحات ۴۸۷ اور ۴۸۸ پر نسطورا راہب کے واقعہ پر بھی علم الحدیث کی روشنی میں جرح کر کے علامہ موصوف نے اس کا غیر صحیح ہونا ثابت کیا ہے۔ الغرض بحیریٰ راہب اور نسطورا راہب کے سلسلے میں مروی دونوں حکایات غیر ثابت وغیر صحیح ہیں۔ (محمد فہد حارث)

① الاستیعاب.

② جمهرة الانساب ص ۱۳۴ .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی پھوپھی حضرت صفیہ کی یہ خدیجہ بنت خویلد بیوہ نند بھی تھیں۔

قریش کے تجارتی قافلوں کی نوعیت اس زمانے میں بالعموم یہ ہوا کرتی تھی کہ سالار قافلہ کی دیانت وخوش معاملگی کے اعتبار سے لوگ اپنی اپنی پونجی وتجارتی اشیاء سپرد کر کے حصہ رسدی منافع حاصل کر لیتے تھے۔ خدیجہ بنت خویلد کوئی بڑی دولت مند خاتون نہ تھیں، ان کے والد خویلد جن کی سات اولادیں تھیں کوئی بڑے متمول تاجر بھی نہ تھے اور نہ خدیجہ مرحوم کے شوہر۔ ان بیوہ کا بحالت بیوگی دوسری خواتین کی طرح آپ کے قافلے میں اپنی پونجی لگا کر حصہ رسدی منفعت حاصل کر لینا عام دستور کے مطابق معمولی بات تھی۔ ابوطالب کی مفروضہ کفالت کی غلط بیانیوں میں جناب خدیجہ کے مفروضہ جداگانہ تجارتی کاروبار میں آنحضرت ﷺ کا تعلق مستاجری کا جو بیان کیا جاتا ہے محض غلط وبے اصل ہے۔

قدیم شیعہ مؤرخ یعقوبی نے اس قول کی تردید میں اس حقیقت کا اظہار کر دیا ہے کہ لوگوں کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ خدیجہ نے بالمعاوضہ آپ کو مستاجر مقرر کیا تھا۔ آپ نہ کسی کے مستاجر تھے نہ اجیر وکارندے

وانہ ملکان مما یقول الناس انھا استاجرتہ بشیء ولا کان اجیراً لاحد قط (ج ۱ ص ۲۰)

اپنے شفیق وکفیل تایا جناب زبیر کی زندگی ہی میں تجارتی کاروبار سے آپ کو کماحقہ واقفیت تھی، تایا کی وفات کے بعد سے ان قریشی تجار کی شرکت میں یہ مشغلہ جاری رہا عرب کی تجارتی منڈیوں میں تشریف لے جانے کے علاوہ شام وحبشہ کے تجارتی سفر بھی کیے۔ ①

دو مرتبہ یمن وبحرین بھی جانا ہوا۔ کسب معاش کے لیے ابتداء نہ کبھی

① سیرۃ ابن سید الناس.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجرت پر کالی کملی اوڑھے ① بکریاں چرائیں اور نہ کسی کے اجیر وکارندے ہوئے۔ مفلس چچا کی مفروضہ کفالت کی بنا پر عوام میں لغو اقوال مشہور ہیں۔

بطحا نگر میں بکری چرائے اوڑھے کمبل کا

جیسی رکیک بیتیں جو سنائی جاتی ہیں محض بے اصل ہیں۔ یہ وضعی روایت مشہور ہے کہ ابو طالب نے خدیجہ بنت خویلد سے معاوضہ طے کر کے آنحضرت کو کارندہ تجارت مقرر کرا دیا تھا، تجارت کو بہت فروغ ہوا خدیجہ نے اپنے نکاح کا پیغام دیا۔

شیعہ مورخ نے آپ سے یہ الفاظ جواب میں منسوب کیے ہیں:

''اے دختر عم! میں تو مردِ فقیر و بے سامان ہوں مجھے اپنی جیسی نادار بیوی چاہیے تم ملکہ ہو اور بادشاہوں کے لائق''۔ ②③

غرضیکہ جس چچا کی مالی حالت شروع ہی سے اس درجہ کمزور رہی ہو کہ اپنی صلبی اولاد کی خود بھی پرورش نہ کر سکیں بلکہ ان کے اہل خاندان بنی ہاشم حسب روایت بلاذری ان کی اولاد کی پرورش کا بار اٹھائیں۔ اخذ کل رجل من بنی

---

① اس سلسلے میں ہم پیچھے حاشیہ میں ثابت کر آئے ہیں کہ صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث نمبر ۲۲۶۲ میں صراحت سے مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے کسب معاش کے لیے اوائل عمری میں قریشِ مکہ کی بکریاں اجرت پر چرائی تھیں۔ علامہ عباسی رحمہ اللہ کا اجرتاً بکریاں چرانے کی روایات کی کلّی نفی کرنا محض بے اصل اور حقائق و علمی ادلہ سے عاری موقف ہے۔ جس کو ان کا علمی سہو کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ (محمد فہد حارث)

② ناسخ التواریخ ص ۲۴۵.

③ ملاحظہ ہو ہماری کتاب تذکرہ ازواج واولاد النبی ﷺ جو عنقریب حلیہ طبع سے آراستہ ہو گی۔ (علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ کی اس کتاب یعنی ''تذکرہ ازواج واولاد النبی ﷺ'' سے متعلق کسی قاری کو کوئی معلومات ہوں تو ہم کو ضرور آگاہ کریں۔ ہمارے علم میں علامہ عباسی کی ایسی کوئی مطبوعہ کتاب نہیں۔ اگر یہ کتاب کہیں سے دریافت ہو جاتی ہے تو ہم اس کو اپنے ادارے سے شائع کرنے کی سعی کریں گے ان شاء اللہ۔ محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هاشم ولدا من اولاده يحمل عنه مرئتة ①

وہ دوسرے کی اولاد اپنے یتیم بھتیجے کی پرورش کیسے کرتے۔ ان کے ایک فرزند جعفر رضی اللہ عنہ کی جیسا سب جانتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پرورش کی اور دوسرے فرزند علی رضی اللہ عنہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ الغرض ابوطالب کی کفالت کی روایتیں قطعاً بے اصل ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت بحیثیت سربراہ خاندان:

قریش مکہ کی سماجی زندگی قبائلی تھی۔ افراد قبیلہ وخاندان کی حمایت وجوار کی ذمہ داری سردار قبیلہ وخاندان پر عائد تھی۔ اس غرض سے سرداران قبائل میں امداد واستعانت باہمی کے معاہدے ہوتے تھے۔ عبد مناف (ابوطالب) بعثت رسول سے برسوں پہلے سے بڑے بھائی زبیر کے بعد ان کی وصیت سے سربراہِ خاندان ہوئے تھے اور دس برس بعد رسالت سرگروہِ بنی ہاشم رہے۔ اعلانِ نبوت کے کچھ عرصہ بعد سے کفار قریش نے ابوطالب پر ہر طرح زور ڈالا کہ اپنے بھتیجے کی حمایت خاندانی سے باز آ جائیں شکست جوار کا اعلان کر دیں، ابوطالب نے غیرت مند وشریف النفس سربراہ خاندان کی حیثیت سے یہ واہی مطالبات حقارت سے ٹھکرا دیئے۔ اپنے عزیز خاص کی علی الاعلان حمایت کرتے رہے۔ حتی کہ مقاطعہ (بائیکاٹ) کے ایام میں سوائے بدبخت ابولہب کے ان کی قیادت میں سب اہل خاندان بنی ہاشم وبنی مطلب باوجود آبائی مسلک کے پیرو ہونے کے عصبیت خاندانی کے جذبے سے اپنے موروثی شعب بنی ہاشم میں یکجا رہ کر ظالمانہ مقاطعہ کی مدافعت ومقابلہ استقلال واستقامت سے کرتے رہے۔ قریش نے یہ مقاطعہ لین دین وخرید وفروخت ومعاشرتی تعلقات مصاہرت ہی

① ج ۱ ص ۵۷ انساب الاشراف بلاذری۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا کیا تھا۔ سورۂ مائدہ ہی میں فرمایا گیا ہے:

''وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ''۔ (اے نبی!) اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

نیز بنو خزاعہ سے عبد المطلب کے دوامی معاہدے کی موجودگی میں جس کا ذکر تفصیلاً ہو چکا اور جس کی پاسداری خود آنحضرت ﷺ نے بھی فرمائی تھی بنو ہاشم کا محصور کیا جانا ممکن نہ تھا۔

وضعی روایتوں کا یہ بیان بھی بے بنیاد ہے کہ شعب میں اشیائے خوردنی میسر نہ ہونے سے بچے بلک بلک کر روتے چلاتے جھاڑیوں کے پتے اور جڑیں تک چبا جاتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص کو چمڑے کا سوکھا ٹکڑا مل گیا وہی بھون کر کھا گئے۔

مگر سعد تو نسباً ہاشمی و مطلبی بھی نہ تھے۔ شعب میں کیوں مقیم ہوتے؟ ہاشمیوں کے بعض اعزہ آنحضرت ﷺ کے بڑے داماد حضرت ابو العاص اور حکیم ابن حزام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے گندم و خرما شتر بار کر کے بعض اوقات شعب کی تنگ گلی میں ہانک دیتے تھے، ایک شیعہ مورخ ہی لکھتے ہیں:

''وابو العاص بن ربیع کہ داماد رسول خدائے بود شتر از گندم و خرما حمل وارده بشعب می بردور ہامی کرد از ینجاست کہ رسول خدائے فرمود ابو العاص حق دامادی ما گذاشت''۔ ①

''حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ بن ربیع کہ داماد رسول کے تھے گندم اور خرما شتر بار کر کے لے جاتے اور شعب میں ان کو ہانک دیتے اسی لیے رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ ابو العاص نے دامادی کا ہماری حق ادا کر دیا''۔

① ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۵۱۸۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابوطالب کی وفات پر ابولہب جب سربراہ خاندان ہوا شکست جوار وحمایت خاندان کا اس بدبخت نے اعلان کر دیا جس کے تھوڑے عرصہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب کو ہجرت فرمائی تھی۔

ابوطالب کا عدم اسلام اور وفات:

اسّی بیاسی برس کی عمر میں وفات ہوئی، تقریباً دس برس عہد رسالت میں زندہ رہے مگر قبول اسلام کی سعادت نصیب میں نہ تھی۔ صحیح بخاری باب فی الجنائز کی روایت میں ہے کہ آخر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ توحید ان سے کہلوانا چاہا ابوطالب نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کیا۔ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ

صحیح ابن حبان میں ان ہی کے فرزند حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے یہ روایت بھی ہے:

''عن علی قال لما مات ابو طالب اتیت رسول اللہ فقلت یا رسول اللہ ان عمت الشیخ الضال قدمات''۔ ①

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں جب ابوطالب مر گئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پہنچ کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بڈھے گمراہ چچا مر گئے''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایک قول یہ منسوب ہے کہ بڑے بھائی کی حالت جان کنی میں ہونٹ جو اِن کے ہلتے دیکھے کان لگا کر سنا ابوطالب کلمہ طیبہ پڑھ رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ ہم نے نہیں سنا اسے قبول نہیں کیا تھا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی اس وقت بحالت کفر وشرک ہی تھے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ پھر ترکہ بھی ابوطالب کا جو کچھ تھا طالب وعقیل ان دونوں بیٹوں ہی کو ملا جو مسلمان نہ تھے۔ جعفر رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ کو جو مسلمان تھے کافر باپ کا ترکہ نہ ملا۔

① السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۳۵۱ والسیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیہ ایضاً حاشیہ ص ۹۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَعَلِيٌّ رضی اللہ عنہما شَيْئًا لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ ①

اور ابو طالب کے اخلاف بھی اپنے جد بزرگوار کے عدم اسلام کے معترف رہے ہیں۔ مشہور مدعی خلافت محمد المہدی حسنی نے خلافت پر اپنا حق نسبی تعلیوں سے جتاتے ہوئے جو مکتوب امیر المومنین ابوجعفر المنصور عباسی رحمہ اللہ کو بایام بغاوت ارسال کیا تھا اسی میں صاف اقرار کرلیا تھا کہ بیٹا بھی میں اس کا ہوں جسے عذاب بھی دوزخ میں ہلکا ہوگا یعنی ابو طالب کو جو مرے تو بحالت کفر وشرک۔ حمایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرنے سے کہا جاتا ہے مستحق اس رعایت کے ہوں گے مگر یہ حمایت وطرف داری اپنے حقیقی بھتیجے علیہ السلام کی جیسا پہلے ذکر ہوا سردار خاندان کی حیثیت سے اور عصبیت قبیلہ وخاندان کے اسی جذبے سے تھی جو عصر جاہلی میں شیوخ قریش کے کردار کا طرہ امتیاز سمجھا جاتا تھا۔

مثل بھی مشہور تھی انا واخی علی ابن عمی وانا وابن عمی علی الغریب حقیقی بھائی بھتیجے کی حمایت وطرف داری چچیرے بھائی بھتیجوں کے مقابلے میں اور چچیرے بھائی بھتیجوں کی حمایت وطرف داری غیروں کے مقابلے میں اہل عرب کا عام دستور عمل تھا۔ ابولہب بھی تو رشتے میں چچا ہی تھا۔ مخالفت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصبیت قبیلہ وخاندان کا بھی اس نے کچھ پاس ولحاظ نہ کیا۔ اس فعل بد پر کیسی کچھ مذمت ہے۔ برخلاف اس کے ابو طالب کے شریفانہ کردار، پاسداری جوار وحمایت خاندان پر ان کی عزت وتوقیر ہے مگر اس طرز عمل میں قبول اسلام یا کفالت پرورش کا تعلق مطلب نہ تھا۔

ابو طالب بزرگانہ طور طریقے مرنجان مرنج طبیعت اور خاندانی عصبیت سے اقربا واعزہ میں ایسے ہر دلعزیز اور با اثر رہے کہ ان کے جیتے جی افراد

① صحیح بخاری والسیرۃ الحلبیہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاندان اسلام لانے سے رکے رہے۔ ہاشمی خاندان کے بالغ مردوں اور ان کے دونوں دامادوں، بھانجوں وغیرہ میں کوئی بھی قبول اسلام سے مشرف نہ ہوا بلکہ متعدد اشخاص ان میں کے جیسا آپ پچھلے اوراق میں پڑھ چکے ہیں آنحضور کی مخالفت پر جمے رہے۔ ابوجہل کی بدکلامی پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا البتہ عصبیت خاندانی کے جذبے سے اس بدبخت سے لڑ پڑنا اور طیش میں آکر اظہار اسلام کر دینا اور بات ہے۔ جعفر و علی رضی اللہ عنہما نے اسلامی ماحول ہی میں پرورش پائی تھی ان کے اسلام لانے کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔ ہدایت تو سچ ہے اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت سے ہے پیغمبر صاحب ہی کو فرما دیا گیا تھا:

''إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ''۔ ①

''تم ہدایت نہیں دے سکتے جسے چاہو لیکن اللہ ہی ہدایت دے جسے چاہے''۔

بروایت کتب سیرۃ الحلبیہ وغیرہ ابوطالب نے مرتے وقت صاف کہہ دیا تھا:

''انا أمِيتُ على ملة الاشياخ عبد المطلب وهاشم وعبد مناف ''۔ ''یعنی میں تو اپنے بزرگوں عبدالمطلب ہاشم وعبد مناف کے مسلک پر مرتا ہوں''۔

الغرض کتب تاریخ وسیر کی تصریحات نیز آیاتِ قرآنیہ واحادیث نبویہ سے کہ ظاہر نصوص شریعت ہیں بدرجہ تواتر ثابت ہے کہ ابوطالب کا خاتمہ آبائی مذہب کفر وشرک پر ہوا۔ كلها تدلّ على انه مات على كفره ②

بنابریں سوادِ اعظم مسلمانان خصوصاً علمائے مذاہب اربعہ اہل سنت والجماعت سلف سے خلف تک حتی کہ بریلوی مسلک کے علماء بھی عدم اسلام

---

①سورۃ القصص: آیت ۵۶ (محمد فہد حارث)

②السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۱۰۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو طالب کے متفقاً قائل رہے ہیں۔ ①

"ناسخ التواریخ" کے شیعہ مولف نے پہلے تو یہ کہہ کر امت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام ابو طالب کے بارے میں "خلافِ بزرگ" ہے۔ ②

اس مبحث پر گفتگو کرنے اور ثبوت و دلیل اسلام کی ان کے پیش کرنے سے اظہار معذوری کیا ہے مگر دوسری جگہ توقیر منزلت ابو طالب کی متعدد دلچسپ کہانیاں بھی بیان کر دی ہیں۔ ایک دو کہانیوں کا بطور نمونہ خلاصۃً یہاں درج کرنا بے محل نہ ہو گا۔ کتاب احتجاج طبرسی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھری محفل میں کوئی شخص پوچھنے لگا۔ آپ کو جو عالی مرتبہ حاصل ہے اس کے باوجود آپ کے والد "معذب در آتش" ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے جھڑک کر فرمانے لگے: وہ بھلا آتش دوزخ میں معذب ہو سکتے ہیں۔ درآں حالیکہ بیٹا ان کا قسیم جنت و دوزخ ہے نور تو ان کا بروز قیامت سب ہی انوار خلائق پر غلبہ پائے گا۔ سوائے ان پانچ انوار کے یعنی نور محمد، نور من، نور حسن، نور حسین، نور نہ (۹) تن از فرزندان حسین"۔

پھر مولف مذکور نے اس سے بھی عجیب کہانی یہ بیان کی ہے کہ

ابتدائے بعثت نبوی میں عرب کا ایک مقتدر سردار حبیب بن مالک جو شق قمر کے معجزے کا طالب بھی ہوا تھا جب وارد مکہ ہوا ابو طالب اس کی ملاقات کو اس سج دھج سے تشریف لے گئے۔

"پس ابو طالب پیراہن آدم و ردائے شیث و عمامۂ اسماعیل و حلہ ابراہیم و نعل شعیب علیہم السلام برتن خویش آراستہ و ایں جملہ از پیغمبرے بہ

① دیکھیے فتاوی رضویہ مولانا احمد رضا خان بریلوی صفحہ ۵۳ و تفسیر نعیمی صفحہ ۲۱۶، ۲۱۴.
② ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۵۲۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیغمبرے برسید تا با بوطالب ودیعت گشت''۔

''پس ابوطالب نے (حضرت) آدم کا کرتا، (حضرت) شیث کی چادر، (حضرت) اسماعیل کا عمامہ اور (حضرت) ابراہیم کا چغہ زیب تن کیا اور (حضرت) شعیب کی پاپوش پہنی اور یہ سب (تبرکات) ایک پیغمبر سے دوسرے پیغمبر کو پہنچتے رہے یہاں تک کہ ابوطالب کو ودیعت ہوئے''۔

بھلا ایسی لغو ومہمل خرافات سے جو کسی افیونی گپ باز کو بھی نہ سوجھی ہوں گی ابوطالب کے اسلام لانے کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ ابوطالب عم رسول اللہ ﷺ کی توقیر وعزت تو اسی لیے کی جاتی ہے کہ بحیثیت سرگروہ بنی ہاشم اپنے بھتیجے کی علی الاعلان حمایت وطرفداری کی ۔ یہ اور بات ہے کہ مرتے دم تک ایمان نہ لائے۔ اپنے بزرگوں کے مسلک پر قائم رہے۔ دیگر مصنّفین کے علاوہ مورخ ابن الاثیر نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی ابوطالب کا حقیقی بھانجا اور ابوجہل مخزومی جو ننہالی رشتے میں ان کا سوتیلا ماموں زاد بھائی ہوتا تھا، ان کے مرتے وقت بھی پاس سے نہ ہٹے اور پوچھتے رہے کہ اپنے والد عبدالمطلب کے مسلک پر قائم ہو۔ ابوطالب نے کہا: ہاں، میں ان کے مسلک پر ہوں، کلمہ طیبہ پڑھنے سے انکار کردیا۔ وابو طالب أخر ما کلمھم ھو علی ملة عبدالمطلب وابی ان یقول لا الہ الا اللہ۔ (ج ۱ ص ۴ ۱۳)

ان ہی واقعات سے جو مختصراً بیان ہوئے کفالت وپرورش کی ان وضعی روایتوں کا باطل وبے اصل ہونا عیاں ہوجاتا ہے کہ آپ کی ذات اقدس سے ابوطالب کو اس درجہ انس ومحبت تھی کہ صغرسنی میں آپ کو ساتھ سلاتے، سفر وحضر میں ہر وقت ساتھ رکھتے، طرح طرح کے معجزے بھی دیکھتے، بحیریٰ راہب سے آپ کی نبوت کی علامتیں بھی سنتے۔ مگر نہ اپنی بیٹی باوجود آپ کی خواہش اور پیام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے آپ ﷺ کے نکاح میں دینی پسند کی اور نہ آپ کے اصرار پر ایمان لائے۔ یہ کہنا کہ اظہار اپنے اسلام کا ابوطالب نے اسی مقصد سے نہیں کیا کہ قریش کے ہم مسلک ہو کر ہی وہ اثر ورسوخ قائم رکھ سکتے، مگر یہ قول تو محض بے معنی و مہمل ہے۔ اپنے اثر ورسوخ سے جیسا پچھلے اوراق سے واضح ہے وہ نہ اپنے دامادوں کو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت وایذارسانی سے روک سکے نہ اپنے سگے بھانجوں کو تا بدیگراں چہ رسد۔

نگہ بازگشت:

اس کتاب کے نام اور ترتیب مضامین سے جو کتاب ''رسالت خاتم النّبیین ﷺ'' (اردو ترجمہ ج ۱) کی معصیت آمیز غلط بیانی کی تصحیح وتردید کے اعتبار سے تالیف ہوئی شاید قارئین کو ابتداءً صحیح اندازہ نہ ہو لیکن مطالعہ کتاب کے بعد بخوبی واضح ہو سکے گا۔ یہ مختصر سی کتاب جو حیاۃ طیبہ رسول اکرم ﷺ کے ابتدائی احوال مقدسہ پر مشتمل ہے، درحقیقت سیرۃ النبی ﷺ ہی کا ایک جزو ہے۔ پندرہ سولہ برس پہلے ''رسالت خاتم النّبیین ﷺ'' دو جلدوں میں خان بہادر حاجی وجیہہ الدین ایم بی ای نے ''انجمن اشاعت قرآن عظیم'' کے ذریعہ وسیع پیمانہ پر شائع کرائی تھی۔ مجموعی حیثیت سے کتاب اچھی ہے مگر اردو ترجمہ جلد اول میں آنحضرت ﷺ کی چچازاد بہن ام ہانی دختر ابوطالب کو، جو آپ ﷺ کے حبالہ عقد میں باوجود پیام نکاح نہ آسکیں تھیں، آپ ﷺ کی ''زوجہ مطہرہ'' (معاذ اللہ) قرار دے کر واقعہ معراج جسمانی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ معراج کی مبارک رات میں

> ''آپ ﷺ ان کے پاس ان کے مکان میں تشریف فرما تھے کہ وہ بھی سوگئیں اور آپ بھی سو گئے۔ وہ یہ نہیں بیان فرماتیں کہ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پوری رات انہیں کے ساتھ رہے اور ان کے بستر سے جدا نہیں ہوئے اور یہ اس کے مانع نہیں کہ آپ گھر سے نکل کر مسجد تشریف لے گئے ہوں ...... پھر فجر سے پہلے مکان پر واپس آ کر ام ہانی کو بیدار فرمایا ہو"۔ (ص ۲۳۳)

مودودی صاحب نے بھی ''معراج کا سفر نامہ'' میں یہی غلط بات لکھ دی ہے کہ

''صبح سب سے پہلے آپ نے اپنی چچا زاد بہن کو یہ روداد (معراج کی) سنائی''۔ ①

اس لغو بیانی کی پوری حقیقت پچھلے اوراق میں واضح ہو چکی ہے۔ اس سلسلے میں چونکہ مؤلف ''رسالت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم'' کے معراج (اسراء) کی روایتوں کے بیان کرنے میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اقوال کی تضعیف بھی ہے، اس لیے معراج جسمانی و روحانی کے بارے میں جو اختلاف سلف سے چلا آتا ہے مختصر تذکرہ اس کا کر دیا گیا ہے۔ سر سید احمد خاں علیہ الرحمہ نے، جن کی مساعی جمیلہ سے مسلمانان ہند کی نشاۃ ثانیہ ہو کر اس کے نتیجہ میں پاکستان وجود میں آیا، اس مبحث پر اپنی تفسیر میں سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے آیت اسراء سے مراد ہجرت نبوی سے لی ہے۔ ②

① ص ۶۷ نشری تقریر۔

② علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ نے سر سید احمد خان کے حوالے سے مسلمانانِ ہند کی جس نشاۃِ ثانیہ اور تفسیر القرآن کا ذکر کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں چیزوں سے متعلق قارئین کے سامنے کچھ اہم باتیں ہدیہ قرطاس کر دی جائیں۔ علامہ عباسی رحمہ اللہ کی اس بات سے مجالِ انکار نہیں کہ بِرصغیر پاک و ہند کی سرزمین پر مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی کوشش کرنے والوں میں سب سے اول اور نمایاں نام سر سید احمد خان (۱۸۱۷ تا ۱۸۹۸ء) کا نظر آتا ہے۔ جو کہ بقول پروفیسر گِب برصغیر میں پہلی جدت پسند تنظیم کے بانی تھے جبکہ غلام احمد پرویز کے مطابق پاکستان <==

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

==> کے معمارِ اول تھے۔ سرسید احمد خان نے اپنی مساعی کے ذیل میں سب سے اول ۱۸۵۷ء میں علی گڑھ کالج قائم کیا۔ وہ مغربی افکار و نظریات سے شدید متاثر اور یورپی طرزِ تعلیم کے زبردست حامی تھے۔ تاہم اس تعلیم کے حصول سے ان کا مقصد یہ نہ تھا کہ مسلمان سائنسی علوم اور انجینئرنگ میں مہارت حاصل کریں بلکہ ان کا مقصد اس تعلیم سے یہ تھا کہ جس کی ترجمانی ان کے رفیق خاص مولانا الطاف حسین حالی نے ان الفاظ میں کی ہے۔

حالی اب آؤ پیروئ مغربی کریں

یہ بات سرسید پر الزام نہیں بلکہ اپنے اس مقصد کی توضیح سرسید احمد خان نے خود اپنے رسالے ''تہذیب الاخلاق'' کے پہلے پرچہ کے شروع میں کر دی تھی۔ آپ نے واشگاف الفاظ میں لکھا کہ اس پرچہ کے اجراء سے مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو کامل درجہ کی سویلائزیشن یعنی تہذیب اختیار کرنے پر راغب کیا جائے تاکہ جس حقارت سے سویلائزڈ یعنی مہذب قومیں ان کو دیکھتی ہیں، وہ رفع ہو اور وہ بھی دنیا میں معزز اور مہذب قوم کہلائیں۔

اسی غرض سے سرسید نے نہ صرف علی گڑھ مسلم کالج کی داغ بیل ڈالی بلکہ قرآن کریم کی تفسیر لکھ کر اپنے تئیں ایک نئے علم الکلام کی بنیاد ڈالنے کی کوشش کر کے مسلمانوں کے بجائے اسلام کے نظریات کی تشکیلِ نو کا بیڑہ اٹھایا اور ایک ایسا اسلام مسلم قوم کے ہاتھ میں تھمانے کی کوشش کی جو کہ انگریزوں کے لئے قابلِ قبول ہو۔ یعنی مذہب مسلمانوں کا لیکن قابلِ قبول انگریزوں کے لئے ہونا ضروری تھا۔ اپنی اس تفسیر میں سرسید نے مسلمانوں کی نئی نسل کے ذہن میں مغربی افکار و نظریات بھرنے اور مسلمات اسلامیہ کا حلیہ بگاڑنے کی جو خدمات انجام دیں اس پر کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

آنچ گم ہر طرف دھواں ہی دھواں
وائے بر سعی سید احمد خاں!!

سرسید جب ترقی کا تصور کرتے تو ان کے ذہن میں ''زرق برق وردیاں پہنے کرنل اور میجر بنے ہوئے مسلمان نوجوان'' ہوتے تھے۔ ان کا منتہائے مقصود ایسی تعلیم تھی جو مسلمانوں کو اعلیٰ عہدوں تک پہنچا سکے۔ اسی وجہ سے سرسید کی مطلوبہ تہذیب کو مہدی افادی نے بجا طور پر اینگلو محمڈن کلچر کا نام دیا جو کہ خالص مادیت پرستی پر استوار تھی۔ دراصل سرسید جس دور میں جی رہے تھے یہ وہ دور تھا جب یورپ مکمل طور سے عقل پرستی کی راہ پر گامزن تھا اور صرف اس بات کو ماننے کو تیار تھا جو عقل و تجربہ کی کسوٹی پر پرکھی جا سکتی ہو۔ پھر سرسید کے زمانے میں ہی سرچارلس ڈارون (۱۸۰۹ تا ۱۸۸۲ء) کا نظریۂ ارتقاء بھی منظر عام پر آ چکا تھا جو کہ اس نے اپنی ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

==> کتاب ''اصل الانواع'' میں پیش کیا تھا کہ انسان اولادِ ارتقاء ہے۔ لامحالہ پیروئ مغرب میں سرسید بھی ان تمام نظریات سے بری طرح متاثر ہوئے۔ سو اپنی تفسیر اور دیگر تحاریر میں آپ نے سب سے اول مسلمانوں کو انگریزوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تہذیب اختیار کرنے کا بھی مشورہ دیا۔ ساتھ ہی خود اسلامی تعلیمات کی ایسی تشریحات کرنے کو غنیمت جانا جس سے دنیا کی مہذب قومیں مسلمانوں کو ''دقیانوسی'' نہ کہہ سکیں سو اپنی تفسیر میں آنجناب نے یا تو سرے سے معجزات کا انکار کر دیا یا پھر ان کی ایسی تاویلیں پیش کیں کہ وہ معجزات ہی نہ رہے۔ خواہ یہ تاویل بجائے خود کتنی ہی غیر درست اور مضحکہ خیز کیوں نہ ہو۔ جیسے اصحابِ فیل کے واقعہ میں ابرہہ کے لشکر کے کنکریوں سے بھُس بن جانے کو سرسید نے چیچک کی وباء قرار دے دیا وہ الگ بات ہے کہ وہ وبا صرف ابرہہ کے لشکر پر اثر انداز ہوئی اور اہل مکہ کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا پھٹنے کی بھی ایسی تاویل کی کہ وہ معجزہ بھی معجزے کے بجائے ایک عام واقعہ قرار پا گیا۔ خود دیکھئے کہ سرسید کیا لکھتے ہیں:

''نہ کوئی دریا پھٹا اور نہ کوئی خلافِ عادت معجزہ ظہور میں آیا تھا بلکہ دریا کی سمندر کی طرح عادت تھی کہ مدوجزر چڑھنا اترنا آناً فاناً اس میں ہوا کرتا تھا۔ پس جب رات کو موسیٰ بنی اسرائیل سمیت گزرے تھے اس وقت خشک تھا اور جب فرعون گزرنے لگا تو ''اتفاقاً'' چڑھ گیا۔'' (تفسیر القرآن جلد ۱ صفحہ ۹۹)

سرسید کی اس مضحکہ خیز تاویل پر علامہ عبدالرحمٰن کیلانی مرحوم نے کیا خوب تبصرہ کیا ہے۔ آپ اپنی کتاب ''آئینۂ پرویزیت صفحہ ۸۰'' پر لکھتے ہیں:

''اب دیکھئے کہ مادہ پرست تو ساری کائنات کو ''اتفاقاً'' ہی سے پیدا کر دیتے ہیں۔ اگر سید صاحب نے دریا کے پانی کو اتفاقاً چڑھا دیا تو کونسی آفت آگئی۔''

معجزات کا انکار چونکہ عقل پرستی کے طفیل کیا گیا تھا سو یہ دوڑ صرف معجزات پر ختم نہ ہوئی بلکہ اس کی زد میں جنت، دوزخ، فرشتے اور شیاطین سب آگئے۔ جنت و دوزخ محض خیالی چیزیں قرار پائیں تو فرشتے اللہ کے جاہ وجلال اور افعال کی تعبیریں بن گئیں جن کا کوئی خارجی وجود نہیں ہوتا بلکہ وہ قوائے ملکوتی ہیں جبکہ شیاطین وغیرہ قوائے بہیمی قرار دے دیئے گئے۔ سو ایمان بالغیب کے ذیل میں ایمان لانے والے تقریباً سارے اجزاء سے ہی سرسید بری ہو گئے اور کسی چیز کو غیب رہنے ہی نہ دیا کہ اس پر ایمان بالغیب کے ضمن میں ایمان لانے کی ضرورت پڑے۔ اسی طرح چونکہ سرسید کے زمانے میں ڈارون صاحب نئے نئے عقل پرست ہو کر لادین ہوئے تھے اور ان کا نظریہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا تھا، ساتھ ہی اہل یورپ بھی اس کو ہاتھوں ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ سلیمان ندوی کا قول ہے کہ

''قرآن مجید سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے کہ معراج اور ہجرت کے بیچ میں کوئی زمانہ حائل نہ تھا بلکہ معراج درحقیقت ہجرت ہی کا اعلان تھا''۔ ①

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت و پرورش کے بارے میں غلط بیانیوں کا پردہ

==> ہاتھ لے رہے تھے سو سرسید کے اینگلو محمڈن کلچر میں اس نظریے کے لئے خاص جگہ بنائی گئی اور یوں سرسید نے سیدنا آدم علیہ السلام کے فردِ واحد ہونے کا انکار کر کے پہلے ان کی نبوت کا انکار کیا اور پھر آدم سے مراد پوری نوع انسانی کو لے کر انبیاء اور رسولوں پر بالغیب ایمان کی بھی نفی کر دی۔

المختصر برِ صغیر پاک و ہند کی سرزمین پر سرسید احمد خان وہ پہلے شخص بن کر ظاہر ہوئے جنہوں نے اس سرزمین میں ''مردہ'' اعتزال کے جراثیم کو نہ صرف ایک نئی توانائی بخشی بلکہ اس کو پوری آب و تاب سے مسلمانوں کی رفعت اور نشاۃ ثانیہ کا واحد ذریعہ قرار دیا۔ اس کے بعد قاضی عبداللہ چکڑالوی سے لے کر چوہدری غلام احمد پرویز تک اور امام امین احسن اصلاحی سے لے کر ماموم جاوید احمد غامدی تک اعتزال کے جراثیم سے جتنے متاثر لوگ نظر آئے وہ اسی ''معمارِ ثانی'' کے فیض یافتہ تھے۔ تاہم کسی نے اس کا کھل کر اقرار کیا، جیسے کہ غلام احمد پرویز تو کسی نے بظاہر ان پر تنقید کی لیکن ساتھ ساتھ مستفید بھی ہوتے رہے جیسا کہ اصلاحی و غامدی صاحب۔ مسلم امہ کے لئے سرسید کے اخلاص اور جدو جہد سے انکار ممکن نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کی محبت بھی بے مثال تھی جس کی بین شہادت مستشرقین کے جوابات کے سلسلے میں خطباتِ احمدیہ کے لئے ان کی کاوشیں ہیں، جس کو ان شاء اللہ ہم اپنی اگلی کسی تحریر میں بالضرور خراجِ تحسین پیش کریں گے، لیکن ساتھ ہی افسوس ناک پہلو یہ رہا کہ سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا جو راستہ تجویز کیا، وہ ان کو الحاد کے درجے تک لے گیا جہاں ان کو علماء کے فتاویٰ کے ذیل میں کافر تک قرار دیا گیا۔ تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ سرسید احمد خان نے جو نظریات اس امت میں متعارف کروائے، ان کے اوپر ایمان رکھ کر کسی انسان کا مسلمان رہنا ممکن نظر نہیں آتا۔ سرسید احمد خان کے افکار و نظریات اور ان کی تفسیر القرآن سے متعلق نقد و نظر کے لیے ہمارے ادارے حارث پبلی کیشنز سے شائع شدہ کتاب ''سرسید احمد خان کے افکار و نظریات۔ تفسیر ثنائی کی روشنی میں'' مرتبہ مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی حفظہ اللہ کا مطالعہ نفع بخش رہے گا۔ (محمد فہد حارث)

① سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۳ ص ۴۰۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاک کرنا بھی ضروری تھا۔ آپ کے کفیل تایا جناب زبیر بن عبدالمطلب کے حالات و واقعات تحقیق و ریسرچ سے پیش کیے گئے ہیں۔ جن کی تغلیط و تردید نہیں ہوسکتی۔

محمود احمد عباسی

۳۰ جولائی ۱۹۶۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ

از شاہ محمد جعفر پھلواروی ندوی رحمہ اللہ

ام ہانی بنت عبد مناف سے جوانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام دیا جسے ابو طالب نے نہ مانا۔ پھر فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی فرمائش کی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی حکم کی وجہ سے تسلیم نہیں کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن ام ہانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

جناب علامہ محمود احمد عباسی نے ''وقائع زندگانی ام ہانی'' لکھ کر بلا شبہ بڑی تاریخی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔ اور بعض ایسے حقائق کو بھی اجاگر کیا ہے جو عام آنکھوں سے اوجھل رہے یا اوجھل رکھے گئے۔

علامہ رحمہ اللہ نے معتبر حوالوں سے یہ صحیح لکھا ہے کہ

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل نبوت سے اپنے سگے چچا عبد مناف ① (جن کی کنیت ابو طالب ہے) کو ان کی لڑکی ام ہانی (جن کا نام ہند ہے) کا پیغام نکاح دیا لیکن عبد مناف نے انکار کر دیا۔ اور ایک مخزومی ہبیرہ بن ابی وہب سے نکاح کر دیا۔ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رنج کا بھی اظہار فرمایا۔ ہبیرہ صرف مشرک ہی نہ تھا بلکہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سیف زبانی سے سخت ایذا پہنچاتا رہا۔ فتح مکہ تک یہ دونوں میاں

① ابولہب کا نام عبد العزی تھا اور اس کے بھائی ابو طالب کا نام عبد مناف۔ عزی اور مناف دو بتوں کے نام ہیں۔ یہ مشرکانہ نام ہیں جو بدلے نہیں گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیوی کفر پر قائم رہے لیکن فتح مکہ کے بعد ہند بنت عبد مناف (یعنی ام ہانی بنت ابی طالب) تو اسلام لے آئیں مگر شوہر ہبیرہ اپنی بیوی اور اولاد کو چھوڑ کر نجران بھاگ گیا اور وہیں کفر و شرک کی حالت میں مر گیا"۔ علامہ عباسی نے یہ تمام باتیں جن حوالوں سے لکھی ہیں وہ یہ ہیں:

الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج۳ص ۲۰۵، کتاب المحبر ص ۹۸، طبقات ابن سعد ج۳ ص ۱۵۲، طبری ج ۱ ص ۱۴، وج۳ ص ۱۲۲، ابن اثیر ج۲ ص ۱۰۵، وص ۱۳۰، انساب الاشراف بلاذری ج ۱ ص ۱۵۶ وص ۳۶۲، کتاب نسب قریش ص ۳۴۴ وجمھرۃ انساب العرب ص ۱۱۰، وص ۱۳۲، کتاب المغازی ج۲ ص ۸۴۷، سیرت حلبیہ ج۳ ص۱۸۸، استیعاب ج ۲ ص ۷۵۲، عیون الاثر ج ۱ ص۱۷۷ وغیرہ وغیرہ۔

علامہ مرحوم نے ان تمام باتوں کی اصل عبارتیں حوالوں کے ساتھ نقل کی ہیں اور ہمیں ان میں سے کسی بات سے انکار نہیں۔

ہمیں علامہ مرحوم کی ایک اور تحقیق سے بھی پورا اتفاق ہے یعنی وہ تمام روایات وضعی ہیں جن میں یہ درج ہے کہ معراج کی شب نبی کریم ﷺ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر آرام فرما رہے تھے۔ یہ وضعی روایات جن کتابوں میں درج ہیں ان کے حوالے یہ ہیں: سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۴۳۔ ۴۴، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۵۳۵ وغیرہ۔

ظاہر ہے ہجرت سے ذرا پہلے ایک ایسے شخص (ہبیرہ) کے گھر جا کر حضور ﷺ کس طرح آرام فرما سکتے ہیں جو دشمنوں کی صف اول میں داخل ہو اور آخر وقت تک ایمان نہ لایا ہو۔ اپنا اور اپنے جاں نثاروں کا گھر چھوڑ کر ایک دشمن کے گھر جا کر رات گزارنے کا کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اس کے علاوہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن نے (مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا) فرمایا ہے من بیت ہبیرہ یا من بیت ھند نہیں فرمایا جو بنی مخزوم کے محلے میں واقع تھا۔ اس لیے بیت ام ہانی سے سفر معراج کا آغاز ایک وضعی داستان ہے۔ اس داستان کے وضعی ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ اس میں آنحضور ﷺ اور ام ہانی کے نماز عشاء و نماز فجر ادا کرنے کا ذکر ہے، جس گھر کا کوئی فرد ابھی تک اسلام ہی نہ لایا ہو اس کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ذکر ایک تاریخی مذاق کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

مجھے علامہ عباسی کی ان سب باتوں سے اتفاق ہے لیکن ان کی جس بات سے شدید اختلاف ہے، وہ وہ روایات ہیں، جن میں یہ مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور سے یہ درخواست کی کہ میری بہن ھند (ام ہانی) کو زوجیت میں لے لیا جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ھند کو پیغام دیا لیکن ھند نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں بچوں والی عورت ہوں جن سے حضور ﷺ کو زحمت ہوگی اور مجھے یہ پسند نہیں۔

علامہ عباسی نے اس مضمون کی روایتوں کے جو حوالے دیئے ہیں وہ یہ ہیں:

العقد الفرید ج۳ ص ۱۶۴۔ سیر اعلام النبلاء ص ۳۲۸۔ البدایہ والنہایۃ ج۳ ص ۱۰۳ کتاب المحبّر ص ۹۸۔ طبقات ابن سعد ج۸۔ ص ۱۵۲۔ الاصابہ فی تمییز الصحابۃ جلد۳ ص ۵۰۳ طبری ص ۵۲ وغیرہ۔

یہ ساری روایات وضعی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی درخواست کی نہ حضور ﷺ نے ھند کو کوئی پیغام دیا جو ھند رضی اللہ عنہا نے مسترد کر دیا ہو۔ یہ ساری روایات وضعی ہیں اس لیے کہ:

(۱) غزوۂ احزاب ۵ھ میں ہوا اور سورۂ احزاب اس کے بعد نازل ہوئی۔ کتنے دنوں بعد نازل ہوئی؟ اس کی تعیین مشکل ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ۷ھ ختم ہونے سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ حضور ﷺ کا آخری نکاح ام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المومنین سیدہ میمونہ بنت حارث ہوازنی سے ذیقعد ۷ھ میں ہوا۔

(۲) سورۂ احزاب کی آیت ۵۰ میں حضور ﷺ کو ایسی تمام چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہنوں سے نکاح کی ممانعت کر دی گئی تھی (جو ایمان لانے کے بعد) شریک ہجرت نہ ہوئی ہوں۔ آیت یوں ہے:

''اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ''۔

''ہم نے تیرے لیے تیری وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے مہر تو نے ادا کر دیئے ہیں اور وہ زیر دست کنیزیں بھی جو اللہ نے تجھے فئ میں دی ہیں اور تیرے چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کی وہ بیٹیاں بھی حلال کی ہیں جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت بھی کی ہو۔''

سوچنے کی بات ہے کہ حضور ﷺ کے لیے وہ بنت عم (ہند بنت عبدمناف یعنی ام ہانی بنت ابی طالب) کیسے جائز ہو سکتی تھی جو ہجرت تو درکنار ابھی اسلام بھی نہیں لائی تھی اور جسے اسلام لانے کی توفیق فتح مکہ (رمضان ۸ھ) کے بعد ہوتی ہے۔ اس حکم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کس طرح حضور ﷺ سے سفارش نکاح کر سکتے تھے اور حضور ﷺ ان کی سفارش قبول فرما کر پیام نکاح کس طرح دے سکتے تھے؟

(۳) پھر اسی سورۂ احزاب میں مذکورہ بالا آیت کے ایک ہی آیت بعد ۵۲ یہ آیت ہے:

''لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَ لَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ ... ''۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب اس کے بعد (ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے بعد) تیرے لیے دوسری عورتیں جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کی جگہ دوسری بیویاں لائے۔ خواہ ان کا حسن و جمال تجھے فریفتہ ہی کیوں نہ کرے''۔

اس آیت کی رو سے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بعد کسی مزید نکاح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا گیا۔ پس جب ۷ ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید نکاح سے روک دیا گیا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ۸ ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاحِ ام ہانی کی کوئی سفارش کی ہو اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اس ممانعت کے بعد) ام ہانی کو پیامِ نکاح دیتے اور وہ صاحب اولاد ہونے کا عذر پیش کر کے ام المومنین ہونے کے ابدی شرف سے اپنے آپ کو محروم کر دیتیں۔ جبکہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے چار اولادیں ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیامِ نکاح کو بہ دل و جان قبول فرما لیا تھا۔

ام ہانی کے بچوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر سرپرست و کفیل اور کون ہو سکتا تھا؟ کسی اور کے پیام کو بچوں کی پرورش کی خاطر مسترد کر دینا تو سمجھ میں آ سکتا ہے لیکن یہ ناقابل فہم بات ہے کہ ایک مومن عورت (خواہ وہ فتح مکہ کے بعد ہی ایمان لائی ہو) اپنی اولاد کی پرورش کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت و خدمت کے شرف پر ترجیح دے۔ جبکہ شرف زوجیت کے بعد اس کی اولاد کی پرورش اور زیادہ بہتر ہو سکتی تھی۔

سب سے بڑی حیرت تو اس بات پر ہے جیسا کہ علامہ عباسی نے لکھا ہے کہ سابق سفیر سعودی عرب مولانا عبدالحمید الخطیب (متعینہ کراچی) نے اپنی کتاب رسالہ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں ام ہانی کو بے تکلف زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر نص قرآنی (مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) کے خلاف ام ہانی کے گھر سے معراج ہونے کی وضعی روایت کو بھی تسلیم کر لیا ہے۔ آج تک دنیا کے کسی مورخ نے ہند (ام ہانی) کو زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کی جرأت نہیں کی تھی۔

بہر حال سورۂ احزاب کی آیات ۵۰، ۵۲ کے ہوتے ہوئے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ام ہانی کو حبالہ زوجیت میں لینے کی درخواست کی ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیام نکاح دیا ہوگا۔ اور پھر ام ہانی نے اس شرف زوجیت کو قبول کرنے سے انکار کیا ہوگا۔ یہ سب ہفوات ہیں اور خلاف قرآن روایات ہیں جو خدا جانے کن مصالح کے پیش نظر گھڑی گئی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تذکرۃ العباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب

وقال عبدالأعلیٰ، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس، أن رسول اللہ ﷺ قال: العبَّاسُ مِنِّیْ وأَنَا مِنْهُ۔ ①

قال: أبو عیسیٰ التِرمذیؒ:

هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ ، لَا نَعْرِفُهٗ اِلاَّ مِنْ حَدِیْثِ إِسْرَائِیْلَ۔ ②

①تہذیب الکمال: ترجمۃ العباس رضی اللہ عنہ (سیدہ ام معاذ)
②سنن الترمذی: رقم الحدیث ۳۷۵۹۔ (سیدہ ام معاذ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

برصغیر ہند و پاکستان کے مختلف صوبوں میں متوطن بنو عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان قومی تنظیم و اصلاح کے مقصد سے رابطہ اتحاد قائم کرنے کے سلسلہ میں راقم الحروف کو ۱۹۲۷ء میں صوبہ سندھ بھی آنے کا اتفاق ہوا تھا، اس وقت جن احباب نے اس تحریک کی پر جوش تائید کی تھی، ان میں میرے رحیم دوست حکیم فتح محمد عباسی صاحب رحمہ اللہ پیش پیش تھے، یہ امر میرے لیے موجب مسرت ہے کہ ان کے فرزند رشید عزیزی حکیم محمد احسن صاحب عباسی (سابق میئر کراچی) نے اب تیس سال بعد اس تحریک کو عملی شکل دینے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ منتظم حقیقی ان کو اس مقصد میں کامیاب کرے۔ اسی ضمن میں نونہالانِ قوم کے مطالعہ و اضافۂ معلومات کی غرض سے یہ مختصر رسالہ جوان کے جد اعلیٰ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابن عبدالمطلب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و سیرت پر مشتمل ہے، پیش کیا جاتا ہے۔

خاکسار مؤلف

کراچی

۳۰ اپریل ۱۹۵۷ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاندان:

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم ① کے سترہ اولادیں ہوئیں۔ گیارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں۔ آنحضرت ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات حضور انور ﷺ کی ولادت سے چند ہفتے پہلے ہی ہوگئی تھی، آپ اپنے والد کے اکلوتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے صلب سے تین صاحبزادے قاسم وعبداللہ وابراہیم تھے جو بچپن ہی میں انتقال کر گئے اور چار صاحبزادیاں ہوئیں جو سن بلوغت کو پہنچ کر بیاہی گئیں۔ ②

سب سے بڑی زینب تھیں ان سے چھوٹی رقیہ ان سے چھوٹی فاطمہ اور

---

① ہاشم کا سلسلۂ نسب قبیلہ قریش کے جد اعلیٰ تک اس طرح ہے: ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر لقب قریش۔ عبدمناف مذکور کے پانچ بیٹے تھے۔ عمرو عرف ہاشم، عبدشمس، مطلب اور نوفل اور ابو عمر۔ اول الذکر تین ایک ماں (عاتکہ بنت مرہ بن ھلال) سے اور نوفل دوسری ماں (واقدہ بنت عمرو) سے تھے۔ جبکہ ابو عمر کی ماں بنوثقیف سے تھیں۔ (السیرۃ النبویۃ لإبن ھشام: أولاد عبدمناف وأمھاتھم)۔ عبدشمس کی اولاد میں بنوامیہ کا مشہور خاندان ہے۔

② شیعوں کا ایک غالی طبقہ یہ کہنے لگا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صرف ایک بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور ان کی یہ تینوں بہنیں معاذ اللہ آنحضرت ﷺ کے صلب سے نہ تھیں۔ اس گمراہ طبقہ کی پوری تکذیب خود قرآن کریم ہی سے ہو جاتی ہے۔ سورۃ الاحزاب آیت ۵۹ میں رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ ''اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے کہہ دیجیے:'' قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جمع کا صیغہ یعنی ''بیٹیاں'' فرمایا ہے۔ عربی میں ایک بیٹی کے لیے بنت، دو کے لیے بنتان اور دو سے زائد کے لیے بنات آتا ہے۔ اس طبقہ ضالہ کا رسول اللہ ﷺ کی ان تینوں صاحبزادیوں کے بارے میں یہ بہتان خاندان بنی عبد شمس کی مخالفت کی وجہ سے ہے جس میں یہ تینوں بہنیں بیاہی گئیں اور ان میں سے دو یعنی زینب رضی اللہ عنہا اور رقیہ رضی اللہ عنہا سے اولادیں بھی ہوئیں جو حضور ﷺ کے عبشمی نواسے نواسی تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب سے چھوٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہن۔ ①

آنحضرت ﷺ کے چچا تعداد میں دس تھے۔ یعنی الحارث، ② مقوم

① قدیم تذکرہ نگاروں اور ماہرین انساب کے ہاں یہ امر مختلف فیہ ہے کہ نبی ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں یا پھر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ جس ترتیب سے نبی ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں کی شادی کی فکر کی اور ان کے نکاح انجام دیئے، اس لحاظ سے قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ البتہ ''کتاب المحبر'' کے مولف علامہ ابوجعفر محمد بن حبیب البغدادی (المتوفی ۲۴۵ھ) نے سیدہ ام کلثوم کو دوسرے نمبر پر، سیدہ فاطمہ کو تیسرے نمبر پر اور سیدہ رقیہ کو چوتھے نمبر پر بتایا ہے۔ صاحبِ ''کتاب المحبر'' لکھتے ہیں:

''اوّلُ وَلَدٍ وُلِدَله ﷺ زینب، ثم القاسم، ثم ام کلثوم، ثم فاطمه، ثم رقیه، ثم عبداللہ وهو الطیب وهو الطاهر، ثم ابراهیم''

یعنی سب سے پہلی اولاد جو رسول اللہ ﷺ کے یہاں پیدا ہوئی وہ زینب ہیں۔ پھر قاسم، پھر ام کلثوم، پھر فاطمہ، پھر رقیہ، پھر عبداللہ جن کے نام طیب اور طاہر بھی ہیں اور پھر ابراہیم پیدا ہوئے۔ (صفحہ ۵۲۔۵۳) (محمد فہد حارث)

جبکہ ''السیرۃ النبویۃ'' کے مؤلف علامہ ابومحمد عبدالملک بن هشام (المتوفی ۲۱۳ھ) ''اولادہ ﷺ من خدیجة'' کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں: ''أکبر بنیه القاسمُ، ثم الطیّبُ، ثم الطّاهرُ، وأکبر بناته رقیة، ثم زینب، ثم امّ کلثوم، ثم فاطمة'' آپ کے بیٹوں کی ترتیب ولادت یہ ہے: اول قاسم، پھر طیب، پھر طاہر، اور بیٹیوں میں سب سے بڑی رقیہ ہیں، پھر زینب، پھر ام کلثوم، پھر فاطمہ۔ (السیرۃ النبویۃ: حدیث تزویج رسول اللہ ﷺ خدیجۃ رضی اللہ عنہا: ص ۷۶، ۷۷) (سیدہ ام معاذ)

اسی طرح علامہ ابن قتیبہ الدینوری (المتوفی ۲۷۶ھ) نے اپنی کتاب ''المعارف'' صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۳ میں جس ترتیب سے بنات النبی ﷺ کا ذکر کیا ہے اس میں بھی انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر تیسرے نمبر پر اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ذکر چوتھے نمبر پر کیا ہے جس سے یہی بات مترشح ہوتی ہے کہ علامہ ابن قتیبہ کے نزدیک سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی بنت رسول ﷺ تھیں۔ واللہ اعلم (محمد فہد حارث)

② یہ عبدالمطلب کے بڑے بیٹے تھے اور ان ہی کے نام سے ان کے والد کی کنیت ابوالحارث تھی۔ ان سے نسل بھی چلی۔ اس نسل کے لوگ زیادہ تر ملک شام میں رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالکعبہ،① قثم ،حجل الغیداق،ضرار، زبیر،عبدالعزیٰ ابولہب ،عبدمناف ابوطالب ، عباس،حمزہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دس چچوں میں مقوّم نے اسلام کا زمانہ نہ پایا، ان کے اولاد ذکور بھی نہ تھی صرف ایک صاحبزادی تھیں۔ قثم ،حجل ② بھی لاولد گئے ،ضرار شاعر تھے اور قبل اسلام فوت ہوگئے ۔زبیر ③ کے چار بیٹے ہوئے مگر ان سے کوئی نسل باقی نہیں ۔ان کی بیٹی ضُباعہ زوجہ مقداد ابن عمرو رضی اللہ عنہ کے اولاد تھی ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت صرف چار پھوپھیاں اور چار چچا موجود تھے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا، اُروی رضی اللہ عنہا، عاتکہ رضی اللہ عنہا، واُمیمہ رضی اللہ عنہا، ابولہب ، ابوطالب، عباس رضی اللہ عنہ وحمزہ رضی اللہ عنہ۔ ابولہب اور اس کی زوجہ ام جمیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید مخالفت وایذارسانی میں اپنی عاقبت خراب کی ۔اس کے بیٹوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اوران سے نسل باقی رہی، اس نسل کے لوگ ابولہب سے اپنی نسبت دینے کے بجائے اپنے کوصرف ہاشمی کہتے رہے۔

ابوطالب نے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش کے گوآخر وقت تک

---

① جولوگ عبدالمطلب کے بارہ بیٹے بتاتے ہیں وہ عبدالکعبہ اورغیداق کوجداگانہ نام سمجھتے ہیں۔

② آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد قرۃ بن حجل بن عبدالمطلب اپنے بااثر اور باوقار وتنومند چچاؤں کے متعلق کہتے ہیں:

مَا فِي الأنَامِ عُمومَة كعمُوْمَتِي
خَيْرًا ولا كأنَاسِنَا أنَاسًا

(طبقات کبریٰ ابن سعد بصری: ذکر نذر عبدالمطلب ان ینحر ابنه، ج ا، ص ۹۳)
(حمزہ،مقوم، زبیراور) حجل لاولد نہ تھے،صاحب اولاد تھے مگرپھران کا سلسلہ آگے نہ چلا۔

③ یہ زبیر بن عبدالمطلب ہاشمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے ان کے ہم نام زبیر بن العوام بن خویلد اسدی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حواریِ رسول تھے جن سے ہندی کمبوہوں کا ایک طبقہ کچھ عرصہ سے اپنا نسبی سلسلہ ملاکر اپنے کو''زبیری'' کہنے لگا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام قبول نہ کیا۔ ① مگر آنحضرت ﷺ کی حمایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ رسول اللہ ﷺ کے صرف دو چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی کے تیسرے سال غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے۔ ان کے دو بیٹے یعلی و عامر تھے۔ مگر ان سے نسل نہیں چلی۔ ایک بیٹی عمارہ جن کو امامہ بھی کہتے تھے سلمہ رضی اللہ عنہ بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ مخزومی کی زوجہ تھیں۔ سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ربیب اور حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند تھے۔ غرض آنحضرت ﷺ کے جن چار چچوں یعنی ابولہب، ابوطالب، الحارث اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نسل دنیا میں باقی رہی ان میں سے صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی تنہا مشرف بہ اسلام تھے۔ ابوطالب کے چاروں بیٹوں میں سے طالب جن کے نام پر ان کی کنیت تھی اپنے والد کی طرح بحالت کفر مرے۔ ان سے کوئی عقب نہ تھا۔ ان کے دوسرے تینوں بھائی عقیل رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، و علی رضی اللہ عنہ صاحب اولاد ہوئے۔

ہاشمی ومطلبی خاندانوں کی یہی چھ مشہور شاخیں ہیں۔ یعنی عباسی و عقیلی

---

① بعض شیعہ کہتے ہیں کہ ابوطالب مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے اس اثر کو زائل نہیں کرنا چاہتے تھے جو ان کو کفار قریش پر تھا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے ابوطالب کی حالت نزع میں رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے چچا اگر تم اپنی زبان سے کلمہ شہادت ایک بار بھی پڑھ لو تو روز قیامت میں اللہ کی جناب میں عرض کروں گا کہ تمہارا خاتمہ اسلام پر ہوا، ابوطالب نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ منہ پھیر لیا۔ جب دوبارہ آپ نے یہی ارشاد فرمایا تو ابوطالب نے کہا: اختوت النار علی العار، رسول اللہ ﷺ یہ سن کر ملول خاطر اٹھ آئے۔ اس کے بعد جس دن ابوطالب کا انتقال ہوا۔ اثنائے راہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو ملے اور عرض کیا: یا رسولَ اللہ! مات عمک الضال۔ آپ نے ان کو تسکین دی۔ مگر نہ تو جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے اور نہ نماز جنازہ پڑھائی اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (اور جعفر رضی اللہ عنہ) کو ترکۂ پدری بھی نہ لینے دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجعفری وعلوی وحارثی ومطلبی۔ یہی آنحضرت ﷺ کی آل البیت واہل بیت ①

① قرآن شریف میں سورۂ احزاب کا چوتھا رکوع اس جملہ سے شروع ہوتا ہے: یَاۤ اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ (اے نبی تم اپنی بیبیوں سے کہہ دو) اس کے بعد سے آخر رکوع تک ہر آیت یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ سے شروع ہوتی ہے۔ اس رکوع کی چھٹی آیت میں نبی ﷺ کی بیویوں سے فرمایا گیا ہے: وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ الخ اور اپنے گھروں کے اندر رہا کرو اور جاہلیت کے زمانے کی طرح نکھار سنگھار نہ دکھاؤ۔ نماز قائم رکھو اور زکوۃ ادا کیا کرو اور اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کرتی رہو۔ (یہ جو تمہیں خصوصیت کے ساتھ کہا جا رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ) اے رسول کی گھر والیو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور ہٹا دے اور اچھی طرح تمہیں پاک کر دے"۔ اس آیت کا، جس کا ترجمہ اوپر نقل ہوا، آخری ٹکڑا ہے: "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا" کہا جاتا ہے کہ یہ ٹکڑا رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کے مخاطب علی وفاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ عنہم نیز عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزندان ہیں۔ حالانکہ ان سب کا پورے قرآن میں کہیں بھی کوئی ذکر نہیں۔ دو روایتیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے حجرے میں حضرت علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم سب یکجا ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ان چاروں کو ایک چادر میں لے کر فرمایا: "اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ اَهلِ بیتی"۔ دوسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کو چادر میں لے کر فرمایا: "یارب هذا عمّی ومثل ابی وهولاء اهل بیتی" یعنی اے اللہ یہ میرے چچا ہیں میرے باپ کی مثل ہیں اور یہ لوگ بھی میرے اہل بیت ہیں ان کو پاک کر دے اور ان کو بھی آگ سے اسی طرح بچا جس طرح میں نے اپنی چادر سے ان کو بچایا ہے۔ (صواعق محرقہ) (یہ روایتیں اکثر محققین کے نزدیک وضعی ہیں۔ (وہ اکثر محققین کون ہیں، اس کا علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اکثر نہیں بلکہ نہایت قلیل التعداد بعض علماء ان روایات کی صحت پر کلام کرتے ہیں، وگرنہ جمہور علماء ان روایت کی تصحیح کے ہی قائل ہیں۔ محمد فہد حارث) وہ کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے رسول کے اہل بیت کون لوگ ہیں کیا اللہ کے رسول بتا رہے تھے کہ میرے اہل بیت تو یہ لوگ ہیں پھر آیت ازواج کو مخاطب کر کے کیوں نازل کی گئی اور اگر رسول اللہ ﷺ کو یہ بتانا ہی مقصود تھا کہ یہ آیت ان کے داماد بیٹی ونواسوں اور چچا، چچا کے اولاد کے بارے میں ہے تو اپنے حجرے یا چچا کے گھر میں اس کا اعلان کیوں فرماتے۔ مسجد میں صحابہ کو مجتمع کر کے بتانا اور جتلانا انسب تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے چار چچوں کی اولاد میں سے دو کی اولاد یعنی عباسیوں ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی کنبے اور گھرانے والے ہیں، ان سب پر صدقہ وزکوٰۃ حرام ہے اور یہی خمس وفئے کے مستحق ہیں بلا کسی تخصیص کے۔

ولادت وبچپن:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ تقریباً ۵۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ۵۷۰ء میں اس سال ہوئی تھی جب یمن کا حاکم ابرہہ خانہ کعبہ کے انہدام کی نیت فاسدہ سے ہاتھی پر سوار فوج کے ساتھ مکہ آیا تھا اور خدائے بزرگ وبرتر نے چیچک کی وبا بھیج کر اس کی فوج کو ہلاک کر دیا تھا۔ دونوں حضرات کی عمروں میں صرف دو تین سال کا فرق تھا۔ وكان العباس أَسَنَّ من رسولِ الله ﷺ بِسَنَتَيْنِ۔ وقيل بثلاث سنين۔ ①

حضرت عباس رضی اللہ عنہ (اور ضرار وقثم) کی والدہ ماجدہ نُتَیلہ بنت جناب بن کُلَیب بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید مناۃ تھیں جن کا سلسلہ نسب بواسطہ نمر بن قاسط، ربیعہ ابن نزار تک پہنچتا ہے۔ نمر بن قاسط کے گھرانے میں اپنے علاقے

==> اور علویوں نے سیاست میں حصہ لیا اور ان ہی دونوں کے لیے یہ روایتیں ملتی ہیں۔ جو صاف بتاتی ہیں کہ سیاسی پروپیگنڈے کی خاطر وضع ہوئیں۔ قرآن شریف میں تین جگہ جہاں یہ لفظ اہل بیت آیا ہے وہ نبیوں کی بیویوں ہی کے لیے آیا ہے۔ کنبہ والوں کے لیے آل البیت کا لفظ مستعمل رہا ہے۔ اہل البیت کا لفظ اگر آیت تطہیر کے اصل مخاطبین یعنی ازواج مطہرات کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے قریبی عزیزوں، آپ ﷺ کے چچا اور ان کی اولاد کے لیے استعمال ہوا اور ہوتا رہا ہے تو اس کا صحیح مفہوم گھرانے اور کنبہ والوں سے ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ دونوں روایتیں جو بیان ہوئیں ''حسن غریب'' ہیں۔ (ترمذی کتاب المناقب) ان کی غرابت ہی انہیں درخور اعتنا نہیں رہنے دیتی۔ پھر مناقب ومثالب کی احادیث کی یہ حیثیت نہیں کہ ان سے مسائل کا استنباط کیا جائے۔ اسلام میں قرابت نَسَبی ہی موجب شرف نہیں، قرابت روحانی وجہ شرف ہے۔ (اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ اَتْقَاكُمْ)

① الاستيعاب: ترجمة العباس رضی اللہ عنہ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقبیلہ کی ریاست وسرداری تھی ①۔صارت الرئاسة فی النمر بن قاسط ② بی بی نتیلہ پہلی عربیہ خاتون ہیں جنہوں نے بیش بہا کپڑے کا غلاف خانہ کعبہ پر چڑھایا تھا۔مولف تہذیب الاسماء لکھتے ہیں کہ

''وہ (بی بی نُتیلہ) پہلی عربیہ خاتون تھیں جنہوں نے کعبہ پر ریشم کا غلاف چڑھایا تھا۔اور اس کا سبب یہ تھا کہ عباس رضی اللہ عنہ بچپن میں گم ہو گئے تھے، پس انہوں نے نذر مانی کہ عباس مل جائے تو غلاف چڑھاؤں گی۔جب وہ مل گئے تو ایسا کیا''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی عمر کوئی گیارہ بارہ برس کی تھی جب ان کے والد عبدالمطلب کی وفات ہوئی۔نوجوانی میں انہوں نے وہ سب فنون حاصل کیے جو اس زمانے میں سردارانِ قریش کی اولاد کا طغرائے امتیاز سمجھے جاتے تھے۔

① علامہ ابن قتیبہ الدینوری (متوفی ۲۷۶ ہجری) نے اپنی کتاب ''المعارف'' صفحہ ۱۱۹ پر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ نتیلہ کا جو نسب ذکر کیا ہے وہ کچھ یوں ہے:

و النمرية، امراة من النمر بن قاسط و اسمها نتيله بنت كُليب بن مالك ابن جناب

یعنی نتیلہ بنت کُلیب بن مالک بن جناب، ان کا تعلق قبیلہ نمر بن قاسط سے تھا۔(محمد فہد حارث) اسی طرح صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث ۴۰۱۸ کے الفاظ ہیں:......

حدثنا أنس بن مالك: أنّ رجالاً من الأنصار استأذنوا رسولَ الله صلی اللہ علیہ وسلم، فقالوا: ائذن لنا فلنترك لابن أختنا عباس فداءه، قال صلی اللہ علیہ وسلم: "والله لا تذرون منه دِرهماً"۔غزوۂ بدر کے بعض انصاری شرکاء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں کہ ہم اپنی بہن کے بیٹے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں۔علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: ''ام العباس بن عبدالمطلب كانت من الانصار ''۔ (۱۵/ ۱۹۲) انھیں انصار کے بیان کے ظاہر سے غلط فہمی ہوئی۔یہاں بہن کے بیٹے سے بہن کا پوتا مراد ہے۔عباس رضی اللہ عنہ کی دادی ماں سلمٰی بنت عمرو بن زید بن لبید انصار کے قبیلہ خزرج کی مشہور شاخ بنو عدی بن النجار سے تھیں۔(سیدہ ام معاذ)

② ج ۱ تاریخ یعقوبی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی فن حرب، شعر و شاعری، علم انساب وغیرہ۔ قدرت نے عقل و فراست کے عطیہ سے نوازا تھا۔ کتب سیر میں ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

''کان العباس رجلاً داھیاً ''①

''یعنی عباس رضی اللہ عنہ نہایت دانش مند شخص تھے''۔

تجارتی کاروبار:

اشراف قریش کا قومی پیشہ تجارت تھا جو نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دادا ہاشم بن عبد مناف نے اپنے قریشی قافلوں کو البتہ منظم کیا تھا۔ ملک حبشہ اور روم کے فرمانروا نجاشی اور قیصر سے اس بات کے لیے تحریری اجازت نامے حاصل کیے تھے کہ ان کے ملکوں میں قریشی تاجر بلا کسی قسم کی روک ٹوک کے اپنے تجارتی قافلوں کو لایا لے جایا کریں۔ قافلوں کے لیے جاڑے اور گرمی کی دو فصلیں مقرر کی تھیں، جاڑوں میں ملک حبشہ و یمن کو اور گرمیوں میں ملک شام اور اس کے متصلہ علاقے ایشیائے کوچک تک یہ قریشی تاجر جایا کرتے تھے۔ ہاشم کے انتقال کے بعد، جو تجارتی قافلے کے ایک سفر کے دوران ارض شام (غزّہ) میں ہوا تھا، قریشی قافلوں اور ان کے تجارتی کاروبار کو بہت فروغ ہوا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابتدائے عمر ہی سے اپنے آبائی کاروبار تجارت کو سنبھالا اور دور دراز ملکوں میں تجارتی قافلہ لے جا کر دولت و ثروت پیدا کی۔ ایک مرتبہ یمن میں مقام جریش تک گئے تھے۔ اس تجارتی سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے تجارتی کاروبار کا مختصر سا تذکرہ مولف انسائیکلو پیڈیا آف اسلام نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ تجارت پیشہ تھے اور برخلاف اپنے دونوں بھائیوں عبداللہ و ابوطالب کے انھوں نے بڑی دولت و ثروت پیدا

① تھذیب الاسماء، نووی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تھی۔ روپیہ کا لین دین اور ساہوکارے کا کام بھی کرتے تھے۔
طائف میں ان کے باغات تھے۔طبری وابن ہشام نے بیان کیا ہے
کہ جب وہ اپنا تجارتی قافلہ لے کر چلتے تو شاہان قدیم کے شہزادوں
کی سی شان وشوکت سے سفر کیا کرتے تھے''۔

اسی تجارتی کاروبار کے سلسلہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے تعلقات وواقفیت اورشہرت بیرونجات میں کافی تھی اوروہ بھی ایسے قبائل اوران کے اشخاص کوخوب جانتے پہچانتے تھے جو قریش کے کاروانی راستے پر آباد تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چند ماہ بعد ہی کا واقعہ ہے جب ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کا حال سن کر مکہ آئے اور اسلام لانے کے بعد خانہ کعبہ میں جا کر اپنے اسلام کا اظہار کیا۔کفار قریش کو یہ بات سننے کی کب تاب تھی ،''تُو صابی ہوگیا،تُو صابی ہوگیا'' کہتے ہوئے ان پر پل پڑے اور جی کھول کر مارا۔اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ادھر گزر ہوا انھوں نے ڈانٹا کہ

''ارے یہ کیا کررہے ہو پہچانتے بھی ہو یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے جدھر
سے تمہارے شامی تاجروں کا راستہ ہے''۔

یہ سن کر لوگوں نے ہاتھ کھینچ لیا۔پھر دوسرے دن بھی جب ابوذر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت باآواز بلند پڑھنا شروع کیا،کفارِقریش پھر مارنے کوٹوٹ پڑے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی خدشہ لگا ہوا تھا اورکل کا واقعہ پیش نظر تھا۔آپ پھر آئے اورلوگوں کوسمجھایا اورفرمایا:

''کیا تمہارا ارادہ ہے کہ قریش کے قافلے لوٹے جائیں ، آخر کیا
چاہتے ہو؟''۔

لوگ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات سن کر اپنے اس فعل سے باز آ گئے۔وہ جانتے تھے کہ غفار کا قبیلہ بڑا رہزن ہے اورکاروانی راستہ پر ہے۔یہ اس زمانے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واقعہ ہے جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا اظہار بھی نہیں کیا تھا۔

اعزازی عہدے اور پبلک خدمات:

قبیلہ قریش کے نامور شخص اور ہاشم کے دادا قصی نے مکہ میں جو چھوٹی سی ریاست قائم کی تھی اس کی نوعیت شہری جمہوریت کی سی تھی۔ اس میں چودہ عہدے تھے، چھ مذہبی، چار عدالتی اور چار جنگی۔ یہ سب عہدے قبیلہ قریش کے دس خاندانوں پر بٹے ہوئے تھے۔ ان میں سے دو عہدے السقایہ والرفادۃ (یعنی موسم حج میں حجاج کے لیے پانی اور کھانے کا انتظام) ہاشم بن عبد مناف بن قصی کے پاس رہے۔ پھر مطلب وعبدالمطلب وزبیر کے پاس اور ان کے بعد ابوطالب کے سپرد ہوئے۔ ابوطالب اپنی تنگ دستی وعسرت کی وجہ سے جب انتظام نہ کر سکے تو یہ دونوں عہدے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئے۔ پھر عمارۃ المسجد الحرام یعنی کعبہ کی تولیت کا کام بھی ان ہی کے سپرد ہوا۔

تہذیب الاسماء میں بیان کیا گیا ہے کہ:

''وكان العباسُ رئيساً جليلاً في قريش قبل الاسلام وكان اليه عمارةُ المسجدالحرام والسقايةُ ''۔

''عباس رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے قریش کے بڑے رئیس تھے اور ان ہی کے پاس تولیت خانہ کعبہ اور سقایہ کے عہدے تھے''۔

ایام حج میں وہ اپنے طائف کے باغوں سے کھجوریں اور چھوہارے منگوا کر پانی میں بھگوتے اور دودھ وشہد اور ستو کی سبیل لگاتے حاجیوں کے کھانے کے انتظام کے لیے اپنے پاس سے زر کثیر صرف کرتے۔ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عہدہ سقایہ اپنے چچا کے لیے قائم رکھا۔ وسقاية الحاج من زمزم جعلها لعمه العبّاس [1] اور ان کے بعد ان کی اولاد کے پاس تا انقضائے

[1] حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلافت عباسیہ برابر قائم رہا۔

آنحضرت ﷺ کی رفاقت:

کفارِ قریش نے جب دیکھا کہ اکثر مسلمان نجاشی کے ملک حبشہ کو ہجرت کر کے چلے گئے اور معدودے چند جو باقی رہ گئے ہیں ان کو بھی حمزہ بن عبدالمطلب اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے اسلام لانے سے ایذا نہیں پہنچا سکتے، انہوں نے مجتمع ہو کر باہم یہ عہد و پیمان کیا کہ کوئی شخص ہم میں سے بنو ہاشم و بنو مطلب سے خواہ مسلمان ہو خواہ کافر نہ نکاح کرے نہ ان کے ساتھ بیٹھے اٹھے، نہ ان کے ساتھ کسی قسم کا لین دین کرے اور نہ کوئی شخص ان سے بات چیت کرے گویا مکمل طور سے بائیکاٹ کر کے اور اس عہد نامے و محضر کو سب کے دستخط کر کے کعبہ میں رکھ دیا تھا۔ یہ نہایت سخت وقت خاندان بنو ہاشم (و مطلب) پر آن پڑا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسے نازک وقت میں آنحضرت ﷺ کی رفاقت کی، اپنے تجارتی کاروبار کے برباد ہو جانے کی مطلق پروا نہ کی اور آنحضرت ﷺ اور اپنے خاندان کا ساتھ دیا۔ بنی ہاشم میں سے صرف بدبخت ابولہب مخالف رہا اور برابر کفار قریش کے ساتھ رہا۔ تقریباً تین سال تک خاندان بنو ہاشم (و مطلب) کے افراد طرح طرح کی اذیتیں اٹھاتے اور شعب بنی ہاشم میں محصور رہے۔ اسی حصار کے دوران میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔ تین سال کے بعد جب یہ مقاطعہ ٹوٹا، بنی ہاشم اپنے گھروں کو واپس آئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے تجارتی کاروبار کو جو بالکل برباد ہو گیا تھا، از سرِ نو درست کیا۔

قبل اظہار اسلام آنحضرت ﷺ کی معاونت:

مقاطعۂ بنی ہاشم کے ٹوٹنے کے کچھ عرصہ بعد بعثت نبوی کے دسویں سال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوطالب کی وفات ہوگئی اور قریش کے دُستور کے مطابق اس خاندان کا دوسرا معمر شخص ابولہب سردار قبیلہ بنا۔ اس بدبخت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید مخالفت اور ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ خاندان کی حمایت (جوار) بھی آپ پر سے اٹھا دیئے جانے کا اعلان کر دیا یہ نہایت خطرناک حالت تھی مگر باوجود خاندانی سربراہ کی مخالفت کے

''كان العباسُ رضی اللہ عنہ أَنْصَرَ النّاسِ لِرَسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بعد ابی طالب''۔ ①

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوطالب کے بعد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت میں پیش پیش رہے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی راز کی باتیں اپنے ان عم بزرگوار سے کہہ دیتے اور مشورے میں شریک کرتے۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اہل مدینہ کی تبلیغ کے لیے بھیجنے میں آپ نے اپنے چچا سے مشورہ فرمایا تھا اور جب مدینہ سے تہتر (۷۳) مرد اور دو (۲) عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کو آئے اور مقامِ عقبہ میں خفیہ طور سے ٹھہرے، آدھی رات گزرنے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے پاس چلنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ حالانکہ اس وقت تک حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن مذہب اسلام کی تبلیغ کے ان تمام کاموں میں جو رازدارانہ طور سے ہو رہے تھے، وہ برابر شریک مشورہ اور اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی غرض سے گئے تھے کہ اہل مدینہ سے وفادار رہنے کا پختہ عہد لیں۔

(چنانچہ مدینہ والے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے منتظر تھے کہ

① الاستیعاب: ترجمة عباس رضی اللہ عنہ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اتنے میں آنحضرت ﷺ مع اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے تشریف لائے۔ اس وقت تک حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے مذہب پر تھے مگر انہیں پسند خاطر یہ تھا کہ اپنے بھتیجے کے اس کام میں موجود رہیں اور اس کے لیے پختہ عہد و پیمان لیں۔ جب آنحضرت ﷺ بیٹھے تو سب سے پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے گفتگو کا یوں آغاز کیا کہ

''اے خزرج (واوس) کے لوگو! تم جانتے ہو کہ محمد ہم میں کیا حیثیت رکھتے ہیں وہ اپنی قوم میں باعزت و ناز ہیں۔ کسی کو ان پر دسترس نہیں، ان کی مرضی یہ ہے کہ تمہارے ساتھ چلے جائیں۔ مگر یاد رہے کہ جب وہ یہاں سے چلے جائیں گے تو مخالفوں کو پھر کوئی لحاظ نہیں رہے گا اور وہ سختی پر آمادہ ہو جائیں گے، اگر تم لوگ محمد ﷺ سے اپنا عہد پورا نہ کرسکو اور مدینہ جا کر ان سے علیحدگی کرلو تو ابھی سے کہہ دو، ایسا نہ ہو جو وعدہ کرتے ہو اسے پورا نہ کرسکو، محمد ﷺ اب بھی اپنی قوم اور اپنے شہر میں معزز و محترم ہیں''۔ ①

اہل مدینہ نے یک زبان ہوکر کہا کہ

''اے عباس رضی اللہ عنہ! ہم کبھی روگردانی نہ کریں گے''۔

اس کے بعد وہ لوگ آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہوئے اور بیعت کی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑے ہوئے بیعت کو مؤکد کر رہے تھے۔ ایک بار آنحضرت ﷺ نے اسی بیعت لیلۃ العقبہ کے جلسہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''ایّدتُ تلک اللیلة بعمّی العباس وکان یأخذ علی القوم

① صفحہ ۱۱۶ تاریخ الاسلام۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ویُعطیھم ''۔①

''میں نے اس رات (عقبہ کے مقام پر) اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے قوت حاصل کی۔ وہ اس گروہ سے معاہدہ لیتے اور دیتے تھے''۔

اسلام لانے کا اظہار:

صاحب تاریخ الخمیس کا بیان ہے کہ

علماء تاریخ کے مبصّرین کا خیال ہے کہ (حضرت) عباس رضی اللہ عنہ بہت پہلے سے اسلام لے آئے تھے، وہ اپنا اسلام لانا چھپاتے تھے ...... وہ بہت مالدار تھے اور ان کا مال قوم (قریش) میں پھیلا ہوا تھا''۔

اس کی تائید حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کے بیان سے ہوتی ہے۔ یہ پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ پھر انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا تھا۔ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرصہ تک رہے تھے۔

ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''وقال ابو رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت غلاماً للعباس بن عبد المطلب وکان الاسلام قد دخلنا اھل البیت فأسلم العباسُ واسلمت ام الفضل ''۔②

''کہ اسلام ہمارے گھر میں آ گیا تھا، پس عباس رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تھے اور (ان کی زوجہ) ام الفضل اسلام لے آئی تھیں''۔

بیعت عقبہ کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ سے آہستہ سے گفتگو کرنے کو اس لیے فرمایا تھا کہ

''علیکم من المشرکین عَینًا '' (مشرکین کے جاسوس تم پر لگے

① طبقات ابن سعد ج ۴ صفحہ ۳۳۴.
② تاریخ الخمیس.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہیں۔)①

کفار قریش کے لیے ان کی زبان سے مشرکین کے لفظ کا ادا ہونا اس کا ثبوت ہے کہ وہ خود مشرک نہ تھے۔ کسی مشرک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے راز داری کے کام میں کیوں شریک کرتے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سوائے اس رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا کوئی اور شخص موجود نہ تھا۔

''لیس معه أحد من الناس غیره و کان یثق به في امره کله''۔②

''ابن سعد میں ہے کہ اس رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے ان کے (یعنی چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے) اور کوئی شخص نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام معاملات میں ان پر اعتبار کرتے''۔

اپنے بڑے بھائی ابو طالب کے انتقال کے بعد سے طرح طرح کی خاندانی ذمہ داریاں ان پر آن پڑی تھیں۔ جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی پرورش تو پہلے ہی سے اپنے ذمہ لے رکھی تھی، اب حضرت جعفر و علی رضی اللہ عنہما کے دونوں بڑے بھائیوں یعنی طالب اور عقیل کی کفالت کا بار بھی ان ہی پر آ پڑا۔ تجارت کے سلسلہ میں ان کے مال کا بڑا حصہ کفار قریش پر پھیلا ہوا تھا۔ سقایہ و رفادہ کے عہدوں کی ذمہ داریاں جداگانہ تھیں۔ ان وجوہ سے وہ اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کرنے میں تامل کرتے تھے۔ ان ہی حالات میں وہ وقت بھی آ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بدستور مکہ میں مقیم رہے۔ مگر یہاں رہ کر مشرکین کے حالات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر مطلع کرتے رہے۔

صاحب تہذیب الاسماء کا بیان ہے کہ

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ قبل ہجرت اسلام لے آئے تھے۔ مگر اپنے

①② طبقات ابن سعد ج۴ ص ۳۲۲ و ۳۲۳: ترجمة العباس رضی اللہ عنہ: الطبقة الثانیة من المهاجرین والأنصار ج ۱، ص ۱۰۶: ذکر العقبة الآخرة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے اور مکہ ہی میں ٹھہرے رہے اور رسول اللہ ﷺ کو مشرکین کے حالات کی اطلاع تحریراً دیتے رہے۔ اور جو کمزور مسلمان وہاں (مکہ میں) تھے، ان کی اعانت کرتے رہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان حالات میں مبتلا تھے کہ یکایک جنگِ بدر کا واقعہ پیش آ گیا۔ قریش کے تجارتی قافلہ کا معاملہ تھا اور قریش کا ہر فرد اس سے متاثر تھا، ان میں باہم عہد و پیمان ہو گیا تھا۔ ہاشمی و مطلبی خاندان نے آنحضرت ﷺ کی حمایت میں قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتیں برداشت کی تھیں، قریش عموماً ان سے بدظن تھے، کوئی ہاشمی یا مطلبی ذرا سا تامّل کرتا تو وہ اتنے جوش کا وقت تھا کہ فوراً قتل کر دیا جاتا۔ قریشی لشکر کے کھانے کے انتظام کی ذمہ داری حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر بھی ڈالی گئی اور اس لیے مجبوراً وہ مع اپنے بھتیجوں طالب و عقیل بنو ابی طالب (برادران حقیقی حضرت جعفر و علی رضی اللہ عنہما)، نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کے لشکر قریش کے ہمراہ بدر میں لائے گئے۔ سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف اور چچا زاد نعمان بن عمرو بن علقمہ بن المطلب بن عبد مناف۔

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرکین کے ساتھ بدر میں باکراہ آئے تھے۔ ①

مگر اس پر قریش ان سے کتراتے ہی رہے۔ پہلے تو انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ بنی ہاشم میں سے کسی کو ساتھ نہ لے چلیں۔ ابوجہل (عمرو بن ہشام مخزومی) نے کہا کہ مصلحت یہ ہے کہ بنی ہاشم کو زبردستی اپنے ساتھ لے چلنا چاہیے۔ چنانچہ راستہ سے لوٹ کر یہ لوگ آئے اور ان کو مجبور کر کے ساتھ لے لیا۔ ② کھانے کے انتظام کی ذمہ داری اگرچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر ڈالی گئی مگر ان کے کھانے

① تھذیب الاسماء، نووی.
② طبقات ابن سعد.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بھی

''ان قریشاً کفاءت قدور العباس ولم تطعمها لعلها بمیله الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''۔ ①

''قریش یہ بات جان کر اجتناب کرتے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ان کو تعلق خاطر ہے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سب حالات کا بخوبی علم تھا اور آپ نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ

''مجھ کو معلوم ہے کہ کفار نے بنی ہاشم وغیرھم کو مجبور کر کے اپنے ساتھ لیا ہے ورنہ وہ خود کبھی نہ آتے اس لیے جس شخص کو کوئی فرد بنی ہاشم مل جائے یا جو کوئی ابوالبختری بن ہشام اور عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب (عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملے، وہ ان کو قتل نہ کرے''۔

اس پر ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ ہم اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور کنبہ والوں سے درگزر نہیں کرتے تو عباس رضی اللہ عنہ کو کیوں چھوڑ دیں۔ واللہ اگر وہ میرے ہاتھ آ جائیں گے تو تلوار کا مزہ چکھاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

''ابوحفص (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت)! دیکھتے ہو عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کیا تلوار کے قابل ہے؟''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

اجازت دیجیے حذیفہ کا سر اڑا دوں۔ واللہ وہ منافق ہو گیا''۔ ②

مگر یہ جملہ چونکہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے منہ سے اتفاقیہ نکل پڑا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

① کتاب المحبر: ص ۱۶۲۔
② تاریخ الخمیس، وطبقاتِ کبریٰ، ابن سعد ج ۴ ص ۳۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کچھ مواخذہ نہ کیا۔ بالآخر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بھتیجے عقیل ونوفل اسیر کر لیے گئے اور یہ اسیری ہی بالآخر ان کے اسلام لانے کے اظہار واعلان کا باعث ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اپنا اور اپنے بھتیجوں عقیل بن ابی طالب ونوفل بن الحارث بن عبدالمطلب اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو بن جعدم فہری کا فدیہ دیجیے۔ کیونکہ آپ مالدار ہیں''۔

اس پر انہوں نے کہا:

''میں تو مسلمان ہوں۔ یہ لوگ مجھے زبردستی لے آئے ہیں''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آپ کے اسلام کا حال خدا ہی کو معلوم ہے اگر یہ بات سچ ہے تو خدا اس کا اجر آپ کو دے گا مگر بظاہر تو آپ ان کے ساتھ آئے ہیں''۔①

یہ سب زرِ فدیہ جو ایک سو اسّی اوقیہ سونا تھا جو تقریباً ایک ہزار دینار کے برابر ہوتا تھا، ان سے لیا گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: کچھ میرے پاس بھی چھوڑنا چاہیے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوئے اور کہا: ''کیا اس بات کو گوارا کرو گے کہ تمہارا چچا دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائے''۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''جو سونا آپ چچی کے پاس رکھ آئے ہیں وہ کیا ہوا''۔

اور یہ امر واقعہ تھا کہ مکہ سے روانگی کے وقت وہ کچھ سونا اپنی زوجہ ام الفضل رضی اللہ عنہا کے حوالے کر آئے تھے اور اس بات کی کسی کو خبر نہ تھی۔ وحی الٰہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قلب پر ایسا اثر پڑا کہ فی الفور اپنے اسلام کا اظہار تو کیا ہی تھا اپنے دونوں بھتیجوں عقیل برادر جعفر

① تاریخ الخمیس، وطبقاتِ کبریٰ، ابن سعد ج ۴ ص ۳۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وعلی رضی اللہ عنہما اور نوفل کو بھی ترغیب دی کہ اسلام لائیں۔

"فأسلَم العبّاسُ وامر عقيلاً فأسلَم ولم يُسلِم من الأسارىٰ غيرهما"۔①

"پس عباس رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور عقیل رضی اللہ عنہ کو بھی حکم دیا وہ بھی اسلام لائے۔ اور اسیروں میں سے سوائے ان کے اور کوئی مسلمان نہ ہوا"۔

مفسرین نے تصریح کی ہے قرآن شریف کی یہ آیت جو اسی موقع پر نازل ہوئی تھی یعنی

"يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔②

"یعنی اے نبی! ان لوگوں سے کہہ دیجیے جو تمہارے پاس اسیر ہو کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اگر جانے گا کہ تمہارے دلوں میں نیکی ہے تو تم کو اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے"۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان ہی جیسے اسیرانِ جنگ کی شان میں نازل ہوئی تھی۔

خاتم المہاجرین:

اظہارِ اسلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو مکہ ہی کو واپس جانے دیا کیونکہ خاندانِ نبوت کے بااثر بزرگ کی وہاں پر موجودگی چند در چند سیاسی مصلحتوں کے لحاظ سے ضروری تھی، خاص کر مشرکین کی نقل وحرکت کی اطلاعات کی

① المعارف ابن قتيبة ص ٩٢: عدة مَن قُتِلَ وَمَنْ أُسِرَ يوم بدر.
② الانفال ٨: ٧٠.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غرض سے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بڑے استقلال کے ساتھ کھلم کھلا مسلمان ہو کر ہزاروں مخالفین اسلام کے درمیان کچھ عرصہ تک مکہ ہی میں رہتے رہے۔ لیکن زیادہ عرصہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی شاق گزر رہی تھی۔ مدینہ آنا چاہتے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے:

''ان کے ارادے کا حال معلوم کر کے کہلا بھیجا کہ ابھی آپ کا قیام مکہ ہی میں بہتر ہے''۔ ①

اسی درمیان میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حجّاج بن عِلاط سُلَمی (بہزی) جو ایک بڑے تاجر تھے، فتح خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔وذکر موسی بنُ عُقبة عن ابن شهاب قال: كان الحجَّاجُ بنُ عِلاط السُّلَميُّ ثم البهزيُّ أَسلَمَ، وَشَهِدَ مع رسولِ الله صلی اللہ علیہ وسلم خَيبَرَ... ② ان کا بہت کچھ مال قریش مکہ میں پھیلا ہوا تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مکہ آئے اور کفار قریش کو یہ چکما دیا اور اس غلط خبر کی تشہیر کی کہ خیبر میں مسلمانوں کو شکست ہوئی ہے اور خیبر کے لوگوں نے مسلمانوں کا مال لوٹ لیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جلدی سے جا کر ان سے یہ مال خرید لوں، اس لیے تم میرا روپیہ فوراً ادا کر دو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس خبر پر یقین نہ آتا تھا مگر دل میں اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔جس کو کفار سے چھپانے کے لیے انہوں نے اپنے مکان کے سب دروازے کھلوا دیئے اور مسند وگاؤ تکیہ لگا کر بیٹھے اور اپنے خردسال بیٹے کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شبیہ تھے گود میں لے کر لوریاں دینے لگے۔

اتنے میں حجاج بن عِلاط بھی خفیہ طور سے ان سے آن کر ملے اور اصلی ماجرا کہہ سنایا مگر یہ بھی کہا کہ میرے چلے جانے کے تین دن بعد حقیقت حال کا انکشاف کیا

① تاریخ الخمیس.
② الاستیعاب: ترجمة حَجّاج رضی اللہ عنہ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ چنانچہ تین دن گزر جانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ لباس فاخرہ پہن کر خانہ کعبہ گئے، طواف کیا اور کفار قریش کے مجمع میں بیٹھ کر حجاج کی چال بازی کو ہنس ہنس کر بیان کرنے لگے جس کو صاحب ''حملۂ حیدری'' شیعی نے نظم کیا ہے اور کہا ہے ؎

بخندید حجاج از خرمی بدو گفت کے سید ہاشمی
میفگن دل خویش را در قلق کہ فتح نبی شد ز تائید حق
پس آں داستاں را بسطِ تمام ز اوّل بیاں کرد تا اختتام

اس واقعہ کے کچھ عرصے بعد جب مشرکین کی نقل و حرکت کی اطلاعات کی چنداں ضرورت باقی نہ رہی اور یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کفارِ قریش اپنی پے بہ پے شکستوں کے انتقام میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نقصان نہ پہنچا دیں، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ سے بلوا بھیجا۔

''وقال علیہ السلام ھذا بقیّۃ أبائی وقال رُدُّوا علیَّ ابی، رُدُّوا الی ابی فإنّ عمَّ الرجل صِنوا ابیہ فانّی اخشٰی ان تفعلَ قریشُ ما فعلتْ ثقیفُ بعُروۃَ بنِ مسعود ''۔ ①

''اور فرمایا کہ یہ (یعنی عباس رضی اللہ عنہ) میرے آباء کی نشانی ہیں۔ نیز کہا کہ میرے باپ کو میرے پاس لے آؤ، ہر شخص کا چچا اس کے باپ کے مثل ہوتا ہے، مجھ کو اندیشہ ہے کہ قریش کہیں ان کے ساتھ بھی وہ حرکت نہ کر ڈالیں جو ثقیف نے عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی تھی یعنی انہیں قتل نہ کر دیں''۔

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے کا تہیہ کیا اور انتظامات شروع کر دیئے اور اس وقت مکہ سے بیاسی میل کی مسافت پر مقام

① کشّاف صفحہ ۱۰۷۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جحف ① میں آنحضرت ﷺ سے جا ملے، جب آپ فتح مکہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے ہی فرمایا تھا:

''فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَخْتِمُ بِكَ الْهِجْرَةَ كَمَا خَتَمَ بِيَ النُّبُوَّةَ''۔ ②

''پس اللہ تعالیٰ ہجرت آپ پر ختم کرے گا، جیسے کہ نبوت میرے اوپر ختم کر دی''۔

فتح مکہ:

فتح مکہ کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ٦ھ میں کفار قریش سے جو مسلمانوں کا معاہدہ صلح حدیبیہ ہوا تھا، سولہ سترہ مہینے بعد قریش نے اس کی خلاف ورزی کی تھی، آنحضرت ﷺ نے ١٠ رمضان ٨ھ کو دس ہزار فوج کے ساتھ مکہ کی طرف کوچ کیا۔ اثنائے راہ میں جیسا اوپر ذکر ہوا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی ساتھ ہو گئے اور اسلامی لشکر اچانک مکہ کے قریب پہنچ گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ اسلامی فوج مکہ میں بغیر قتال وجدال کے داخل ہو۔ وہ آنحضرت ﷺ کے دلدل پر سوار ہو کر اس تلاش میں نکلے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ مل جائیں تو ان کے ذریعہ قریش کو اسلامی لشکر کا مقابلہ نہ کرنے پر آمادہ کریں۔ اتفاقاً وہ مل گئے، انہیں اپنے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یوں ابوسفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نے کتاب ''المعارف'' میں بیان کیا ہے کہ ابوسفیان فتح مکہ سے ذرا قبل اسلام لے آئے تھے۔

① الجُحفُ وَالْجُحْفَةَ: مِيقَاتُ اهلِ الشام، وكانت قَرْيَةً جَامِعَةً عَلَى اثنينِ وَثمانين مِيلاً مِنْ مَكَّةَ، وكانت تُسَمَّى مَهْيَعَةَ، فَنَزَلَ بِهَا بَنو عَبِيلٍ، وَهُمْ اِخْوَةُ عَادٍ، وكان اَخرَجَهُم العَمَالِيقُ مِنْ يَثْرِبَ فَجَاءَهُمْ سَيْلُ الْجُحَافِ فَاجْتَحَفَهُمْ، فَسُمِّيَتِ الْجُحْفَةَ۔ (القاموس المحيط للفيروز آبادى رحمہ اللہ، ص ٦٧٧) (سیدہ ام معاذ)

② تهذيب التهذيب وتهذيب الكمال.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وکان ابوسفیان اسلم قُبَیل ① فتح مکہ ②۔

اور قوی ثبوت اس کا یہ بھی ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مع اپنے دونوں بیٹوں حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ہجرت کر کے مدینہ میں رہے حالانکہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی تھی۔ خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ خاتم المہاجرین ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے پر ابوسفیان کو یہ شرف و امتیاز دیا کہ ان کے گھر کو دار الامان بنا دیا اور

> **''فقال علیہ السلام من دخل دارَ ابی سفیان فھو أمن و من اَغلَق علیه بابه فھو أمن و من دخل المسجدَ فھو أمن ''۔ ③**

> ''ارشاد فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے گا یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا یا مسجد حرام (کعبہ) میں چلا جائے گا اس کو امان ہے''۔

مکہ کے قیام کے زمانے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کفار اوباش سے بچ کر کبھی کبھی ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں چلے جاتے تھے، یہ اسی کا بدلہ دیا گیا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بہر حال اس بات سے بہت خوش ہوئے کہ کعبہ کے ساتھ امان کے لیے ان کے گھر کو بھی جائے پناہ قرار دے دیا گیا۔ اور انہوں نے جاتے ہی مکہ میں اعلان کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا لشکر لے کر آئے ہیں کہ تم لوگ ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جان کی امان چاہتے ہو تو کعبہ میں یا میرے گھر میں پناہ لو یا اپنے گھر کے دروازے بند کر لو اور تلوار میان میں رکھو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حکیمانہ تدبیر کارگر ہوئی اور اس طرح مکہ بلا کسی قتال و جدال کے فتح ہو گیا۔

---

① قُبَیل تصغیر قَبل۔ یُقال ''جاءَ فُلان قبیل العصر'' ای قبله بزمن یسیر.
② المعارف ص ۱۵۰/ص ۱۹۲: أسماء الخلفاء: معاویة بن أبی سفیان رضی اللہ عنہما
③ طبری، الخضری وغیرہ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی اس نمایاں کامیابی پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبان پر جوشِ مسرت میں چند اشعار فی البدیہہ جاری ہو گئے۔

غزوۂ حنین:

شوال ۸ ھ میں یہ معرکہ ہوا۔ کفار کی بڑی جمعیت اکٹھا ہو گئی تھی، قبیلہ ہوازن کے لوگ جن سے خاص کر مقابلہ تھا، تیر مارنے میں تمام عرب میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، ان کے پہلے ہی حملہ میں مسلمانوں کا لشکر منتشر ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور اپنے چند اہل خاندان کے تنہا رہ گئے۔ جن میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند فضل بن عباس رضی اللہ عنہ وقثم بن عباس رضی اللہ عنہ، نیز تینوں بھتیجے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ وابوسفیان بن الحارث، ① وربیعہ بن الحارث اور ابوسفیان کے بیٹے جعفر اسامہ بن زید اور ان کے مادری بھائی ایمن بن عبید رضی اللہ عنہم ساتھ رہ گئے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان بن الحارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام پکڑے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رِکاب تھامے ہوئے نہایت دلیری سے کفار کے حملوں کو روک رہے تھے۔ دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ، وفضل بن عباس رضی اللہ عنہ، اور دوسرے صحابہ مردانہ وار مقابلہ کر رہے تھے۔ اور کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچنے دیتے تھے۔ اس موقع پر آپ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے، جو نہایت بلند آواز تھے، فرمایا کہ

''اسلامی لشکر کو آواز دیجیے کہ اے گروہِ انصار! اے گروہِ بیعت

① ہم نے عباسی صاحب کی کتاب کے جس نسخے سے زیرِ نظر کتاب کی کتابت کروائی ہے اس میں یہاں ابوسفیان بن الحرث اور ربیعہ بن الحرث لکھا ہوا ہے جبکہ ہمارے ناقص علم میں یہ ابوسفیان بن الحارث اور ربیعہ بن الحارث ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہ دونوں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بھائی حارث بن عبدالمطلب کے صاحبزادے تھے۔ حارثِ ہاشمی اپنے والد کی حیات میں وفات پا گئے تھے۔ واللہ اعلم (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رضوان ! ادھر آؤ‘‘۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نعرہ مارا، ان کی آواز پر ساری بکھری ہوئی فوج مجتمع ہوگئی اور آناً فاناً میں لڑائی کا رخ پلٹ گیا۔ اور کفار بھاگ پڑے۔

ہوئی حنین میں جس دم ہزیمت مسلم
زبسکہ فتح ہے وابستہ قضا و قدر
مقابلہ میں فقط رہ گئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
اور ان کے ساتھ تھے عباس رضی اللہ عنہ عم پیغمبر
یہ وہ جگہ تھی جہاں زُہرہ آب ہوتا تھا
کہاں وہ جم غفیر اور کہاں یہ مٹھی بھر
رکاب تھامے ہوئے سرور صلی اللہ علیہ وسلم دو عالم کی
کھڑے تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ مثل شیر ببر
وہیں تھے فضل رضی اللہ عنہ وہیں تھے قثم رضی اللہ عنہ پسر اُن کے
وہیں تھے ان کے بھتیجے علی رضی اللہ عنہ بھی سینہ سپر
گرج کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو للکارا
شکست خُوردہ دوبارہ سنبھل گیا لشکر
نہ ان کے مثل تھا کوئی بلند و بالا قد
نہ ان کی طرح جہیر و جری و خوش منظر
وہ تھے برادر حمزہ رضی اللہ عنہ و عم سرورِ صلی اللہ علیہ وسلم دیں
وہ جن کے رعب میں رہتے تھے خالد رضی اللہ عنہ و حیدر رضی اللہ عنہ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے چند شعر کہے ہیں جن میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے بھائی (اسد اللہ و اسد رسولہ) حضرت حمزہ سید الشہداء و شیر خدا، ان کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بھتیجوں حضرت جعفر و علی پسران ابو طالب کی خدمات کو بیان کیا ہے۔

صلہ رحمی و فیاضی:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ''الاصابہ فی تمییز الصحابہ'' و ''الاستیعاب'' میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''ھٰذا العباسُ بنُ عبدِ المطّلب اَجود قریش کفاً واَوصَلُھا رَحِماً''۔

''عباس بن عبد المطلب تمام قریش میں اعلیٰ درجے کے سخی اور بڑی صلہ رحمی کرنے والے ہیں''۔

اپنے اعزاء و اقربا کی ہمیشہ خدمت و معاونت کرتے۔ اپنے بڑے بھائی ابو طالب کی مالی حالت جب کمزور ہوگئی، ان کی اولاد کا باران پر سے ہلکا کرنے کے لیے جعفر بن ابی طالب کو اپنے گھر لے آئے اور اس بھتیجے کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کیا اور اس وقت تک بار اٹھایا کہ وہ مستغنی ہو گئے اور حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ جنگ بدر میں جیسا اوپر ذکر ہو چکا اپنے بھتیجوں عقیل بن ابی طالب و نوفل بن حارث و اپنے حلیف (عتبہ بن عمرو بن جعدم) کا زر فدیہ اپنے پاس سے ادا کیا، تو زمانۂ اسلام میں جنگ تبوک کے بعض نادار مجاہدین کا سامان جہاد اپنے صَرف سے مہیا کیا۔ ایک کثیر تعداد غلاموں کی آزاد کی۔ وہ اور ان کی زوجہ ام الفضل متعدد غیر مستطیع افراد بنو ہاشم کی مالی اعانت کرتے رہتے تھے۔

حجۃ الوداع:

۲۵ ذیقعد ۱۰ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کی نیت سے مکہ کو تشریف لے گئے۔ ہجرت کے بعد آپ کا یہ پہلا اور آخری حج تھا اور اس کی خبر ہوتے ہی ملک کے ہر گوشہ سے مسلمان جوق در جوق حج کرنے کو امنڈ آئے۔ آپ کی سب ازواج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطہرات اور آپ کے اہل خاندان حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ ام الفضل رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب ساتھ تھے۔ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے یعنی آپ کے ساتھ سواری پر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو یمن بھیجے گئے تھے وہاں سے واپس آ کر شریک ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان اس حج کے لیے مجتمع ہوئے تھے۔ حج کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مشہور خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں آپ نے اپنی امت کو بہت سی وصیتیں کی تھیں۔ خطبہ کے شروع میں فرمایا تھا کہ

''لوگو! میری بات سنو کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس سال کے بعد تم سے ملاقات نہ ہو سکے''۔

اسی خطبہ کے دوران آپ نے جاہلیت کے سود کو مٹا دیا اور اول سود جو منسوخ کر دیا وہ اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اسی حج کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سقایہ پر تشریف لائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے آدمی چاہِ زمزم سے پانی کھینچ کر لوگوں کو پلا رہے تھے۔ آپ نے بھی پانی طلب کیا اور سواری پر کھڑے کھڑے نوش فرمایا اور ارشاد کیا:

''کہ تم لوگ اپنا کام کیے جاؤ اچھا کام کر رہے ہو اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ میری مثال کی پیروی کرنے لگیں گے تو اپنی سواری سے اتر کر خود پانی کھینچ لیتا''۔①

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات و تجہیز و تکفین:

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد ماہِ صفر ۱۱ھ کو ۱۹ تاریخ کو چہارشنبہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار کا مرض شروع ہوا۔ جب تک اتنی طاقت رہی کہ خود

① صحیح البخاری: کتاب الحج: باب سقایۃ الحاج: رقم الحدیث ۱۶۳۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چل کر مسجد جا سکیں نماز با جماعت ادا کرتے رہے۔ آخری نماز جو مسجد میں پڑھائی وہ مغرب کی تھی۔ عشاء کی نماز کے لیے مسجد جانے کا قصد کیا مگر مرض کی شدت سے غش آ گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ تین دن تک وہی نماز پڑھاتے رہے یعنی سترہ وقتوں کی نماز پڑھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت نماز کا اتنا اہتمام تھا کہ ایک وقت جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسجد میں آنے میں ذرا سی دیر ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کھڑے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع کہلا بھیجا اور فرمایا کہ ابوبکر ہی امامت کریں۔ ان ہی ایام میں ایک وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور اس کے بعد خطبہ دیا جو آپ کی زندگی کا آخری خطبہ تھا۔ اس میں آپ نے فرمایا:

''خدا نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ دنیا کی نعمتوں کو قبول کرے یا خدا کے پاس جو انعامات ہیں ان کو لے۔ اس نے خدا ہی کے پاس کی چیزیں قبول کیں ...... سب سے زیادہ میں جس کی دولت اور صحبت کا ممنون ہوں وہ ابوبکر ہیں۔ اگر میں دنیا میں کسی کو اپنی امت میں سے دوست بنا سکتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن اسلام کا رشتہ دوستی کے لیے کافی ہے مسجد کے رخ کوئی دریچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دریچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے۔ ہاں تم سے پہلے قوموں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا ہے۔ دیکھو تم ایسا نہ کرنا میں تم کو منع کرتا ہوں''۔

پھر انصار کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایت کی اور فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''حلال وحرام کی نسبت میری طرف نہ کی جائے۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کی ہے اور وہی حرام کی ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام کی ہے''۔

اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اپنی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا:

''خدا کے یہاں کے لیے کچھ کرلو۔ میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا''۔①

بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو بلاکر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے لیکن پھر اسے ضروری نہ سمجھا اور فرمایا:

''یابی اللہ والمومنونَ الاّ ابی بکر''۔②

---

① مسند امام شافعی، طبقات کبریٰ ابن سعد: ذکر أمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أبابکر أن یصلی بالناس فی مرضه.

② حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وفات سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوات وکاغذ لاؤ میں تمہارے لیے ایک تحریر لکھ دوں۔ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض کی شدت ہے۔ ہمارے پاس قرآن موجود ہے جو ہمارے لیے کافی ہے۔ اس پر حاضرین میں اختلاف ہوا، کچھ کہتے تھے کہ ارشاد کی تعمیل کی جائے اور کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید میں تھے۔ اس اختلاف پر جب شوروغل ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دَعُونی فالذی انا فیه غیر مما تَدعُوننی الیه''۔

''یعنی مجھے میری حالت پر چھوڑ دو۔ جس مقام پر میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو''۔

آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی طرف سے نہیں بلکہ کسی نامعلوم شخص کے جواب میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے لیکن پھر لکھوانا مناسب نہ سمجھا۔

یہ واقعہ قرطاس شیعہ سنیوں میں بڑا معرکۃ الآرا مبحث ہے لیکن جہاں تک دین کا تعلق ہے وہ مکمل ہوچکا تھا جیسا کہ خود ارشاد باری ہے کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ <==

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''خدا اور اہل اسلام ابو بکر کے سوا کسی کو پسند نہ کریں گے''۔

اشتداد مرض میں بعض ازواج نے ذات الجنب کے خوف سے مداوا کی جو تدبیر کی، اس سے آپ کو اتنی ناگواری ہوئی کہ سوائے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے اور سب کو علیحدہ ہو جانے کو کہا۔ علالت کا زمانہ تیرہ دن رہا۔ وہ زیادہ تر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گزارا۔ دوشنبہ یکم ربیع الاول کو نماز فجر کے وقت آپ نے حجرے کا پردہ اٹھایا۔ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر تبسم کیا اور پردہ گرا دیا۔ اس وقت طبیعت اچھی تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جب آپ کے پاس سے باہر آئے، لوگوں کے دریافت حال کرنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: الحمد للہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اچھی ہے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھتیجے کا ہاتھ پکڑ کر کہا میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض سے جانبر نہ ہوں گے۔ میں وہ سب نشانیاں جو بنو عبدالمطلب کے چہروں پر آخر وقت میں ہوتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پاتا ہوں۔ آؤ چلیں اور خلافت کے بارے میں پوچھ لیں، اگر ہم میں ہوگی تو معلوم ہو جائے گا اور دوسروں میں ہوگی تو ہم کو کچھ وصیت کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا تو پھر کبھی ہم کو خلافت نہ ملے گی۔

''قال (علی رضی اللہ عنہ) اخشی ان یقول لا فاذا ابتغینا ذالک من الناس''۔ ①②

==> (المائدۃ ۵: ۳) اور خلافت کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت اپنی زندگی میں سپرد کرنا آپ کے منشا کو صاف ظاہر کرتا ہے۔

① طبقات ابن سعد۔

② یہ روایت صحیح بخاری میں حدیث نمبر ۴۴۴۷ کے تحت درج ہے جس کا عربی متن کچھ یوں ہے:

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ، وَكَانَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ أَحَدَ ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور ان کے استفسار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کو منتخب کرو گے تو ان کو اس خدمت کا پورا اہل پاؤ گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ یہی وجہ تھی کہ فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے کی جو تدبیریں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ابتداء کی تھیں بعض اکابر صحابہ کو ان

==> الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَبَا حَسَنٍ، كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فَقَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللهِ بَارِئًا، فَأَخَذَ بِيَدِهِ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ وَاللهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا، وَإِنِّي وَاللهِ لَأَرَى رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَوْفَ يُتَوَفَّى مِنْ وَجَعِهِ هَذَا، إِنِّي لَأَعْرِفُ وُجُوهَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ، اذْهَبْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَلْنَسْأَلْهُ فِيمَنْ هَذَا الْأَمْرُ؟ إِنْ كَانَ فِينَا عَلِمْنَا ذَلِكَ، وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ، فَأَوْصَى بِنَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّا وَاللهِ لَئِنْ سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَمَنَعَنَاهَا لَا يُعْطِينَاهَا النَّاسُ بَعْدَهُ، وَإِنِّي وَاللهِ لَا أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم.

ترجمہ: زہری نے کہا کہ عبداللہ بن کعب نے مجھے بتایا جن کے والد کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ان تین صحابہ میں سے ایک تھے جن کی (غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی) توبہ قبول ہوئی تھی۔ انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر آئے۔ یہ اس مرض کا واقعہ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ سے پوچھا: ابوالحسن! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آج صبح مزاج کیسا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ الحمدللہ اب آپ کو افاقہ ہے۔ پھر عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کے کہا کہ تم، اللہ کی قسم تین دن کے بعد محکومی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ اللہ کی قسم، مجھے تو ایسے آثار نظر آ رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض سے صحت نہیں پا سکیں گے۔ موت کے وقت بنو عبدالمطلب کے چہروں کی مجھے خوب شناخت ہے۔ اب ہمیں آپ کے پاس چلنا چاہیے اور آپ سے پوچھنا چاہیے کہ ہمارے بعد خلافت کسے ملے گی۔ اگر ہم اس کے مستحق ہیں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر کوئی دوسرا مستحق ہوگا تو وہ بھی معلوم ہو جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق اپنے خلیفہ کو ممکن ہے کچھ وصیتیں کر دیں لیکن علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر ہم نے اس وقت آپ سے اس کے متعلق کچھ پوچھا اور آپ نے انکار کر دیا تو پھر لوگ ہمیں ہمیشہ کے لیے اس سے محروم کر دیں گے۔ میں تو ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ نہیں پوچھوں گا۔ (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں کچھ ہچکچاہٹ سی ہوئی تھی سوائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے۔ ①

مرض کی حالت یکساں نہ تھی، کبھی شدت ہوجاتی تھی، کبھی افاقہ ہوجاتا تھا۔ اسی افاقہ کی حالت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے اجازت لے کر صبح کے وقت اپنے گھر چلے گئے تھے اور حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی حجرے سے باہر آ گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محبوب بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینے سے لگے لیٹ گئے تھے۔ جیسے جیسے آفتاب بلند ہوتا گیا آپ کی حالت نازک ہوتی گئی اور اسی حالت میں آپ نے مسواک مانگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دانتوں سے چبا کر دی آپ نے مَل لی۔ سہ پہر کے وقت سانس کی گھرگھراہٹ محسوس ہوئی اتنے میں لب مبارک ہلے اور پاس والوں نے سنا: ''الصلوۃ وما ملکت ایمانکم نماز اور غلام''۔ پھر ہاتھ اٹھا کر انگلی سے اشارہ کیا اور تین مرتبہ فرمایا:

''اب کوئی اور نہیں، بس وہی رفیق اعلیٰ درکار ہے''۔

یہ کہتے کہتے ہاتھ لٹک گئے اور روح پاک عالم قدس کو اس حالت میں پرواز کر گئی کہ سر مبارک وقت رحلت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ اور حلق کے درمیان تھا۔ **اللھم صل علیہ وسلم**

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اطلاع پاتے ہی اپنے گھر سے واپس آئے، سیدھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گئے، چادر اٹھا کر پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور کہا:

''خدا کی قسم آپ پر دو موتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ جو موت مقدر تھی آ چکی، اس کے بعد دوسری موت نہیں آئے گی''۔

① ازالۃ الخفاء ج۸ ص ۳۱۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حجرے سے باہر آ کر دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم مبہوت کھڑے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا:

''جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتے تھے تو بے شک وہ مر گئے اور جو خدا کو پوجتے تھے تو بے شک وہ زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا''۔

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ الخ''۔①

---

① علامہ محمود احمد عباسی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ کسی قدر مجملاً لیکن جامع بیان کیا ہے۔ اس واقعہ سے متعلق امام بخاری اپنی صحیح میں دو جگہ روایات لائے ہیں۔ ایک کتاب المناقب میں اور دوسرا کتاب المغازی میں۔ اصل عربی متن اور اردو ترجمہ کچھ یوں ہے:

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ , قَالَ : أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ وَيُونُسُ , عَنِ الزُّهْرِيِّ, قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رضي الله عنها زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَخْبَرَتْهُ، قَالَتْ: أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه عَلَى فَرَسِهِ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ ، حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رضي الله عنها فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ، فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ، ثُمَّ بَكَى, فَقَالَ: بِأَبِي أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللهِ، لَا يَجْمَعُ اللهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا , قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رضي الله عنه خَرَجَ وَعُمَرُ رضي الله عنه يُكَلِّمُ النَّاسَ، فَقَالَ: اجْلِسْ فَأَبَى، فَقَالَ: اجْلِسْ فَأَبَى، فَتَشَهَّدَ أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه فَمَالَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوا عُمَرَ ، فَقَالَ : أَمَّا بَعْدُ ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم فَإِنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ مَاتَ ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، قَالَ اللهُ تَعَالَى : وَمَا مُحَمَّدٌ إِلا رَسُولٌ إِلَى الشَّاكِرِينَ (سورة آل عمران آية 144) وَاللهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللهَ أَنْزَلَ الْآيَةَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ، فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ إِلَّا يَتْلُوهَا.

ترجمہ: (ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے خبر دی کہ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی) ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو سنح میں تھا گھوڑے پر سوار ہوکر آئے اور اترتے ہی مسجد میں تشریف لے گئے۔ پھر آپ کسی سے گفتگو کیے بغیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آئے (جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس تقریر سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی نگاہوں سے پردہ اٹھ گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے استقلال اور دانائی سے مسلمانوں کی حالت حیرت واضطراب ختم ہوئی تھی کہ ایک دوسرا ہنگامہ بعض انصار نے اپنی چوپال ''سقیفہ'' میں چھیڑ دیا تھا اس کی خبر پاتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، مع حضرت عمر رضی اللہ عنہ، چند مہاجرین وانصار کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور فتنہ وفساد کے اس دروازہ کو بھی بند کر دیا۔ ①

وہاں سے پلٹ کر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ تدفین کا مسئلہ پیش ہوا۔

==> مبارک رکھی ہوئی تھی) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُردِ حَبرہ (یمن کی بنی ہوئی دھاری دار چادر) سے ڈھانک دیا گیا تھا۔ پھر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک کھولا اور جھک کر اس کا بوسہ لیا اور رونے لگے۔ آپ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ دو موتیں آپ پر کبھی جمع نہیں کرے گا۔ سوا ایک موت کے جو آپ کے مقدر میں تھی سو آپ وفات پا چکے۔ ابوسلمہ نے کہا کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب باہر تشریف لائے تو عمر رضی اللہ عنہ اس وقت لوگوں سے کچھ باتیں کر رہے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ نہیں مانے۔ پھر دوبارہ آپ نے بیٹھنے کے لیے کہا۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ نہیں مانے۔ آخر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا تو تمام مجمع آپ کی طرف متوجہ ہو گیا اور عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا اما بعد! اگر کوئی شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ باقی رہنے والا ہے۔ کبھی وہ مرنے والا نہیں۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے" اور محمد صرف اللہ کے رسول ہیں اور بہت سے رسول اس سے پہلے بھی گزر چکے ہیں" الشاکرین تک (آپ نے آیت تلاوت کی) قسم اللہ کی ایسا معلوم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آیت کی تلاوت سے پہلے جیسے لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت بھی اللہ پاک نے قرآن مجید میں اتاری ہے۔ اب تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ آیت آپ سے سیکھ لی پھر تو ہر شخص کی زبان پر یہی آیت تھی۔ (محمد فہد حارث)

① علامہ محمود احمد عباسی کے اس نہایت مجمل اور مبہم بیان سے کج فہم وکج فکر لوگوں کے دلوں میں ''بعض انصار'' صحابہ سے متعلق سوءظنی پیدا ہونے کے امکانات ہو سکتے ہیں، اس ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

==> لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس سلسلے میں اصل صورتِ واقعہ معروف تاریخ نگار و محقق ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر صاحبہ کے قلم سے ہدیۂ قارئین کر دی جائے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا صورتحال پیش آئی، اس سلسلے میں ڈاکٹر نگار صاحبہ لکھتی ہیں:

''عہد نبوی میں، بلکہ اس سے پہلے کی معاشرتی اور تہذیبی زندگی میں بھی سقیفہ اس سائبان یا چوپال کو کہتے تھے جو عموماً مجلسی اجتماعات کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ ہر سردار قبیلہ کے پاس ایسے چھوٹے بڑے سقیفے ہوتے تھے۔ ایک افتادہ جگہ ...... یا کوئی ذاتی باغ جسے احاطہ بنا کر گھیر لیا گیا ہو، اور جہاں وقت ضرورت لوگوں کو جمع کیا جا سکتا ہو۔ بنو ساعدہ کا یہ سقیفہ، مدینے کا واحد سقیفہ نہیں تھا، لیکن یہاں ہونے والے ایک تاریخی واقعہ نے اس کو غیر معمولی اہمیت کا حامل بنا دیا۔

سقیفۂ بنو ساعدہ مسجد نبوی سے بہت دور نہیں ہے، یہاں کے داخلی گیٹ سے عقب میں مسجد نبوی کے مینارے نظر آتے ہیں۔ یہ سقیفہ اصل میں احاطے کے اندر ایک گھنا باغ تھا۔ آج بھی یہ ایسا ہی شاندار باغ ہے ...... جسے احاطے کے اندر لگے ہینڈ پمپ سے سیراب کیا جاتا ہے، ہوسکتا ہے عہد نبوی میں یہاں کوئی کنواں رہا ہو۔ احاطے کے چاروں طرف لوہے کے جنگلے ہیں۔ سقیفے کے بعض درخت اتنے طویل القامت تھے کہ ہمارے اس وقت کا کیمرہ ان درختوں کی طوالت کو سمیٹ نہیں سکا۔ سقیفے سے جو سڑک مسجد نبوی کو جاتی ہے ''طریق ابوبکر صدیق'' کہلاتی ہے۔ اس وقت اس کے ایک جانب ''فندق الشرق'' تعمیر ہو رہا تھا، اب تو یہ ایک مصروف ہوٹل ہوگا، فندق الشرق کے برابر ہی مکتبہ ملک عبدالعزیز کی عمارت ہے۔

جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت ہوئی مسلمانوں پر گویا پہاڑ ٹوٹ پڑا، ہر شخص دلگرفتہ اور ہر آنکھ اشکبار تھی۔ مسجد نبوی میں سوگواروں کا خاموش ہجوم تھا کہ دو بدری اصحاب عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی نہایت عجلت میں مسجد میں آئے، سیدھے ابوبکر صدیق کے پاس گئے اور انہیں باہر بلایا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں ٹالنا چاہا، تو انہوں نے سرگوشی کی ''فتنے کا دروازہ ...... اگر آج اسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں بند نہ کیا، تو کبھی بند نہیں ہوگا، سعد بن عبادہ، سقیفہ بنو ساعدہ میں موجود ہیں ......لوگ ان کی امارت کی بیعت کے لئے جمع ہو رہے ہیں''۔

یہ واقعی بڑا مسئلہ تھا، جس میں مسلمان پڑ سکتے تھے ......ایک کے بعد ایک پریشانی ...... ابھی تو تدفین کا عمل بھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ بہرحال حضرت ابوبکر صدیق، حضرت ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

==> عمر رضی اللہ عنہما کو لے کر سقیفہ کی طرف چلے، راستے میں ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ملے، وہ بھی ساتھ ہو لئے۔ جب یہ پانچوں وہاں پہنچے تو ایک ہنگامہ سا بپا تھا، کوئی خطیب انصار کی فضیلت میں تقریر کر کے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے حق امارت کی راہ ہموار کر رہا تھا۔
اس کی تقریر ختم ہوئی تو ابوبکر صدیق نے جو تقریر کی، اور اس میں جس حدیث نبوی کا حوالہ دیا: ''الائمة من القریش'' اس نے حالات کو قدرے سنبھالا دیا۔ اس وقت ایک تجویز یہ پیش کی گئی کہ ایک امیر قریش سے ہو اور ایک امیر انصار سے۔ لیکن یہ امت کو دولخت کرنے والی بات تھی، پھر انصار میں بھی اوس اور خزرج کے دو طاقتور قبائل تھے، اوس کا امیر خزرج کے لئے اور خزرج کا امیر اوس کے لیے ہرگز قابل قبول نہ ہوتا۔ پھر تو اس تقسیم در تقسیم کو روکنا ممکن ہی نہ رہتا۔
اسی لمحے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کن انداز میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے کیونکہ اپ ہم میں بزرگ ...... ہم میں سب سے بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی ساتھی ہیں ...... اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے راضی تھے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی تو سب ایک کے بعد ایک بیعت کے لئے لپکنے لگے۔
یوں چند گھنٹوں میں ایک طوفان افتراق تھا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت نے ربع صدی پرے دھکیل دیا۔ سب نے بیعت کی، نہ کی تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے!
اس دن انہیں بخار تھا، وہ اپنی چادر لپیٹے جہاں بیٹھے تھے وہیں بیٹھے رہے۔ اور پھر بغیر بیعت کئے اٹھ کر چلے گئے ...... وہ اپنے آپ کو امامت کا سب سے زیادہ موزوں اور طاقتور امیدوار سمجھتے تھے۔ اور کچھ ایسا غلط بھی نہیں سمجھتے تھے۔ وہ مدینے کی مضبوط ترین مقامی شخصیت تھے۔ رئیس المنافقین، عبداللہ بن اُبی کے مرنے کے بعد بنوخزرج کے سردار تھے ...... ان کی ایک پکار پر ہزاروں تلواریں تڑپ کر میان سے باہر آ سکتی تھیں ...... ان کا عالیشان مکان بلکہ محل محتاجوں، مسکینوں، بھوکوں اور مسافروں کے لئے بہت بڑی پناہ گاہ تھی۔ ان کے مکان کی منڈیر سے ہر شام ایک پکارنے والا پکارتا تھا: ''اگر کوئی مسافر ہے جس کے پاس رات گزارنے کا ٹھکانا نہ ہو تو یہاں چلا آئے ...... اگر کوئی بھوکا ہے تو یہاں چلا آئے''۔
سعد بڑے متمول تھے ...... ان کی سرداروں والی دریا دلی غیر معمولی تھی ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھوکے صحابہ خصوصاً اصحابِ صفہ کو اپنے ساتھ لے جاتے، بعض ==>

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض کی رائے تھی کہ مکہ میں دفن ہوں اور بعض کی کچھ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے مطابق فیصلہ کیا کہ نبی کی روح جس مقام پر قبض ہوتی ہے، وہیں تدفین ہوتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے لحد کھدوانے کا انتظام کیا۔

''وکان ابو طلحہ زید بن سہل ھو الذی یحفر لاھل مدینۃ وکان یلحد فدعا العباس ''۔ ①

==> اوقات ایک ایک وقت میں وہ اسّی اسّی (۸۰) اصحاب کو کھانا کھلانے اپنے گھر لے جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روزانہ کوئی نہ کوئی سالن ان کے گھر پہنچاتے (اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کئی کئی دن چولہا جلانے کی ضرورت نہ پڑتی)۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مدینے کے ان چند افراد میں تھے جنہیں ''الکامل'' کہا جاتا تھا۔ اور کامل وہ ہوتا تھا جس میں بیک وقت تین خوبیاں ہوں۔ یعنی اسے تیراندازی ...... تیراکی اور لکھنا پڑھنا آتا ہو۔

سعد مدینے کے السابقون الاولون میں سے تھے۔

یہ وہ تھے جنہوں نے دو قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔

یہ بیت عقبہ میں شریک تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ابواء کے لئے گئے تو سعد رضی اللہ عنہ مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب تھے۔

غزوۂ بدر میں کل ستر اونٹ تھے، ان میں سے بیس سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے دیئے تھے۔

فتح مکہ کے موقع پر انصار کے علمبردار یہی سعد رضی اللہ عنہ تھے (یہ دوسری بات ہے کہ بعد میں ان سے علم لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو دے دیا گیا تھا۔ (الاستیعاب: ترجمۃ سعد رضی اللہ عنہ)

لہٰذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کہ اہل مدینہ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے لئے چننا چاہا تھا۔ لیکن جب تمام حاضرین نے ابوبکر صدیق کی بیعت کر لی تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ نہ انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ...... نہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس پر اصرار کیا۔

یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اصحاب نے امت کو تقسیم ہونے سے بچا لیا۔" (فیس بک پوسٹ از ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر رحمہ اللہ مورخہ ۲۲ اگست ۲۰۱۹ء) (محمد فہد حارث)

① طبری ج ۳.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ کو جو اہل مدینہ کے لیے لحد کھودا کرتے تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بلوا بھیجا''۔

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے، ان کے دونوں بیٹوں فضل بن عباس رضی اللہ عنہ وقُثَم بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ واسامہ بن زید رضی اللہ عنہ وشُقران رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔ حسب وصیت سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خاندان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور دوسرے بنی ہاشم نے اور پھر مہاجرین وانصار اور مدینہ والوں نے۔ قبر مبارک میں بھی حضرت عباس، فضل بن عباس، قثم بن عباس اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے اتارا۔ اور سب سے آخر میں جو خوش نصیب قبر مبارک سے باہر آئے، وہ قثم بن عباس رضی اللہ عنہ (یا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ) تھے۔

''احدث الناس عَهْدًا برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قثم بن العباس کان اصغر من کان فی القبر و کان اٰخِرَ مَنْ صَعِدَ ''۔①

دعوائے میراث:

بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت عباس اور حضرت فاطمہ اور بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نے فدک اور خیبر کی آمدنی کے حصہ کا دعویٰ کیا۔ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ

''فاطمہ اور عباس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث طلب کی اور فدک وخیبر کی آمدنی میں سے اپنا حصہ مانگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: ہم (پیغمبر) میراث نہیں چھوڑتے جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کنبہ والے بقدر کھانے کے اس

① طبقات ابن سعد: الجزء الثانی: ص ۳۰۱.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے لے سکتے ہیں اور واللہ جو عمل آنحضرت ﷺ کیا کرتے تھے اس کے خلاف نہ کروں گا''۔ ①

چنانچہ ان آمدنیوں میں سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، بحیثیت ولی اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا برابر وصول کرتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصرار پر مدینہ کی جائیداد اِن دونوں کی تولیت میں دے دی تھی لیکن بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان دونوں حضرات کا جھگڑا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بغرض تصفیہ پہنچا انہوں نے فرمایا: آپ دونوں انتظام نہیں کر سکتے تو تولیت چھوڑ دو، ہم خود انتظام کر لیں گے۔ ②

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے تک دونوں حضرات انتظام کرتے رہے۔ پھر دوبارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبضہ کر لیا۔

''ثم ان علیا والعباس استمرا علی ما کان علیه ینظران فیها جمیعًا الی زمان عثمانَ بنِ عفّان فغلبه علیها علیٌّ وترکها له العباس بإشارةِ ابنه عبدِ الله رضی اللہ عنہما بین یدی عثمانَ ''۔ ③

''پھر علی و عباس رضی اللہ عنہما بدستور سابق اس (جائیداد) کا انتظام حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانے تک کرتے رہے حتی کہ علی رضی اللہ عنہ نے پھر اس پر اپنا قبضہ کر لیا تو (حضرت) عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اشارے سے عثمان رضی اللہ عنہ کے مواجہہ میں اپنا حصہ علی رضی اللہ عنہ کے لیے چھوڑ دیا''۔

① طبری ج۳ ص ۲۰۲.
②③ البدایة والنهایة ج۵ ص ۲۸۸.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مناقب اور احترام:

رسول اللہ ﷺ اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے آبا کی نشانی فرماتے اور ان کی تعظیم تکریم کرتے۔

''كان (العباس) اعظمَ الناس منزلةً عند رسول الله ﷺ''۔ ①

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ منزلت کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب لوگوں سے بڑھ کر تھے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''لقد رايتُ من تعظيم رسول الله ﷺ عمه العباس امراً عجبا''۔ ②

''میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی تعظیم بہت کرتے تھے''۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا محصل مقرر کیا۔ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی رقم طلب کی۔ ان کے انکار پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ماجرا آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

''تم ان سے اور کیا چاہتے ہو۔ غزوۂ بدر میں تم ان سے بہت کچھ لے چکے ہو، عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں اور چچا باپ کے مثل ہوتا ہے''۔ ③④

① کنز العمال ص ۷۰۔ ② صواعق محرقه۔

③ جامع الترمذی۔

④ یہ جامع ترمذی میں حدیث نمبر ۳۷۵۸ ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے تاہم یہ روایت یزید بن ابی زیاد کے سبب ضعیف ہے جس کو امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے تقریب التهذيب میں سخت ضعیف راوی بتلایا ہے۔ دیکھیے میزان الاعتدال وتقريب التهذيب تحت الترجمة يزيد بن ابی زیاد ۔ (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانِ خلافت میں بروایت طبری حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اساءت ادب کرنے والے کو یہ کہہ کر سزا دی تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے چچا کی تعظیم تکریم کرتے تھے تو آپ کے اس عمل کے خلاف کرنے والا سزا کا مستحق ہے''۔ ①

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وجود گرامی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد امت کے لیے باعث خیر و برکت سمجھتے تھے۔ ۱۷ھ کے آخر میں شام و مصر و عراق میں سخت وبا پھیلی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بذات خود ملک شام جانے کا قصد کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور بعض اکابر صحابہ کو اپنے ساتھ لیا۔ مقام سرغ پہنچ کر جب معلوم ہوا کہ وبا کی شدت بڑھتی جا رہی ہے۔ عزم سفر ترک کر کے واپس آئے۔ ②

پھر کچھ عرصے کے بعد دوبارہ جب فتح بیت المقدس کے سلسلے میں ملک شام جانے لگے اور اپنی غیر موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اور یہ کہہ کر امیر المومنین موصوف کو سفر سے روکنا چاہا کہ

''آپ ایسے دشمنوں میں جانے کا قصد فرما رہے ہیں جو حیلہ ساز ہیں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے علی رضی اللہ عنہ میں اس جہاد میں اس لیے عجلت کر رہا ہوں کہ (حضرت) عباس رضی اللہ عنہ کے جیتے جی یہ جہاد کر لوں۔ جب تم عباس (رضی اللہ عنہ) کو اپنے درمیان میں نہ پاؤ گے تو تم پر ایسے بھاری فتنے ٹوٹ پڑیں گے جیسے پہاڑ''۔ ③

---

①② طبری ج ۵ ص ۳۵۔
③ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۹۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور ''واقعہ میزاب'' کتب سیر میں مذکور ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کا ایک پرنالا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آمدورفت کے راستہ پر واقع تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لیے وہ بہ تبدیل لباس اس راستہ سے گزر رہے تھے۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مرغ کے چوزے ذبح کیے تھے اور ان کا خون پرنالے سے بہا دیا تھا۔ عین اس لمحے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پرنالے کے نیچے سے گزرے اور ان کے سارے کپڑے خون سے تر بتر ہو گئے۔ پلٹ کر گھر گئے، کپڑے بدل کر آئے اور نماز پڑھائی۔ بعد فراغت نماز حکم دے کر پرنالا اتڑوا دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یہ وہ پرنالا تھا جس کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصب کیا تھا''۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں قسم دیتا ہوں کہ آپ میری پیٹھ پر کھڑے ہو کر اس پرنالے کو اسی جگہ قائم کر لیجیے۔''

''وفاء الوفا بأخبار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' (الجزء الثانی، ص ۴۷۳) میں یہ واقعہ ان الفاظ سے مذکور ہے:

''یعنی عباس رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس پرنالے کو نہیں نصب کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور میں ان کے ساتھ تھا اور واللہ پرنالا نصب کرتے وقت انہوں نے مجھ کو اپنے کندھے پر لے لیا تھا۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر لیا تھا لیکن محمد بن عقبہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے باپ یا چچا کے کندھے پر اپنے قدم کیوں رکھتے بلکہ انہوں نے (حضرت) عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر لے لیا تھا''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بہر کیف یہ پرنالا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اسی جگہ پر نصب کرا دیا۔ بعد میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اس مکان کو فی سبیل اللہ دے دیا اور اس کو صحن مسجد نبوی میں شامل کر لیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں صحابہ کے وظائف مقرر کیے اور اس کے لیے ایک رجسٹر مرتب کیا۔ اس میں سب سے اول نام حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا درج کیا کیونکہ قرابت داران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے اقرب وہی تھے اور رقم وظیفہ بھی ان ہی کی سب سے زیادہ مقرر کی۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روز ینے کا رجسٹر مرتب کرنا چاہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ، وعبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اپنے نام سے ابتدا کیجیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے نام سے شروع کیا جائے پھر جو بھی قرابت میں قریب ہو۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے نام سے شروع کیا گیا۔①

صاحب تہذیب الاسماء نے بیان کیا ہے کہ

''وكانت الصحابةُ تكرمه وتعظّمه وتقدّمه وتشاوره وتأخذ برايه''۔

''صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ادب واحترام کرتے، ان کو مقدم رکھتے اور ان سے مشورہ لیتے اور ان کی رائے پر عمل کرتے''۔

الاستیعاب و دیگر کتب میں بیان کیا گیا ہے کہ

''حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اپنی خلافتوں کے زمانے میں اگر سوار جاتے ہوتے اور اثنائے راہ میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اتفاقاً مل جاتے تو یہ حضرات احتراماً اپنی سواری سے اتر پڑتے (ان کے ساتھ

① طبری ج۴ ص ۱۶۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدل چلتے اور ان کے مکان یا منزل مقصود تک پہنچا کر جدا ہوتے)''۔

حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تو رشتہ کے اعتبار سے بمنزلہ ان کی اولاد کے تھے۔ وہ اپنے ان شفیق بزرگ کا احترام واکرام ہر طرح ملحوظ رکھتے تھے۔

''کنز العمال'' میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''فقال: رأیتُ علیاً یُقبّلُ یدَ العباسِ ''۔ ①②

''کہ میں نے (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ (اپنے چچا حضرت) عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے''۔

سب سے بڑا شرف یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے آباء کی نشانی فرماتے اور ان کی توقیر کرتے۔ آپ کے چچوں میں صرف ان ہی کی ایک ذات تھی کہ مشرف بہ اسلام ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد عرصہ تک حیات رہے اور ان کے بیٹوں اور ان کی ذریت نے اسلام کی تبلیغ واشاعت، دینی علوم کی ترویج اور کفر وضلالت کی پامالی میں ایسی مہتم بالشان خدمات انجام دیں جو رہتی دنیا تک صفحات تاریخ پر ثبت رہیں گی۔

خدا نے حضرت عباس کو دیا وہ شرف
کہ جس میں ان کا نہیں کوئی دوسرا ہمسر
وہ جن کی ذات ہے محبوب عالم اسلام
وہ جنکا نام ہے خطبوں میں زینت منبر

① کنز العمال.

② حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے ایسی محبت تھی کہ اپنے ایک بیٹے کا نام ان کے نام پر رکھا تھا۔ اپنی تین بیٹیاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے عقد میں دیں۔ اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عقد میں دینے میں اپنے چچا ہی کی رائے پر عمل کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں کے حق میں مِنۡ اٰبَآءِهِمۡ ① ہوا نازل
وہی ہیں ''با پدرِ مصطفیٰ زِیک جوہر''
لقب دیا ہے رسول خدا نے صنو ابی ②
وہ جن کی بات کو رد کر نہ سکتے تھے حیدرؓ
جو مجتبیٰ ہیں اُبُوّت کے واسطے عباسؓ
تو مدعائے وَاِخۡوَانِهِمۡ ہیں ان کے پسر
وہ ذُرّیت کہ ہے ارشاد حق هَدَیۡنٰهُمۡ
وہ جن کے نور میں چلتے ہیں آج تک رہبر

دعائے استسقاء میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۱۸ھ بڑی مصیبت کا سال تھا۔ بوجہ امساک باراں شدید قحط پڑ گیا تھا، ہر طرف خاک اڑتی تھی، جانوروں تک کے لیے چارے کا تنکا میسر نہ تھا۔ امیر المومنین نے خلق اللہ کی مصیبت دور کرنے کی جہاں اور تدبیریں کیں، دعائے استسقاء کا بھی اہتمام کیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ

''اے ابو الفضل! آپ نہیں دیکھتے مخلوق کا کیا حال ہو رہا ہے۔ چلیے آپ (کی دعا) کے ذریعہ اللہ سے پانی مانگیں''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا:

ذرا ٹھہر جائیے۔ پھر آپ نے اپنے خاندان بنو ہاشم کے چھوٹے بڑوں سب کو بلا بھیجا، ان کو ساتھ لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں آئے۔ حضرت

① تلمیح آیت کلام پاک وَمِنۡ اٰبَآءِهِمۡ وَاِخۡوَانِهِمۡ وَذُرِّیّٰتِهِمۡ وَاجۡتَبَیۡنٰهُمۡ وَهَدَیۡنٰهُمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ.
② یعنی میرے باپ کی مثل۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر بٹھایا اور لوگوں سے جو سب مسجد میں جمع ہو گئے تھے یوں مخاطب ہوئے:

''اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت) عباس (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ وہی برتاؤ کرتے تھے جو بیٹا باپ کے ساتھ کرے۔ ان کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ پس اے لوگو! تم پیروی کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے چچا عباس (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں اور اللہ عزوجل کی جناب میں اس بلا کے دفعیہ کے لیے جو تم پر آپڑی ہے ان کا وسیلۂ دعا پکڑو''۔ ①

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعائے استسقاء مانگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے استسقاء کی دعا مانگی۔ اس میں کہا کہ یا اللہ! ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسّل تیری جناب میں لیتے تھے کہ ہم کو پانی دے، اب ان کی وفات کے بعد ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا توسل تیری جناب میں پکڑتے ہیں، پس ہم کو پانی عطا کر۔ کہتے ہیں کہ پھر پانی برسا۔ ②

دوسری روایت ابی صالح میں دعا کے یہ الفاظ بیان کیے گئے ہیں:

جب عمر رضی اللہ عنہ (حضرت) عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر منبر پر چڑھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''یا اللہ! ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے توسل سے جو ان کے باپ کے مثل ہیں، تیری جناب میں متوجہ ہوتے ہیں، ہم پر پانی برسا دے اور ہم کو مایوس مت کر۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ

① کنز العُمّال وصواعق محرقه.

② صحیح البخاری کتاب الاستسقاء حدیث ۱۰۱۰.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعا کیجیے۔''

پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

''یا اللہ! ہم جانتے ہیں کہ بلائیں گناہوں کی بدولت آتی ہیں اور توبہ کرنے سے دور ہوتی ہیں، میری قوم نے تیری جناب میں تیرے نبی کی جگہ میرے ذریعے سے توجہ کی ہے۔ ان کی توجہ سے گناہوں کو بخش دے اور ہم کو بارش عطا کر''۔

پس آسمان پر بادل کی ٹکڑیاں پہاڑوں کی طرح نمودار ہوئیں اور ایسا پانی برسا کہ زمین سرسبز ہوگئی''۔ ①

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل تھے، دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوجاتا۔ اسی لیے ان کی دعاؤں میں خاص اثر ہوتا تھا۔ بعض دعائیں تو خود رسول اللہ ﷺ نے ان کو سکھائی تھیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا دعا مانگنا تھا کہ شانِ ایزدی کا ظہور ہوا، ابر کا گہرا ٹکڑا آیا اور ہم لوگ گھروں تک بھی واپس نہ پہنچنے پائے تھے کہ شرابور کرگیا۔ لوگ مارے خوشی کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دست بوسی کو دوڑ پڑے اور کہتے جاتے تھے: **هنيئاً لك، يا ساقي الحرمين**

فضل بن عباس بن عتبہ ہاشمی نے اس واقعہ کو یوں منظوم کیا تھا:

بِعَمِّي سقى الله الحِجازَ وأَهْلَهُ   عَشِيَةَ يَستَسقِي بِشَيْبَتِهِ عُمَرْ

میرے چچا کے ذریعہ خدا نے حجاز اور اہل حجاز کو اس دن پانی پلایا جب عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی پیرانہ سالی کے ذریعے دعا مانگی۔

تَوَجَّه بالعبَّاس فی الجَدْبِ راغِبًا   فما كَرَّ حَتّى جاءَ بالدِّيمةِ الْمَطَرْ

① صحیح البخاری ص ۱۳۷، مطبوعہ اصح المطابع دھلی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوئے اور اس توسل کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں سے ہٹنے بھی نہ پائے تھے کہ پانی برسا۔

ومنّا رسولَ اللّٰہ وفینا تُراثه　　فھل فوق ھٰذا للمفاخر مُفتَخَر

ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہم میں ان کی وراثت ہے۔ پس اس سے زیادہ فخر کرنے والوں کو افتخار کا موقع کون سا ہوگا''۔ ①

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی نظم لکھی جس کے تین شعر یہ تھے:

سأل الامامُ وقد تتابع جَدْبُنا　　فسقی الغمامُ بغُرَّة العبّاسِ

امام (عمر رضی اللہ عنہ) نے پے بہ پے قحط سالی ہونے پر، عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی مستجاب دعا مانگی۔

عَمُّ النبیِّ صِنوَ والِدِہ الذی　　وَرِثَ النَّبیَّ بِذَاکَ دونَ الناس

وہ عباس رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور باپ کے بجائے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ورثہ صرف عباس رضی اللہ عنہ ہی کو ملا ہے۔

آحیا الالٰہُ بہ البلادَ فاصبحت　　مُخضَرَّةَ الاجناب بعد الیَأس

کھیتیاں شاداب ہوگئیں خشک سالی دور ہوگئی بعد مایوسی کے ②

اس واقعہ کو اردو میں یوں منظوم کیا گیا ہے۔

ہوا جو قحط صحابہ کے وقت میں اک بار
چلے دعا کے لیے سب صحابہ مل جل کر
وہ وقت تھا کہ خلیفہ تھے حضرت فاروقؓ
بڑھا کے حضرتِ عباسؓ کو جناب عمرؓ
لگے یہ کہنے کہ اے عمِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم!

①② ان اشعار کا ماخذ علامہ ابن عبدالبر قرطبی کی کتاب ''الاستیعاب فی معرفة الاصحاب'' ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے ترجمے میں یہ اشعار نقل کیے ہیں۔ (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے کوئی صحابہ میں آپ سے بہتر
وسیلہ آپ کا لیتے ہیں ہم حضور ﷺ کے بعد
خدا سے مانگیے پانی کہ تشنہ کام ہوں تر
یہ سن کے حضرت عباسؓ نے دعا مانگی:
کہ اے خدائے جلیل و عظیم! اے برتر!
ترے نبی ﷺ کا چچا اور سفید ریش ہوں میں
نہ کر ذلیل مجھے، شرم رکھ لے اے داور!
زمین تشنہ ہے، اہل زمین تشنہ ہیں
ترے کرم کے ہیں محتاج، خالق اکبر!
یہ کہتے کہتے ہی آنکھوں میں اشک بھر آئے
گرے وہ دامن اقدس پہ قطرہ ہائے گہر
دعا کے ساتھ ہی کالی گھٹائیں گھِر آئیں
گھٹائیں گھِرتے ہی ہونے لگا نزولِ مَطر
جہاں تہاں بھرے جل تھل وہ زورِ بارش تھا
دعا نہ ختم ہوئی تھی کہ ہو گئے سب تر

حلیہ مبارک:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہت دراز قد سرخ وسپید رنگ کے خوبصورت و وجیہہ تھے۔ ''الاصابہ فی تمیز الصحابہ'' میں ان کے متعلق کہا ہے:

''کان طویلاً جمیلاً ابیض''۔

''یعنی وہ۔عباس رضی اللہ عنہ۔ دراز قد، خوبصورت سفید رنگ کے تھے''۔

آواز بھی بہت بلند تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''کتاب المعارف'' (ص ۳۲۷) میں ابن قتیبہ نے قبیلہ قریش کے دراز قدوقامت کے اشخاص کی جو فہرست بعنوان ''الطّوال'' درج کی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے:

''العباس بن عبد المطلب وكان يمشي في الطوائف كأنه عمارية على ناقة والناس كلهم دونه ''۔

''عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ وہ جب لوگوں کے درمیان چلتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ شتر سوار ہیں اور لوگ ان کے سامنے پست دکھائی دیتے تھے''۔

وفات:

۱۴ رجب یا رمضان ۳۲ھ میں بعہد خلافت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ بعمر ۸۸ سال سات ماہ وفات ہوئی۔ وفات سے چند سال پہلے سے قوتِ بینائی جاتی رہی تھی اور یہی حال ان کے والد عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف کی بینائی کا بھی ہوا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً ۲۲ سال زندہ رہے۔ رحمۃ للعالمین کے عم بزرگوار کی ذات تمام صحابہ کے لیے اور خاص کر بنی ہاشم کے لیے بڑی خیر و برکت کا موجب تھی۔ ان کے جیتے جی کسی فتنہ نے سر نہ اٹھایا اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ بندھا رہا۔ ان کی وفات کے دو تین سال بعد ہی کیسے شدید فتنے اٹھے کہ اخوتِ اسلامی کا دامن پارہ پارہ ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم بزرگوار کی وفات کی خبر یکا یک اطراف و جوانب میں پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق آنے شروع ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، وعبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، وقُثم بن عباس رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ بنی ہاشم کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواتین نے اپنے سردار و بزرگ خاندان کی وفات کا بہت زیادہ سوگ منایا۔

روضہ عباس رضی اللہ عنہ:

مشہور سیاح ابن الجبیر نے، جو ۵۷۸ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تھا، اپنے سفرنامے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے روضہ کا جو ''قبہ اہل بیت'' کہلاتا تھا، ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

''حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں کی قبور کے نزدیک ہی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے عالی شان روضہ کی عمارت ہے جس میں حضرت حسن بن علی بن ابی طالب بھی مدفون ہیں۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا سر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پیروں کے جانب ہے، دونوں قبروں پر خوبصورت جنگلہ لگا ہوا ہے جس میں پیتل کی پچی کاری نہایت نفیس کی گئی ہے اور ستاروں کی شکل میں کیلیں ایسی نفاست سے جڑی گئی ہیں کہ خوبصورتی دوبالا ہوگئی ہے''۔ ①

دیگر کتب میں تصریح ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس روضہ میں حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ (زین العابدین)، محمد بن علی ابن الحسین رضی اللہ عنہ (الباقر) اور جعفر بن محمد بن علی بن الحسین (الصادق) بھی مدفون ہیں۔ ابوطالب بن عبدالمطلب اگر مسلمان ہوتے تو ان کا بھی کوئی مزار مسلمانوں کے قبرستان میں ضرور ہوتا اور وہیں مکی صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کی قبریں بھی ہوتیں، مگر ابوطالب مسلمان نہ تھے۔ ان کے جو بھائی مسلمان تھے وہ ہی جدو بزرگ ان کے بھی تھے اور ان ہی کے پہلو میں ان حضرات کی تدفین ہوئی۔

سعودی حکومت کے تسلط کے بعد دیگر مزارات کی طرح یہ ''قبہ اہل بیت'' بھی

---

① ص ۲۰۴ سفرنامہ ابن الجبیر انگریزی ترجمہ آر۔ جے۔ سی۔ براڈ ہرسٹ مطبوعہ لندن ۱۹۵۱ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منہدم کر دیا گیا۔ خاکسار مؤلف کو انہدام سے قبل کا فوٹو روضہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا دستیاب ہو گیا تھا۔ جس کا عکس اس کتاب کے سرورق پر دیا گیا ہے۔ ①

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کا نام لبابۃ الکبریٰ تھا اور کنیت ام الفضل۔

سلسلۂ نسب یہ ہے:

لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث بن حَزن بن بُجیر بن ہُزَم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صَعصعہ الہوازنی المضری۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بناتِ صالحات کے بعد وہ خاتون جنہوں نے دین اسلام قبول کیا، وہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا تھیں۔ ②

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف تین چچیاں مسلمان ہوئیں پہلی تو یہی ام الفضل رضی اللہ عنہا اور دوسری ان کی مادری بہن حضرت سلمیٰ بنت عُمیس زوجہ حضرت حمزہ سید الشہدا رضی اللہ عنہما اور تیسری حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد بن ہاشم زوجۂ ابوطالب جو ام الفضل رضی اللہ عنہا کے مسلمان ہونے سے کوئی دس برس بعد جب ان کے شوہر ابوطالب کا انتقال ہو گیا، مسلمان ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تینوں سے بڑی محبت تھی۔ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تو گویا آپ کی دوسری ماں تھیں۔ نو برس کی

① ہم نے جس نسخے سے زیر نظر جدید طباعت میں مدد لی ہے، شومئ قسمت ہمیں اس کا سرورق نہیں مل سکا۔ اسی سبب علامہ عباسی رحمہ اللہ کے بیان کے برخلاف اس جدید ایڈیشن میں آپ کو سرورق پر ''قبہ اہل بیت'' کا عکس نہیں نظر آئے گا۔ اور پھر ایسے ''قبوں'' کی اسلام میں کوئی شرعی حیثیت بھی نہیں بلکہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صراحت سے قبروں پر بنی عمارات کو منہدم کرنے کا حکم مذکور ہے، ایسے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا کی قبر پر بنا یہ قبہ بذاتِ خود کوئی محمود عمارت نہ تھی کہ اس کو کتاب کے جدید ایڈیشن کے سرورق پر بطور زینت آویزاں کیا جاتا۔ (محمد فہد حارث)

② طبقات ابن سعد و الاصابۃ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمر سے آپ اپنی بڑی تائی عاتکہ بنت ابو وہب زوجہ زبیر بن عبدالمطلب اور عاتکہ بنت ابو وہب آنحضرت ﷺ کی دادی کی بھتیجی اور فاطمہ بنت اسد آنحضرت ﷺ کے دادا کی بھتیجی تھیں۔ ان ہی کی پرورش میں رہے تھے۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا آپ کی چچی بھی تھیں اور بعد میں سالی بھی ہوگئیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سابقیت اسلام کا شرف بھی ان کو حاصل تھا۔ آپ اکثر ان کے یہاں تشریف لے جاتے اور بعض اوقات قیلولہ بھی وہیں کرتے۔ ① وہ ان خوش نصیب خواتین میں سے تھیں جن کی کئی حقیقی و مادری بہنیں بھی شرفِ اسلام سے مشرف ہوئیں۔ ان کی والدہ ہند بنت عوف کے بارے میں علامہ محمد بن حبیب المتوفی ۲۴۵ھ ''کتاب المحبر'' میں لکھتے ہیں:

''ولا یعلم امراۃ فی العرب کانت اشرف اصھاراً من ھند بنت عوف اُمِّ میمونۃَ واَخوَاتھا''۔ ②

''کسی دوسری ایسی عربیہ خاتون کا حال معلوم نہیں جو (ام المومنین) میمونہ رضی اللہ عنہا اور ان کی سگی و مادری بہنوں کی والدہ ہند بنت عوف کی طرح باعتبار اپنے دامادوں کے صاحب شرف ہو''۔

اس سے زیادہ کیا شرف ہوسکتا ہے کہ ان بڑی بی کے دامادوں میں کیسی کیسی محترم ہستیاں شامل تھیں۔ یعنی خود رسول اللہ ﷺ جن کی زوجیت میں یکے بعد دیگرے ہند کی دو بیٹیاں آئیں۔ ایک حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ جو آنحضرت ﷺ کے عقد میں آنے کے دو یا بروایت دیگر آٹھ ماہ بعد فوت ہوگئیں اور دوسری حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث ام المومنین، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ، جن کے عقد میں ہند کی تیسری بیٹی ام الفضل بنت حارث تھیں۔ اس

① الاستیعاب وتھذیب التھذیب.
② کتاب المحبر ص ۱۰۹.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ، جن کی زوجیت میں چوتھی بیٹی سلمیٰ بنت عمیس تھیں جن کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے ایک دختر متولّد ہوئیں، پانچویں بیٹی ہند کی حضرت اسماء بنت عمیس تھیں جو حضرت جعفر بن ابی طالب کی زوجہ تھیں۔ ان کے بطن سے تین بیٹے عبداللہ وعون ومحمد فرزندان جعفر طیار ہوئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے جنگ مُوتہ میں شہید ہو جانے کے بعد حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں ان سے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں، ان سے یحییٰ اور عون دو بیٹے ہوئے۔ ہند کی چھٹی بیٹی حضرت سیف اللہ خالد بن الولید کی والدہ تھیں اور ساتویں بیٹی سلامہ بنت عمیس تھیں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب اموی بھی ان بڑی بی کی نند اور حضرت ام الفضل کی پھوپھی صفیہ بنت حزن بن بُجَیر کے بیٹے تھے۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب اولاد سے بڑی محبت تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ہی ان سب کی دیکھ بھال وہی کیا کرتی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی سب بہنوں میں جثہ کے اعتبار سے دراز قامت دبلی پتلی کمزور تھیں۔ ''كانت فاطمةُ بنتُ رسولِ الله صلی اللہ علیہ وسلم طويلةً نحيفةً''۔ ①

شادی کے بعد صرف آٹھ برس زندہ رہیں اس عرصے میں اوپر تلے پانچ بچے ان کے ہوئے۔ دوسرے بچے کی ولادت کے بعد ماں کی چھاتیوں میں دودھ کم اترا۔ کہا گیا ہے کہ حضرت ام الفضل نے اپنی پوتی کے اس بچہ (حسین بن علی رضی اللہ عنہما) کو اپنے بچہ کے ساتھ دودھ بھی پلایا تھا۔ ②

وہ بڑی عابدہ وزاہدہ بی بی تھیں، ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو روزہ رکھتیں،

① كتاب المعارف ص ٢٢٠.

② ابن سعد والاصابة وابن ماجة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ کے ساتھ حج بھی کیا تھا، اور اس حج کے موقع پر عرفہ کے دن لوگوں کو خیال ہوا کہ آنحضرت ﷺ روزہ سے ہیں۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے ایک پیالہ دودھ آپ کی خدمت میں بھیجا جو آپ نے نوش فرمایا، لوگوں کا شبہ دور ہوگیا اور اس طرح ایک مسئلہ بھی معلوم ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ کی تیس حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ راویوں میں ان کے سگے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حَبر الامۃ، سوتیلے بیٹے تمام بن عباس رضی اللہ عنہ، نیز عبداللہ بن حارث بن نوفل وانس بن مالک وغیرہم شامل ہیں۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کا انتقال اپنے عالی مقام شوہر کی زندگی ہی میں اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی وفات کے چند دن بعد بعہد خلافت عثمانی ۳۲ھ میں ہوا۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اولادِ امجاد:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گیارہ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ اس میں سے چھ بیٹے اور ایک بیٹی حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کے بطن طاہر سے تھے یعنی فضل، عبداللہ، عبیداللہ، معبد، عبدالرحمن اور قثم اور ام حبیبہ۔ ان کے علاوہ حارث، کثیر، عوف، تمام اور صبیح، آمنہ، صفیہ اور ام کلثوم۔

ام حبیبہ کا نکاح الاسود بن سفیان بن عبدالاسد المخزومی سے ہوا جن سے ایک بیٹی ہوئیں۔ آمنہ اپنے ہی ہاشمی خاندان میں العباس بن عتبہ ہاشمی سے بیاہی گئیں۔ ان کے بیٹے فضل بن عباس بن عتبہ بن عبدالعزی بن عبدالمطلب ہاشمی مشہور شاعر تھے۔ صفیہ کا عقد عبداللہ بن الحارث ابی مسروح بن یعمر بن حبان ہوازنی سے ہوا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بھائی مقوم بن عبدالمطلب کے نواسہ تھے۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کے سب بیٹے بڑے عزم وحوصلہ کے ہوئے، دین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وملت کی خدمات کی انجام دہی میں سارا جہان کھُونڈ ڈالا تھا۔ ان چند بھائیوں کے سوائے تاریخ میں کوئی دوسری مثال ایسے بھائیوں کی موجود نہیں کہ اعلائے کلمۃ الحق اور دین متین کی تبلیغ کی سرگرمیوں میں وہ جانبازیاں اور سرفروشیاں کی ہوں کہ ایک بھائی کا مدفن دوسرے بھائی کے مدفن سے سینکڑوں، ہزاروں کوس دور بلکہ دوسرے ملک اور دوسرے دیار وامصار میں واقع ہو۔ یعنی حضرت فضل رضی اللہ عنہ کا فلسطین میں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا طائف میں، حضرت قثم رضی اللہ عنہ کا سمرقند میں، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا ملک شام میں، حضرت معبد رضی اللہ عنہ کا افریقہ میں اور حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں۔ عبداللہ بن یزید الهلالی نے کیا خوب کہا ہے۔

ما وَلَدَتْ نجيبةٌ من فَحلِ بجَبَلٍ نَعْلَمه وسَهْلِ
كسِتَّةٍ من بطن أمِّ الفضلِ أكرِم بها من كَهْلة وكَهْلِ
عَمّ النبيّ المصطفى ذى الفضلِ وخاتَم الرُّسل، وخيرِ الرُّسلِ

یعنی کسی شریف ونجیب خاتون نے کسی شوہر سے ایسے اچھے بچے نہ جنے ہوں گے جیسے یہ چھ ام الفضل رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں۔ ایک ادھیڑ عمر کی بیوی اور ادھیڑ عمر کے شوہر سے یہ کیسے اچھے فرزندان نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ہیں جو خاتم الرسل اور خیر الرسل ہیں۔ ①

مؤلف ''حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاهرة'' ان ہی بھائیوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ما رَأيتُ بني أمٍّ واحدةٍ أشرافاً وُلِدُوا في دار واحدةٍ أبعد قبوراً من بني العباس، عبدالله بالطائف وعبيد الله بالمدينة والفضل

① ان اشعار کا ماخذ علامہ ابن عبدالبر قرطبی کی کتاب ''الاستيعاب في معرفة الاصحاب'' ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے یہ اشعار سیدہ لبابہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے ترجمے میں نقل کیے ہیں۔ (محمد فهد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالشام ومعبد وعبد الرحمن بافريقية وقُثَم بسمرقند وكثير بالينبوع وقيل الفضل باجنادين وعبيد الله باليمن ''۔

''ہم نے کسی ایک ماں کے بیٹوں کو جو سادات سے ہوں سوائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے نہیں دیکھا کہ ان کی قبریں ایک دوسرے سے نہایت دور فاصلوں پر ہوں یعنی عبداللہ کی قبر طائف میں، عبید اللہ کی مدینہ میں، الفضل کی شام میں، معبد وعبدالرحمن کی افریقہ میں، قثم کی سمرقند میں، کثیر کی ینبوع میں، اور کہتے ہیں کہ الفضل کی اجنادین میں اور عبید اللہ کی یمن میں''۔ (کثیر بن عباس رضی اللہ عنہ سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا کے بطن سے نہیں۔)

دوسری جلد میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے جو''الردف'' کے لقب سے ملقب تھے کیونکہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، نیز عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جو حَبر الامۃ یعنی اس امت کے بہت بڑے عالم تھے جن کے روضہ طائف کے بارے میں علامہ آزاد بلگرامی فرماتے ہیں:

اے صبا! رَو بہ مزارِ پسر عم نبی ﷺ　　خاکِ آں روضہ بہ از عنبر تر بہ شناسی
گردہ اَم خوب تماشہ چمن طائف را　　نہ رَسَد ہیچ گل اُو بہ گُلِ عباسی

نیز دوسرے سب بھائیوں کے، اور ان کی اولاد کے مفصل حالات، دعوتِ عباسیہ اور اس کے نتیجہ میں خلافت عباسی کا قیام، نشر واشاعت علوم، خدماتِ ملیہ اور پانچ سو برس تک عالم اسلامی کی قیادت کے تمام حالات بیان کیے گئے ہیں۔وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ ①

① تا حال ہمیں علامہ عباسی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ جلد دوم دستیاب نہیں ہوسکی ہے۔ اگر ان سطور کے کسی قاری کے پاس جلد دوم کا کوئی نسخہ ہو تو ہمیں ضرور مطلع کرے تاکہ زیرِ نظر کتاب کی جلد دوم بھی جدید طباعت کے ساتھ شائع کر کے ایک علمی وتحقیقی کام کی بازیافتی کی جاسکے۔ (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہج البلاغہ
تاریخ کی روشنی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب کی نوعیت:

میرے پیش نظر ''نہج البلاغة'' کا نسخہ مصری طبع کا ہے جو (۲۰x۲۶) سائز کے (۷۸۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے تین جزء ہیں، پہلے اور دوسرے جزء میں (۲۳۶) خطبے، تیسرے میں (۷۹) مراسلے اور (۴۸۰) مواعظ وحکم ہیں۔ یہ سب مجموعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔

شریف الرضی نے، جسے اس مجموعہ کا جامع یا مولف بیان کیا جاتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام کو ایک بحر موّاج و ناپیدا کنار سے تشبیہ دی ہے۔ ①

اور لکھا ہے کہ

''یہ مجموعہ ان کے کلام کا محض انتخاب ہے جس میں صرف ''محاسن خطب، محاسن کتب، ومحاسن حکم وادب'' شامل کیے گئے ہیں۔ ②

عربی نثر کا اتنا بڑا مجموعہ خصوصاً صدر الاسلام کے کسی مسلمان کا کلام کہیں نہیں پایا جاتا۔ خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کے جو خطبے اور تقریریں قُدماء کی تالیفات میں موجود ہیں، جن میں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی چند خطبے شامل ہیں، وہ اس مجموعہ کے بیسویں حصہ کے برابر بھی نہیں حالانکہ صحابۂ کبار میں سے متعدد حضرات خاص کر حضرت عمر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو اپنے اپنے عہد خلافت وحکومت میں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مختصر زمانہ خلافت سے زیادہ طویل اور کامیاب عہد تھے، تقریریں کرنے اور مجامع عام میں خطبے دینے کے اکثر مواقع پیش آئے، اور ان میں جو معرکۃ الآراء تقریریں کی گئیں ان کے بہت سے جملے جو فصاحت وبلاغت کی جان ہیں انہیں کتب تاریخ وسیر نے محفوظ رکھا ہے مگر ان سب کی مجموعی تعداد ''نہج البلاغہ'' کی ضخامت وحجم کے مقابلے میں بہت ہی

① واما کلامه فهو من البحر الذی لا یساجل والجمّ الذی لا یحافل (ص ۲ دیباچہ)
② اکتاب یحتوی علی مختار کلام مولانا امیر المؤمنین علیہ السلام فی جمیع فنونه۔ (صفحہ ۲ دیباچہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کم اور نہایت قلیل ہے۔ صرف دس بارہ خطبے اس تمام مجموعہ ''نہج البلاغۃ'' میں ایسے ہیں جو دوسری قدیم کتابوں میں بہ تغیر الفاظ ملتے ہیں ورنہ جو کلام، خطبے اور مراسلے، صاحب نہج البلاغہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیے ہیں ان میں ایسی لفاظی اور مضامین پائے جاتے ہیں جنہیں حضرت ممدوح رضی اللہ عنہ سے منسوب کرنا دشواری سے خالی نہیں۔ ان میں اکثر یا تو نسبی تعلّیاں اور نسل و قبیلے پر فخر و مُباہات ہے یا اپنی ذات اور خاندان کی مدح سرائی ہے۔ تفاخُر علی النسب میں یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ ''اللہ نے اول ہم (بنی ہاشم) کو بنایا اور بعد میں ہم نے دوسروں کو''۔ ①

یا پھر دوسرے صحابہ اور اپنے بعض محترم معاصرین کی مذمت ہے۔ اس کے ساتھ غیب دانی کے دعاوی اور صدیوں بعد ہونے والے تاریخی واقعات کی صراحتاً اور کنایتاً پیشین گوئیاں کی گئی ہیں جو ظاہر ہے کہ اسلامی تعلیمات کے منافی بلکہ نصوصِ قرآنی کے خلاف ہیں۔ انہیں کسی طرح بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ صحابی اور اعلیٰ شخصیت سے نسبت نہیں دی جا سکتی۔

جامع کتاب ''الشریف الرضی'' چوتھی صدی ہجری کے بالکل آخر کا مصنف ہے اور یہ مجموعہ اس نے اپنی وفات سے جو ۴۰۶ھ میں ہوئی تھی، چند سال پہلے تقریباً ۴۰۰ھ میں مرتب کیا تھا۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات سے تین سو ساٹھ برس بعد، بایں ہمہ روایت کی کوئی سند نہیں پیش کی جس سے ان کی تاریخی صحت اور سلسلۂ رُواۃ معلوم ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے، تاریخی واقعات کے اعتبار سے، چار حصے ہیں۔ پہلا مکی زندگی کا جو ان کے بچپن اور حداثت سن کا زمانہ ہے۔ ہجرت

① فإنا صنائع ربنا والناس بعد صنائع لنا.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے وقت ان کی عمر صرف ۱۸ سال تھی۔ جنگ بدر ۲ھ کے آخری ایام میں ہوئی اس وقت، جیسا کہ انہوں نے خود بیان کیا ہے ① وہ پورے بیس برس کے بھی نہ تھے۔ اس حصہ زندگی میں تقریر کرنے اور خطبہ دینے کا کوئی موقع نہ تھا۔ ہجرت کے بعد سے آنحضرت ﷺ کی وفات تک جو تقریباً گیارہ سال کی مدت ہوئی ہے اس میں وہ فتح مکہ (۸ھ) سے پہلے کے غزوات میں شریک رہ کر دادِ شجاعت دیتے رہے، کوئی موقع خطبے دینے کا پیش نہیں آیا، آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد وہ حضرات شیخین سیدین (حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی مجالس میں برابر موجود رہے مگر یہاں خطبے ارشاد کرنے کا کیا محل تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ سے چندروز پہلے سے وہ مفسدوں کو سمجھاتے اور ان کی شکایات کو خلیفہ مظلوم تک پہنچاتے رہے۔ اسی زمانے سے ان کی گفتگوؤں اور تقریروں کے جملے کتب تاریخ میں ملتے ہیں اور جنگِ جمل (جمادی الآخرۃ ۳۶ھ) کے بعد سے آخر زمانے تک جس کی مدت تقریباً پانچ سال کی ہوتی ہے ان کی خلافت کا زمانہ ہے۔ اسی میں انہوں نے تقریریں بھی کیں اور مراسلے بھی بھیجے جو قدیم کتب تاریخ میں جابجا مندرج ہیں۔ لیکن ان کے خطبات ومراسلات کو کبھی جداگانہ شکل میں مرتب ومدوّن نہیں کیا گیا۔ سب سے قدیم اور شاید سب سے پہلا راوی جس کی مرتب کردہ روایات سے مابعد کے مؤرخین خصوصاً طبری نے زیادہ اخذ کیا ہے ابومخنف ② لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف الازدی تھا جس کا دادا مخنف، جو

① صفحہ ۶۶ سطر ۶ خطبہ ۲۶ لقد نهضتُ فيها وما بلغتُ العشرين (میں ہنوز پورا بیس برس کا بھی نہ تھا کہ میں لڑائی کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا) کامل المبرد وعقد الفرید وغیرہ میں بھی یہی قول درج ہے۔

② ابومخنف لوط کا سالِ ولادت صحیح طور سے متعین نہیں لیکن یہ ثابت ہے کہ فتنہ ابن الاشعث کے زمانے میں وہ عنفوان شباب کی حد تک پہنچ چکا تھا گویا اس کی ولادت حادثہ کربلا (۶۱ھ) کے دو چار سال بعد ہونا قرین قیاس ہے۔ وفات ۱۵۷ھ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبیلہ اَزد کا سردار تھا، صفین کی جنگ میں بذاتِ خود مع اپنے قبیلہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے شریکِ کارزار ونبرد آزمارہا تھا۔

ابومخنف نے جنگ جمل سے اپنے زمانے تک کے حروب داخلیہ یعنی جنگ صفین (ذوالحجہ ۳۶ھ تا صفر ۳۷ھ) وواقعہ کربلا (۶۱ھ) وفتنہ مختار ثقفی ومصعب ابن زبیر وابن الاشعث وغیرہ گویا ۱۲۳ھ تک کے واقعات کو مورّخانہ انداز پر مرتب کیا تھا۔ خاص کر صفین کے حالات کو اپنے بزرگوں اور ایسے لوگوں کی سند سے بیان کیا ہے جو خود اس واقعہ میں شریک اور موجود تھے اور اپنے کانوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقریریں اور خطبے سن چکے تھے۔ ابومخنف شیعیان علی رضی اللہ عنہ میں ہے اور بعض باتوں کو وہ اپنی پارٹی کی طرفداری یا اپنے ممدوح کی رعایت سے ترک وحذف بھی کر جاتا ہے۔ مثلاً اس نے جنگ صفین کے حالات میں حضرت جعفر وعلی رضی اللہ عنہما کے برادرِ بزرگ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اپنے بھائی کے برخلاف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے اور صفین کے شامی کیمپ میں موجود ہونے کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ بایں ہمہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبے اور مراسلے بھی نقل کیے ہیں اور جو روایتیں اس کو قدیم راویوں یا اپنے معاصرین سے بہم پہنچیں، ان کو جمع کیا ہے مگر ان کے بیان کرنے میں خیانت نہیں کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریروں اور خطبوں میں جہاں حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر آ گیا ہے، محبت واحترام سے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ۳۷ ہجری کے حالات کے سلسلہ میں ابومخنف نے سلیمان بن راشد الازدی از ابوالکنود عبدالرحمٰن بن عبید کی سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک خطبے کے جملے نقل کیے ہیں جن میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت کے بارے میں یہ کہا ہے کہ

’’جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ منتخب کیا اور انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو۔ ان دونوں حضرات کی سیرتیں ''احسن'' تھیں اور انہوں نے عدل وانصاف سے امت کے ساتھ عمل کیا''۔ ①

اسی طرح ابومخنف نے ۳۶ھ کے واقعات کے سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک مکتوب نقل کیا ہے جو قیس بن سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو حکومت مصر پر مقرر کرتے ہوئے اہل مصر کے نام لکھا تھا۔ یہ مکتوب قیس مذکور کے بھائی سہل بن سعد کی سند سے نقل ہوا ہے۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو ''امیرین صالحین'' کے الفاظ سے یاد کیا، ان کی سیرتوں کو ''احسن'' بتایا اور کہا کہ ''انہوں نے کتاب اور سنت پر عمل کیا اور سنت سے تجاوز نہیں کیا''۔ ②

اس کے مقابلے میں ''نہج البلاغۃ'' کے مولف نے جو خطبے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیے ہیں ان میں انھی حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر سبّ وشتم سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ محض تمثیل کی غرض سے چند الفاظ نہج البلاغۃ کے مشمولہ خطبہ معروف بہ ''شقشقیہ'' سے اس موقع پر نقل کرنا بے محل نہ ہوں گے۔ یہ خطبہ ایک فرقہ میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ لغت میں شقشقیہ اس چیز کو کہتے ہیں جو اونٹ کے منہ سے مستی کی حالت میں نکلتی اور بکری کے پھیپھڑے کے مانند ہوتی ہے۔ اونٹ اس کو چباتا ہے۔ اس وقت اس کے گلے سے ایک عجیب قسم کی آواز نکلتی ہے پھر وہ چیز غائب ہوجاتی ہے۔ اس خطبہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ تقریر ابھی

① طبری ج ۶ ص ۴ سطر ۱۳ مطبوعہ حسینیہ طبع اولیٰ۔
② طبری ج ۵ ص ۲۲۷، سطر ۲۰ اس فقرے کے اصل الفاظ یہ ہیں: ''قبضہُ اللہ عزوجل صلوات اللہ علیہ ورحمتہ وبرکاتہ ثم ان المسلمین استخلفوا بہ امیرین صالحین عَمِلاً بالکتاب والسنۃ واحسنا السیرۃ ولَم یعدُوا السنۃ ثم توفاھما اللہ عزوجل''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ختم نہیں ہوئی تھی کہ کسی عراقی نے کوئی تحریر پیش کی آپ رک گئے۔ اس پر ابن عباس نے کہا: اپنا خطبہ تمام کر لیں۔ یہ سن کر فرمایا:

''اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! یہ گویا شقشقیہ شتر مست کی آواز تھی جو نکلی اور پھر اپنے مقام پر واپس آ گئی۔''

مگر نام سے زیادہ عجیب اس کا اُسلوب بیان اور مضمون ہے۔ یہاں صرف ابتدائی چند جملے مع ترجمے کے نقل کرتا ہوں۔

شروع کے الفاظ یہ ہیں:

''اما واللہ تقمَّصَها فلان (کنایة عن الخلیفة الاول ابی بکر) وانه لیعلم أنّ مَحلّی منها محلُّ القُطْبِ من الرحیٰ، ینحدر عنّی السّیلُ ولا یرقٰی الیّ الطیر، فسدلتُ دونها ثوباً وطویت عنها کَشحاً وطَفِقْتُ أَرْتَئِی بین أَن أُصولَ بیَدٍ جذّاء او اصبرَ علی طَخْیَةٍ عَمیاء یَهْرَمُ فیها الکبیرُ ویَشیبُ فیها الصغیرُ ویَکْدَحُ فیها مومنٌ حتّٰی یلقٰی ربّه فرأیتُ انّ الصبر علٰی هاتا أَحْجٰی فصبرتُ وفی العین قَذیً وفی الْحَلقِ شجًا ارٰی تُراثِی نَهْباً حتّٰی مضی الاولُ لسبیله فادلٰی بها الٰی فلان (اعنی عمر) بعده''۔ ①

''قسم خدا کی! فلاں شخص (یعنی خلیفہ اول ابوبکر) نے اس کا (یعنی خلافت کا) پیراہن پہن لیا حالانکہ وہ خود جانتا تھا کہ (خلافت میں) میرا وہی مقام ہے جو بینڈے (قطب) کو چکی (آسیا) سے ہے۔ مجھ سے ایک دریا (فیوضِ علمیہ کا) امنڈ رہا ہے اور شاہین (بلند پرواز) مجھ تک نہیں پہنچتا (یعنی میری رفعتوں کو نہیں پہنچتا)۔ پس میں نے اس کے سامنے پردہ ڈال دیا اور دل میں یہ غور کرنا شروع کیا کہ اپنے

① خطبة ۳ صفحه ۲۵، جزء اول.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ٹوٹے ہاتھ سے اس پر حملہ کروں یا اس تاریک ضلالت پر صبر کروں۔ (یہ ایسی مصیبت تھی) کہ اس میں خرد سال بوڑھا اور بوڑھا ضعیف ہو جائے اور مومن رنج میں گرفتار ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ صبر کرنا ہی عقلمندی ہے اس لیے صبر کیا۔ آنکھیں غبار آلود تھیں اور حلق میں ہچکیوں سے پھندے پڑے جاتے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ میری میراث کس طرح لٹ رہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ پہلا اپنے رستہ سے گزر گیا اور اپنے بعد اس (خلافت) کے ڈول کو فلاں (مراد عمر رضی اللہ عنہ سے) کی طرف پھینک گیا''۔

یہاں اسی ایک فقرے کے نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ آگے دوسرے حضرات کے متعلق اور بھی درشت کلامی ہے۔ نہج البلاغۃ کے مشہور شارح ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کی شرح کی آخری سطور میں یہ بیان کیا ہے (1) کہ

''اکثر لوگ اس خطبہ کو شریف الرضی کا وضع کیا ہوا کہتے ہیں لیکن رضی کا یہ اسلوب بیان نہیں۔ ایک اور قدیم شیعہ مولف کی تالیف میں بھی اس کا بڑا حصہ پایا جاتا ہے''۔

بہرحال وہ رضی کے موضوعات میں سے ہو یا کسی دوسرے کی، اسلوبِ بیان اور مضمون کو قدیم شیعہ مورّخ اور راوی ابومخنف لوط کی مندرجہ بالا روایات کی روشنی میں دیکھا جائے تو صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ کلام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نہیں

(1) شرح ابن ابی الحدید صفحہ ۴۰ جزء ۱ مطبوعہ ایران، نیز کشف الظنون والبدایہ والنہایہ ابن کثیر میں نہج البلاغۃ کو شریف رضی کے بھائی شریف مرتضیٰ کی تالیف بتایا گیا ہے جو مذہب شیعہ کا ایک فاضل مصنف تھا۔ اس مذہب کے اصول وفروع میں اس کی متعدد تالیفات ہیں۔ ابن جوزی نے اس کی کتابوں اور نہج البلاغۃ سے وہ سب باتیں جو اس نے اکابر صحابہ اور امہات المومنین کے سب وشتم میں درج کی ہیں چن چن کر یکجا کر دی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ زمانہ مابعد کا الحاقی ہے۔

بعض قدیم تصانیف البیان والتبیین (الجاحظ متوفی ۲۵۵ھ) والکامل (المبرد المتوفی ۲۸۵ھ) والعِقد الفرید (ابن عبدربہ متوفی ۳۲۸ھ) نیز تاریخ والامم والملوک (ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ) وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کلام، خطبے اور مراسلے درج ہیں جن کی زبان سادہ، اُسلوب بیان بے تکلف ہے۔ ان میں سے بعض کو صاحب ''نہج البلاغۃ'' نے بھی اپنے مجموعہ میں شامل کرلیا ہے۔ صرف انہیں کے مقابلے سے اصلی اور وضعی کلام کا امتیاز بآسانی ہوسکتا ہے۔ ایک مثال اس کی ملاحظہ ہو۔ صاحب ''نہج البلاغۃ'' نے متعدد مقولے اور خطبے اپنے مجموعہ میں اس امر کے ثبوت میں بھی شامل کیے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی براءت کا اظہار بار بار فرمایا تھا مثلاً خطبہ (نمبر ۲۹ ص ۱۷ جزء اول) جس کی شرح میں اسی صفحہ پر اس امر واقعہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ اپنے دونوں فرزندوں حضرات حسن، حسین رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے (جو علاوہ امیر المومنین ہونے کے رشتہ میں ان صاحبزادوں کے خالو بھی ہوتے تھے۔) متعین فرمایا تھا اور خود بھی ایام محاصرہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے رہے، بلوائیوں کی شکایات بھی ان تک پہنچائیں چنانچہ خطبہ کو، جو دوسری کتابوں میں درج ہے، صاحب نہج نے بھی نقل کیا ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس طرح مخاطب کیا تھا کہ:

> ''لوگ میرے پیچھے ہیں اور انہوں نے آپ کے بارے میں مجھ سے بات چیت کی ہے۔ خدا کی قسم میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ سے کیا کہوں، میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا جسے آپ نہ جانتے ہوں، اور نہ میں آپ کی کسی ایسے امر پر رہنمائی کرسکتا ہوں جو آپ کو معلوم نہ ہو، میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی ایسی بات میں آپ پر سبقت نہیں کی جس سے آپ خبردار نہ ہوں۔ میں کسی ایسی بات میں آپ سے علیحدہ نہیں رہا جو آپ تک نہ پہنچی ہو اور نہ میں آپ کے مقابلہ میں کسی بات میں خصوصیت رکھتا ہوں۔ آپ نے بھی وہ ہی دیکھا ہے، وہ ہی سنا ہے، ویسی ہی صحبت رسول اللہ ﷺ کی اٹھائی ہے جو ہم نے اٹھائی ہے، آپ کو ان کی دامادی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) عمل حق میں آپ سے اولیٰ نہیں تھے اور نہ ابن الخطاب (عمر رضی اللہ عنہ) کسی امر خیر میں آپ سے بڑھ کر تھے۔ آپ رشتہ میں رسول اللہ ﷺ سے بہ نسبت ان کے زیادہ قریب ہیں اور آپ کو رسول اللہ ﷺ کی خویشی کا وہ شرف حاصل ہے جو ان حضرات کو نہیں تھا اور نہ وہ کسی بات میں آپ پر سبقت لے گئے"۔ ①

یہ امر واقعہ ہے اور تمام معتبر کتب تاریخ اس بارے میں متفق اللفظ ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی حفاظت یا بلوائیوں کی تادیب کی غرض سے فوجی قوت استعمال کرنا پسند نہیں کرتے تھے، اِفہام و تفہیم سے ہی کام لینا چاہتے تھے۔ انہوں نے صحابہ اور صحابہ کی اولاد سے بار بار کہا کہ میں جوارِ رسول اللہ ﷺ میں خون ریزی کرانا نہیں چاہتا۔ مفسدین نے ان کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اصحاب ہمہ وقت

---

① انّ الناس ورائی وقد کلّمونی فیک، واللہ ما ادری ما اقول لک، وما أعرف شیئاً تجھه ولا ادلک علی امر لا تعرفه انک لتعلم ما نعلم ما سبقناک الی شیء فنخبرک عنه ولا خلونا بشیء فنبلّغکه وما خصصنا بامر دونک وقد رایتَ وسمعتَ وصحبتَ رسولَ اللہ ﷺ ونلت صھرہ وما ابن ابی قُحافه باولی بعمل الحق منک ولا ابن الخطاب باولی بشیء من الخیر منک وانک اقرب الی رسول اللہ ﷺ رَحِما ولقد نلت من صھر رسول اللہ ﷺ ما لم ینالا ولا سبقاک الی شیء (طبری ج ۵ ص ۹۶، ونھج البلاغة خطبه نمبر ۱۴۸، ص ۳ جزء ۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دروازہ پر حفاظت کے لیے موجود رہے، مگر جو ہونا تھا ہوا۔ بلوائیوں میں کچھ لوگ موقع پا کر مکان کی پشت سے اندر داخل ہو گئے اور آپ کو مظلومانہ قتل کر دیا۔ اس روز حضرت علی رضی اللہ عنہ شہر سے باہر اپنی املاک پر گئے ہوئے تھے۔ جب ان کو قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی اطلاع ملی تو بہت متاسف تھے۔ ان کے ربیب ① محمد بن ابی بکر چوں کہ اقدام قتل میں پیش پیش تھے، بعض لوگوں کو شبہات پیدا ہوئے اس لیے بار بار اپنی براءت کا اظہار کرتے اور کہتے:

اللھم انی ابرَأُ الیک من دم عثمانَ ②

لوگ جب بیعت خلافت کے لیے آئے، آپ نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ عثمان قتل ہوں انکا لاشہ بے گور و کفن پڑا ہوا ہو اور میں اپنی خلافت کی بیعت لوں۔ ③

جب عثمان رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوگئی اور لوگ بیعت پر اصرار کرتے رہے آپ نے مجبوراً بیعت لی۔ ان حقائق کے خلاف صاحب ''نہج البلاغۃ'' نے ایک خطبہ میں ایسے الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیے ہیں جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

---

① محمد بن ابی بکر بہت خرد سال تھے کہ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس بیوہ حضرت ابوبکر سے حضرت علی نے نکاح کر لیا تھا اور اس طرح وہ حضرت علی کے گھر میں ان کی اولاد کی طرح پرورش پاتے رہے حضرت علی کو ان سے موانست تھی۔ صاحب نہج البلاغۃ نے یہ قول نقل کیا ہے کہ ''کان الیَّ حبیباً و کان لی ربیباً'' (خطبہ نمبر ۶۵ صفحہ ۱۳ جزو اول) شرحِ نہج میں یہ قول بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان کیا گیا ہے کہ محمد (بن ابی بکر) میرا بیٹا ہے، ابوبکر کے نسب سے۔

② شارح نہج، ابن ابی الحدید نے صفحہ ۳۹ سطر ۴ ج ۱ پر لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال اس بارے میں کثیر ہیں کہ انہوں نے قتل کرایا، نہ قتل کرانے کا خیال کیا۔ وہ خونِ عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی براءت کا ہمیشہ اظہار کرتے رہے۔

③ جنگ جمل کے موقع پر اپنی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے تھے: ''واللہ انی لأستَحیِیْ من اللہ ان أبایع قومًا قتلوا رجلاً قال له رسولُ اللہ (ﷺ): ألا أستَحیِی ممّن تستحی منه الملائکۃُ وانی لأستحی من اللہ ان ابایع وعثمان قتیل علی الارض لم یدفن بعد فانصرفوا، فلما دُفِنَ رجع الناس یسألونی البیعۃ''۔ (صفحہ ۹۳، البدایۃ والنہایۃ الجزء السابع)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قتل اور اپنی بیعت خلافت پر مسرت وابتہاج کا اظہار ہوتا ہے۔

شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ

''**هذه خطبة خطب بها بعد قَتلِ عثمانَ حين افضت الخلافة اليه**''

یعنی قتل عثمان کے بعد جب خلافت ان (علی رضی اللہ عنہ) کو ملی تو یہ خطبہ کہا:

''**قد طلع طالع، ولمع لامع، ولاح لائح واعتدل مآئل، واستبدل الله بقوم قوماًو وبيوم يوماً، وانتظرنا الغير انتظار المجدب المطر۔ وانما الائمة قوام الله علٰى خلقه وعرفاؤه علٰى عباده ولا يدخل الجنة اِلاَّ من عرفهم وعرفوه، ولا يدخل النار اِلاَّ من انكرهم وانكروه**''①

''طلوع ہونے والا (یعنی آفتابِ خلافت) طلوع ہوا۔ (حق کی) چمکنے والی بجلیاں چمکیں، ظاہر ہونے والی (خلافت بالنص) ظاہر ہوگئی۔ منحرف شدہ (دین) راست ہوگیا۔ اورخدا نے ایک قوم (عثمان اوران کی قوم) کودوسری قوم (بنی ہاشم) کے ساتھ اور ایام (شقاوت) کو ایام (سعادت) کے ساتھ تبدیل کر دیا۔ ہم اس غارت گری (غیر) کا انتظار اس طرح کر رہے تھے جس طرح قحط سالی میں بارانِ رحمت کا انتظار ہوتا ہے۔ خوب جان لو کہ ائمہ خدا کی خلقت کے لیے قائم مقام ہیں بندوں پر اور اس کی طرف سے کارفرما ہیں۔ وہ ہی شخص جنت میں داخل ہوگا جو ان کی حقیقت سے واقف ہے اور وہ ہی شخص (دوزخ کی) آگ میں پڑے گا جو ان کا انکار کرے، اور وہ بھی اس سے انجان ہوں، وہ بھی اسے پہچانتے

① خطبہ نمبر ۱۴۸، صفحہ ۵۴ جزء ۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں''۔

ابن ابی الحدید، شارح نہج البلاغۃ، معتزلی تفضیلی ہے اس کو ان الفاظ کی شرح کرتے ہوئے بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑا کہ ''قتل عثمان (غیر) کا اس طرح انتظار کیا جارہا تھا جیسے ایام قحط سالی میں باران رحمت کا ہوتا ہے''۔لکھا ہے کہ یہ عقیدہ تو صرف شیعہ فریق کا ہے۔

''انه علیہ السلام کان ینظر قتل عثمان انتظار المجدب المطر وهل هذا الا محض مذهب الشيعة ''۔①

شیعی عقائد کو کس طرح اس مجموعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا گیا ہے، خطبہ شقشقیہ کے ذیل کے فقرے سے بھی مزید وضاحت ہوتی ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

''اِلٰی اَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ نَافِجاً حِضْنَیْهِ بین فَثِیلِهِ و مُعْتَلَفِهِ و قام معه بنو ابيه يخضمون مال الله خِضمة الابل نِبتَةَ الربيع الٰی ان انتكث عطيه فتله وأجهز عليه عمله و كَبَتْ به بِطنته فما راعنى الا والناسُ كعُرف الضَّبعِ الَيَّ ينثالون عَلَيَّ من كل جانب حتّٰى لقد وُطِئَ الْحَسَنانِ وشُقَّ عِطفانى مجتمعين حَولى كَرَبِيْضَةِ الغنم... ''۔②

حاشا جنابہ! کیوں کر ممکن ہے کہ ایسے واہی الفاظ ان حضرات کی زبان سے ادا ہوں جن کی شان کلام پاک میں ہے:

① شرح ابن ابی الحدید صفحہ ۴۹۲ سطر ۲۳ ج ۱ مطبوعہ ایران ۱۲۷۱ھ اور ایک دوسرے موقع صفحہ ۳۹ جلد ۱ سطر ۴ پر ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کثرت سے اس کا اظہار کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے نہ ان کا کوئی تعلق تھا اور نہ اس کی خواہش۔

②صفحہ ۳ جزء اول۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا‘‘۔①

حضرت علی رضی اللہ عنہ تو اپنے اس مقتول بھائی کے متعلق یہ فرمایا کرتے تھے:

’’كان عثمانُ خيرَنا واوصلَنا للرَّحِم واشدَّنا حياء واحسننا طهوروا تقانا للرب عزوجل‘‘۔②

’’یعنی عثمان تو ہم میں سے زیادہ نیک، زیادہ صلہ رحمی کرنے والے، زیادہ صاحب حیا اور پاک طینت، خداوند تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے تھے‘‘۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو مدینہ میں اس وقت موجود تھے، یہ گمان واندیشہ ہرگز نہ تھا کہ مفسدین خلیفۃ المسلمین کا قتل ہی چاہتے ہیں خاص کر ماہ ذی الحجہ کے ایام تشریق میں۔ ان کا مطالبہ تو یہ تھا کہ مروان رضی اللہ عنہ کو حوالہ کر دیں یا خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ ورنہ اگر یہ شبہ بھی ہوتا کہ یہ لوگ قتل کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو حفاظتی تدابیر کو، باوجود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ممانعت کے، اور زیادہ موثر بنایا جا سکتا تھا۔ یوروپین مستشرقین کو نہج البلاغۃ جیسی وضعی تحریرات کی بنا پر کہنے کا موقع ملا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس قتل (عثمان) کو روکنے کی چوں کہ کوئی تدبیر نہ کی یہ ان کے دامن کردار پر دھبا ہے ③ اور اسی بنا پر ایسے سوئے ظن کی جراٴت کی گئی کہ

’’علی کو خلافت وحکومت کے حصول کی بڑی آرزو تھی ان کے طرز عمل

---

① آل عمران ۳:۱۰۳۔

② البدایۃ والنہایۃ: صفحہ ۱۹۴، ج ۷۔

③ مقالہ دی خوبہ: انسائیکلوپیڈیا: جلد ۱ صفحہ ۶۵۹۔

The fact that he (Ali) took no steps to prevent this murder is perhaps, the only real blot upon his character.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے محرکات للّٰہیت پر مبنی نہ تھے اور اگر ان کی شہادت کا سانحہ پیش نہ آ جاتا تو تاریخ میں ان کی ہستی غیر معروف سی ہوتی''۔ ①

مگر صاحب نہج البلاغۃ نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ایک جداگانہ خطبہ (نمبر ۲۲۴ صفحہ ۲۴۹ جزو ۲) بھی ایسے الفاظ کے ساتھ وضع کر ڈالا ہے جس کی شرح اور تنقید کرنے میں بھی تہذیب مانع آتی ہے۔

مؤلفین نہج البلاغۃ اور زمانہ تالیف:

چوتھی صدی ہجری کا زمانہ، مسلمانوں کی پوری تاریخ میں، مذہب اسلام کے لیے سخت ابتلا کا زمانہ تھا۔ طرح طرح کے بدعات و محدثات کا ظہور ہو رہا تھا۔ قرامطہ و اسماعیلیہ وغیرہ کو ایسا فروغ ہوا اور ایسی قوت حاصل ہوئی تھی کہ ان کے لوٹ مار اور قتل عام کے خوف سے کئی کئی سال تک حج کی ادائیگی کے لیے حاجی نہ جا سکتے تھے۔ مرکزی حکومت کو اس قدر ضعف ہو گیا تھا کہ عباسی خلیفہ اپنے وزراء و امیر الامراء کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ اسی زمانہ میں بنی بویہ کو، جو تاریخ میں دیالمہ کے نام سے مشہور ہیں، خلیفہ عباسی نے اپنے ترکی امراء سے گلو خلاصی حاصل کرنے کے لیے امیر الامرائی پر فائز کیا مگر جلد ہی انہوں نے ایسا تسلط حاصل کر لیا کہ جس خلیفہ کو چاہتے تخت سے اتار دیتے اور جسے چاہتے بٹھا دیتے۔ یہ لوگ عقیدتاً غالی شیعہ تھے۔ بویہ جس سے یہ خاندان مشہور ہوا، بہرام گور ایران کے قدیم بادشاہ کی نسل سے تھا اور بوجہ غربت کے مچھلی کی تجارت سے اپنی گزر اوقات کرتا تھا۔ اس کے تین بیٹے علی، حسن اور احمد تھے۔

① It is maintained on the other hand, that his motives were through out those of ambition rather than piety & that, apart from the tragedy of his death, he would have been an insignificant figure in history.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمانہ نے ایسا پلٹا کھایا کہ ان تینوں بھائیوں کو ایران کے بعض حصوں پر حاکمانہ اقتدار حاصل ہو گیا۔

۳۳۴ھ میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا خلیفہ عباسی المستکفی باللہ ابوالقاسم عبداللہ نے ان کوترکی امراء کی روک تھام کرنے کے لیے امیر الامرائی پر فائز کیا۔ علی کو عماد الدولہ، حسن کو رکن الدولہ اور احمد کو معز الدولہ کے خطابات عطا کیے۔ معز الدولہ نے جلد ہی خلیفہ المستکفی کو تخت سے اتار دیا اور المقتدر باللہ کے بیٹے ابی القاسم الفضل کو تخت پر بٹھایا جس کا لقب المطیع للہ تھا۔ معز الدولہ اپنے شیعی عقائد کی بنا پر بنی عباس کو علویین کے مقابلہ میں مستحق خلافت نہ سمجھتا تھا۔ اس لیے اس کا ارادہ تھا کسی علوی کو خلیفہ بنائے اور خلافت کو بنی عباس کے بجائے علویین کے سپرد کرے۔ مگر اس کے مشیروں نے سمجھایا کہ تم اور تمہارے ساتھی بنی عباس کو مستحق خلافت نہیں سمجھتے، اس لیے تم عباسی خلیفہ کو تخت سے اتار سکتے ہو اور اس کام میں تمہارے فوجی، کہ وہ بھی تمہارے ہم عقیدہ ہیں، تمہارا ساتھ دیں گے لیکن جب کسی علوی کو بر بنا اپنے عقائد کے صحیح الامارۃ جانتے ہوں گے، بہت ممکن ہے کہ تمہارا ساتھ نہ دیں اور تم مشکلات میں مبتلا ہو جاؤ! یہ بات اس کے ذہن نشین ہو گئی اور اپنے ارادہ سے باز رہا ورنہ شیعہ خلافت کی اسی زمانہ میں بنیاد پڑ گئی تھی۔ بویہ خاندان کا حاکمانہ اقتدار تقریباً سوا سو برس کا تھا اور اس مدت میں گو خلافت نام کے لحاظ سے شیعہ نہ تھی لیکن اثر و اقتدار اسی فریق کو حاصل تھا اور صرف بغداد و عراق تمام ممالک اسلامی میں یہی حال تھا۔

اس صدی کے وسط میں جو کیفیت تھی اس کا اندازہ ابن کثیر کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے:

”وقد امتلأت البلادُ رفضاً وسَبّاً للصحابة من بنی بُوَیه وبنی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حَمدان ① والفاطمیین وکُلّ ملوک البلاد مصراً وشاماً وعراقاً وخُراسان وغیر ذالک من البلاد کانوا رفضاً وکذٰلک الحجاز وغیرہ غالبٍ بلاد المغرب فکثر السبّ والتکفیر منھم للصحابۃ''۔②

''بنی بویہ وبنی حمدان وفاطمیین کے (حاکمانہ اقتدار کی وجہ سے) تمام ممالک (اسلامی) میں رفض اور صحابہ پر سبّ وشتم عام ہوگیا تھا۔ مصروشام وعراق وخراسان وغیرہ کے بادشاہ سب اسی عقیدے کے تھے اور اسی طرح حجاز اور اکثر بلاد مغرب (مراکش وغیرہ) میں صحابہ کی تکفیر اور ان پر سبّ وشتم ان کے غلبہ وتسلط کی بنا پر عام تھا''۔

اس زمانہ کے لوگوں کا عام مشغلہ یہی مناظرے اور مشاجرات تھے۔ موقع شناس عجیب عجیب دعوے کر بیٹھتے۔ ایک شخص ''الشیخ''③ نامی نے جسے ابوالدنیا کہنے لگے تھے ۳۲۷ھ میں یہ دعویٰ کیا کہ میری ولادت خلیفہ اول کے عہد میں ہوئی تھی اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ان سے حدیثیں سنی تھیں۔ چنانچہ اس نے ان حدیثوں کو ایک کتاب میں مدوّن کر ڈالا۔ ان خرافات کو عوام نے باور کرلیا۔ خال خال لوگ اس زمانہ میں ایسے تھے جو عام فضا سے متاثر نہ تھے۔ فرقہ وارانہ جذبات کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ آئے دن جھگڑے اور فساد ہوتے رہتے جن کے حالات تاریخ کے اوراق پر جابجا آپ کو ملیں گے۔ نوبت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ مخالف فرقہ کے کسی ممدوح کے نام پر کسی کا نام ہوتا تو محض اس نام ہی کی وجہ سے بغض پیدا ہوجاتا۔ اس کا ایک لطیفہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ

① بنی حمدان کی حکومت موصل وتکریت وغیرہ میں تھی یہ لوگ بھی عقیدتاً شیعہ تھے۔ ناصر الدولہ وسیف الدولہ ابنائے امیر حمدان خلیفہ المتقی للہ (۳۲۹ھ) کو ترکی امیر طوزون کے چنگل سے نکالنے کے لیے بغداد آئے مگر ناکام واپس ہونا پڑا۔

②③ البدایۃ والنھایۃ ابن کثیر ص ۲۲۳ ج ۱۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امیر طبرستان و دیلم، جہاں سے بنی بویہ کا نکاس ہوا تھا، محمد بن زید العلوی تھے۔ ان کے سامنے دو شخص اپنا کوئی مقدمہ فیصلہ کی غرض سے لے کر آئے، ایک کا نام معاویہ تھا اور دوسرے کا علی۔ امیر موصوف نے فریقین کے نام سنتے ہی کہا: اس مقدمہ کا فیصلہ تو تم دونوں کے ناموں ہی سے ہو گیا۔ جس کا نام معاویہ تھا اس شخص نے عرض کیا کہ امیر کو میرے نام سے دھوکا نہ ہو۔ میرے باپ نے جو ''کبار شیعہ'' میں سے تھا میرا یہ نام بر بنائے ''مدارۃ'' (تقیہ) اس وجہ سے رکھا تھا کہ ہمارے علاقہ میں سُنّیوں کو غلبہ حاصل تھا اور میرے مخالف کا باپ ''کبار نواصب'' سے ہے اس نے بھی ان ہی وجوہ سے بیٹے کا نام علی رکھا تھا۔ جب عام فضا یہ تھی۔ اس کا اثر ادب پر بھی پڑا۔ نہج البلاغۃ اسی زمانہ (چوتھی صدی) کی تالیف ہے۔ اس کا مؤلف صحیح طور سے متعین نہیں۔ شریف الرضی ① کا نام اس کے مولف یا جامع کی حیثیت سے عام طور سے مشہور ہے اور کتاب پر بھی یہی نام درج ہے مگر اس کے بڑے بھائی شریف المرتضیٰ کو بھی اس کا مولف بتایا جاتا ہے ابن خلکان صاحب فوات الوفیات (جس کا نام وفیات الاعیان بھی ہے) شریف المرتضیٰ کے حالات میں لکھتا ہے کہ

① شریف الرضی (المتوفی ۴۰۶ھ) چھوٹا اور شریف المرتضیٰ (المتوفی ۴۳۶ھ) بڑا بھائی تھا۔ یہ دونوں بھائی فضائل علمی سے بہرہ وافر رکھتے تھے۔ سلسلہ نسب یہ ہے: محمد (الرضی) وعلی (المرتضیٰ) ابنائے احمد الحسین بن موسیٰ بن محمد موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ الکاظم۔ ان دونوں کی والدہ فاطمہ بنت الحسین بن الحسن الناصر صاحب دیلم بن علی بن حسن بن عمر بن علی زین العابدین تھیں۔ مؤلفین نہج البلاغۃ کے جد مادری، الحسن الناصر (المتوفی ۲۰۴ھ) وہ صاحب دیلم ہیں جن کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک پیش گوئی منسوب کی گئی ہے کہ طبرستان (دیلم) میں ان صاحب کا ظہور ہوگا۔ ابن ابی الحدید نے بزمرہ ''اخبار غیب'' اس کو شامل کیا ہے۔ اس کا تذکرہ آگے آتا ہے۔ شریف المرتضیٰ اپنے عقیدہ میں ایسا غلو رکھتا تھا کہ اس کی تصانیف سے ابن جوزی نے وہ سب قبیح باتیں جو کبار صحابہ کی تکفیر اور ان کے سب وشتم کے بارے میں اس نے لکھی ہیں، یکجا کی ہیں۔ چھوٹا بھائی شریف الرضی بڑا ادیب اور قادر الکلام شاعر تھا۔ ۱۴ سال کی عمر سے شعر کہنے لگا۔ ہر صنف شعر میں اس کا کلام ہے۔ کہتے ہیں قوم قریش میں اس کے زمانہ تک ایسا شاعر پیدا نہیں ہوا۔ سینتالیس سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ علمِ کلام، ادب اور شعر کا امام تھا۔ شیعہ مذہب پر اس کی متعدد تصانیف ہیں اور ایک ضخیم دیوان بھی اس کا ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ

”وقد اختلف الناس فی کتاب نہج البلاغۃ المجموع من کلام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ هل هو جَمَعَه ام جَمْعُ اخیه الرضی وقد قیل انه لیس من کلام علی رضی اللہ عنہ وانما الذی جمعه ونسبه الیه هو الذی وضعه“۔ ①

”لوگوں کو نہج البلاغۃ مجموعہ کلام علی بن ابی طالب کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا اس نے جمع کیا یا اس کے بھائی شریف الرضی نے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کا کلام نہیں ہے بلکہ یہی شریف المرتضیٰ ہے جس نے اس کو جمع کیا اور ان سے منسوب کر دیا اور اس نے اس کو وضع کیا تھا“۔

نیز کشف الظنون، البدایۃ والنہایۃ وغیرہ میں نہج البلاغۃ کی تالیف شریف المرتضیٰ ہی سے منسوب کی گئی ہے، دوسرے محققین کی رائے ہے کہ یہ مجموعہ کسی ایک یا دو اشخاص کی موضوعات سے نہیں بلکہ فصحائے شیعہ کے مقالات اور ان کے عقائد کا مجموعہ ہے۔ ②

بہر حال منجملہ اور جدتوں کے یہ کتاب بھی ایک ایسے دور کی یادگار ہے، جب بغداد میں بنی بویہ کا، جو شیعیت میں غلو رکھتے تھے، طوطی اور عشرہ بولتا تھا اور انہوں نے اپنے عہد امیر الامرائی میں جو ۳۳۴ھ سے تقریباً ۴۴۶ھ تک (ایک صدی سے زائد) رہا اپنے فرقہ کے مراسم ومعتقدات کی ترویج واشاعت کے سلسلہ میں خاص

① فوات الوفیات صفحہ ۴۲۳۔
② الاسلام الصحیح النشاشیبی صفحہ ۳۳۲۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ایجادات کیں اور یہ امور انجام دیئے:

(۱) معز الدولہ احمد بن بویہ کے حکم سے ماتم حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی ابتدا ۱۰ محرم ۳۵۲ھ سے کی گئی اس سے قبل یہ رسمِ ماتم کسی اسلامی ملک میں نہ تھی۔ چنانچہ جسٹس امیر علی لکھتے ہیں کہ معز الدولہ شیعہ تھا اور اسی نے کربلا کے حادثہ قتل کی یادگار کے طور سے ۱۰ محرم کو ماتم کا دن مقرر کیا۔ ①

(۲) معز الدولہ نے ماتم کا یہ ضابطہ بنایا تھا:

(الف) بازار بند ہوں (ب) عورتیں ماتمی لباس (جو صوف کے موٹے کپڑے کا ہوتا تھا) پہنیں۔ (ج) بازاروں میں چہرے کھلے ہوئے منہ پیٹتی سینہ کوبی کرتی جائیں۔ (د) حسین بن علی بن ابی طالب کی شہادت پر بین کریں۔ ②

(۳) عید غدیر کے جشن کی بنیاد بھی اسی نے ڈالی۔ ③

(۴) فضائل صحابہ کو مساجد میں بھی بآواز بلند بیان کرنے کی ممانعت کر دی گئی اور دوسرے فرقہ کے نزدیک جو صحابہ مبغوض ہیں نام بہ نام ان پر لعن کرنے کی روک ٹوک نہ تھی۔ معز الدولہ ④ سے جب احتجاج کیا گیا اس نے روکنے کی

---

① Muiz-dowla He was a shia, and it was he who established the 10th day of the Moharram as a day of mourning in commemoration of the massacre of Karbela.
(p. 303 Short History of the Saracens. 1921)

②③ في عاشِر المحرَّم من هٰذه السَّنَة (۳۵۲ھ) امر مُعِزُّ الدولة بن بُوَيه أن تغلقَ الأسواق، وأن يلبسَ الناسُ المسوحَ من الشَّعر، وأن يخرجَ النساءُ حاسرات عن وُجوهِهِنّ، ناشرات شُعورهنّ في الأسواق، يَلطمن وُجوههن، ينحن على الحسين بن علي، ففعل ذلك، ولم يمكن اهلُ السُّنَّة منع ذٰلك لكثرة الشيعة وكون السلطان معهم۔ صفحہ ۲۴۳ ج ۱۲ البداية والنهاية، ابن كثير۔

④ معز الدولہ ۳۵۶ھ میں مر گیا۔ اس کو آکلہ (ذرب) کا مرض ہو گیا تھا۔ آخر وقت میں وہ اپنی حرکات سے حسب بیان صاحب ''البدایہ والنہایہ'' تائب ہوا۔ اور جب اس کو یہ علم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حبالہ عقد میں ام کلثوم بنت علی تھیں جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں وہ حیرت زدہ ہو کر کہتا تھا: ''ما سمعتُ واللّٰہ بھذا قطّ'' (بخدا میں نے یہ قطعاً نہیں سنا تھا)۔ اِس پر اُس نے اپنے عقیدہ سے توبہ کی (صفحہ ۲۴۲ ج ۱۱/ ۱۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی کارروائی نہ کی" ولما بلغ ذالک جمیعه مُعِزّ الدولة لم ینکره ولم یغیّره "① صاحب ظہر الاسلام (صفحہ ۵۴ ج۱) ۳۵۱ھ کے حوادث کے بیان میں لکھتے ہیں:

جب ان کتبات لعن کو مٹا دیا گیا تو معز الدولہ کا ارادہ تھا کہ پھر لکھوا دے لیکن وزیر ابومحمد المہلبی (المتوفی ۳۵۱ھ) نے سمجھایا اور بجائے نام بنام لعن کے "ظالمین" پر لعن کرنے کے الفاظ لکھوائے مگر پھر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لکھا جاتا تھا: وصرحوا بلعن معاویة"۔

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کے وجود کا تقریباً سوا تین سو برس تک کسی کو علم نہ تھا۔ عہد بنی بُویہ میں یہ قبر پہلی مرتبہ دریافت کی گئی۔ ابن خلکان نے ابوشجاع عضد الدولہ ② دَیلمی (خاندان بنی بویہ) کے حالات میں تصریح کی ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کو دریافت کیا اور رقم کثیر صَرف کر کے اس پر عمارت بنوائی اور اسی میں اپنی تدفین کے لیے بھی وصیت کی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"وللناس فی هذا القبر اختلاف کثیر حتّٰی قِیلَ انّه قبر المغیرة بن شعبة الثقفی فَاِنَّ عَلِیًّا لا یُعْرَفُ قَبْرُهٗ "۔

"لوگوں کا اس قبر کے بارے میں اختلافِ کثیر ہے۔ حتی کہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قبر مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ کی ہے کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر لاپتا ہے"۔

---

① البدایة والنهایة صفحه ۲۴۰ ج ۱۲۔

② عضد الدولہ بن رکن الدولہ حسن بن بُویہ المتوفی ۳۷۲ھ ۳۶۷ھ میں نے اپنے چچا کے بیٹے عز الدولہ بختیار کو قتل کر کے امیر الامرائی کا عہدہ حاصل کیا۔ اس کا اقتدار بغداد میں ایسا تھا کہ کسی کو مجال دَم زَدَن نہ تھی۔ اس کے زمانے میں وعظ و تقریر کی ممانعت اور صحابہ کے فضائل بیان کرنا در کناران کا ذکر بھی ممنوع تھا۔ ولا یسأل سائل باسم احد من الصحابة ص ۲۸۹ ج ۱۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیگر مؤرخین خاص کر خطیب بغدادی، جو اسی عہد بنی بویہ کا معتبر مؤرخ ہے اپنی تصنیف تاریخ بغداد میں حالات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ضمن میں لکھتا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما جب بعد صلح معاویہ رضی اللہ عنہ مع کثیر خزانہ کے مدینہ جانے لگے انہوں نے اپنے والد محترم کی میت کو بھی ایک صندوق میں رکھ کر اور اس میں بہت سا کافور ڈال کر ایک اونٹ پر رکھوایا تاکہ مدینہ لے جا کر دفن کریں۔ بلا دطئے میں اس دھوکے سے کہ اس میں بھی خزانہ ہے ڈاکو وہ اونٹ ہی رات میں کھول کر لے گئے پھر اس کا پتا نہ لگا۔ ابن ابی الحدید نے اس روایت کو غلط بتایا ہے اور لکھا ہے کہ

> ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کو ان کی قبر معلوم تھی اور ہر شخص کی اولاد اپنے آباء کی قبور سے واقف ہوا کرتی ہے بہ نسبت غیر لوگوں کے''۔ ①

دوسرے شیعہ مؤرخوں کو اس کا اعتراف ہے کہ ہارون الرشید کے زمانۂ خلافت (۱۷۰۔ ۱۹۳ھ) تک قبر علی رضی اللہ عنہ کا جو دشمنوں کے خوف سے مخفی رکھی گئی تھی، کسی کو پتہ نہیں تھا خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت سے اس کا پتہ چلا۔ چنانچہ صاحب عمدۃ الطالب نے بعنوان ''ابتداء بناء قبر علی رضی اللہ عنہ'' ایک حکایت بیان کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید ایک دن نواح کوفہ میں شکار کو نکلا، پرندوں اور ہرنوں کے شکار کرنے کے لیے باز اور شکاری کتے جب چھوڑے جاتے تو ریت کے ایک ٹیلے سے جہاں شکار موجود تھا واپس آ جاتے۔ ہر چند ان کو ادھر ہنکایا جاتا مگر وہ اس ٹیلے پر نہ جاتے خلیفہ اس عجیب واقعہ سے متحیر ہوا۔ تحقیق کرنے پر ''بعض شیوخ الکوفہ'' نے بتایا کہ یہ ''امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ'' کی قبر ہے۔ ہارون الرشید نے اس پر عمارت بنوائی۔ ساتھ ہی یہ بھی

① شرح ابن ابی الحدید ص ۴ جلد ۱۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لکھا ہے کہ

''عضد الدولہ دیلمی نے بہت روپیہ صَرف کر کے اس پر عمارت عظیم بنوائی اور اوقاف مقرر کیے''۔ ①

انسائیکلو پیڈیا کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ

کوفہ کے قریب مشہد علی کی عمدہ عمارت بعد میں بنائی گئی لیکن ان کی قبر جہاں وہ دفن ہیں، لا پتا ہے۔ ②

(۵) قبر علی رضی اللہ عنہ کی طرح کلام علی رضی اللہ عنہ کی بھی ''دریافت'' اسی دور بنی بویہ میں ہوئی۔ نہج البلاغۃ میں اندرونی شہادتیں اس امر کی صاف غمازی کر رہی ہیں کہ اس کے واضعین عجمی اثرات سے متاثر تھے اور جارحانہ فرقہ پرستی، جس کا اس زمانہ میں غلبہ تھا، کی نمائندگی کرتے ہیں۔

زبان:

''نہج البلاغۃ'' کی عربی باوجود فصاحت کے بناوٹی ہے، اس میں متعدد

① قبر کو مخفی رکھنے کا خوف شیعہ مورخوں کے نزدیک بنی امیہ سے تھا مگر ۱۳۲ھ میں جب ان کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا تو پھر کس سے خوف تھا جو کہ نصف صدی سے زائد تک اسے مخفی رکھا گیا؟ اس روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید رات کو اس مقام پر خیمہ زن ہوا، رات بھر نمازیں پڑھتا اور گریہ و بکا کرتا رہا۔ علی بن عیسیٰ ہاشمی بھی ساتھ تھے، صبح کو انہیں جگایا اور کہا کہ اپنے ''ابن عم'' کی قبر کے پاس نماز پڑھو اور بتایا کہ یہ امیر المومنین علی کی قبر ہے۔ پھر صاحب قبر سے مخاطب ہو کر کہا اے ابن عم! خدا کی قسم میں آپ کے حق کو جانتا ہوں، آپ کی فضیلت سے انکار نہیں کرتا لیکن آپ کی اولاد میرے اوپر خروج کرتی، مجھے قتل کر کے میرا ملک چھیننا چاہتی ہے۔

''واللہ یا ابن عم انی لاعرف حقک ولا انکر فضلک ولکن ولدک لیخرجون ویقصدون قتلی وسلب ملکی''۔ (ص ۴۴ عمدۃ الطالب)

اس قسم کی نامستند روایات سے قبر کے دریافت کرنے کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

② A splendid mosque called masid Ali was afterwards erected near the city (of Kufa), but the place of his burial is unknown (p 659 vol.1 Ency Br itanica, XI Edition).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے الفاظ اور علم کلام کی ایسی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں جو صاف بتلاتی ہیں کہ یہ صدر اول کا کلام نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ ذیل کے چند الفاظ جو ''کلام العرب'' (اصل عربی زبان) یعنی جاہلیہ اور عصر الاول وثانی کی عربی زبان کے الفاظ نہیں بلکہ تیسری چوتھی صدی ہجری میں مستعمل ہوئے اور لغت میں ''مُوَلَّدَة'' کہلاتے ہیں، ''نہج البلاغۃ'' کے مختلف خطبات سے اخذ کر کے مثالاً پیش کیے جاتے ہیں جو سب سے قوی دلیل اس کلام کے مصنوعی ہونے کی ہے۔

(۱) ہمامۃ:

یہ لفظ نہج البلاغۃ کے پہلے ہی خطبہ میں جس کا عنوان ہے کہ آسمان وزمین وآدم کے تخلیق کی ابتدا کیسے ہوئی، (ص ۹ سطر ۵) کسی کام کے اہتمام کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ اصل عربی کا لفظ نہیں، مُوَلَّدَة ہے۔ خود ابن ابی الحدید نے اپنی شرح (ص ۷ سطر ۱۴) میں لکھا ہے کہ یہ اصطلاحی لفظ ہے، عربی لغت اس سے ناآشنا ہے۔

''وهی لفظة اصطلحوا علیها واللغة العربیة ما عرفنا فیها استعمال الهمامة بمعنی الهمة والذی عرفناه الهمة بالکسر والفتح والمهمة وتقول لاهمام لی بهذا لامر مبنی علی الکسر کقطام ولکنها لفظة اِصطلاحیة مشهورة عند اهلها... ''۔

ابن ابی الحدید اس لفظ کو اصل عربی کا نہیں سمجھتا مگر پھر بھی اس کلام کو کلام علی رضی اللہ عنہ قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے: (ص ۱۶ سطر ۳۸)

کہ اس جملہ میں جہاں یہ لفظ آیا ہے یعنی (ولا همامة نفس اضطرب فیها) عقیدہ مجوس وثنویہ کا رد ہے اور یہ دلیل ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی کہ ''میں متقدمین ومتاخرین کے آرا کو جانتا ہوں اور جتنے علوم (دنیا کے ہیں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب کا علم رکھتا ہوں''۔ ①

(۲) کیفیۃ:

یہ لفظ نہج البلاغۃ کے مختلف خطبات (ص ۱۴۶ سطر ۲،ص ۱۶۱ سطر ۱۹ اور دوسرے خطب) میں متعدد بار آیا ہے۔عربی لغت میں اس کو مُوَلَّدَۃ کہا گیا ہے۔ القاموس المحیط میں ہے:

''وقول المتكلمين: كَيَّفْتُهُ فتَكَيَّفَ: قياس لا سَمَاعَ فيه ''۔

صاحب ''لسان العرب'' نے بھی اس کو مُوَلَّد کہا ہے:

''واما قولهم: كَيَّفَ الشيءَ فكلام مُوَلَّد ''۔

(۳) ازلیہ:

خطبہ نمبر ص ۵۳ سطر ۱۳ اور دوسرے مقامات پر ''اَزَلیۃ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن کلام العرب میں اس کا استعمال ثابت نہیں۔ زمخشری نے ''اساس البلاغۃ'' میں تشریح کی ہے:

کہ (اَزَلی) اور (اَزَلیۃ) مصنوعی ہے اور کلامِ عرب میں نہیں پایا جاتا

وقولهم: كان في (الأزَل) قادراً عالماً وعلمه (اَزَلِي) وله (اَزَلية) مصنوع وليس من كلام العرب ''۔

صاحب ''شفاء الغَليل في كلام العرب من الدّخيل '' اس لفظ کے بارے میں لکھتا ہے کہ

ابن الجوزی والازہری کا قول ہے کہ:

''(الأزَلي) خطأ لا اصل له في كلام العرب نيز (اَزَلي)

---

① ابن ابی الحدید کے الفاظ یہ ہیں: وهذا يَدُلُّ على صحة ما يقال أنّ امير المومنين علیہ السلام كان يعرف آراء المتقدمين والمتأخرين ويعلم العلوم كلها وليس ذلك ببعيد من فضائله ومناقبه علیہ السلام۔ (ج۱ص۸۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

و(الأزَل)و(ازلية) کلّه خطألا اَصْلَ له فی کلام العرب ''۔

(۴) تلاش و تلاشت :

تلاش فارسی زبان کا لفظ ہے، کلام العرب میں نہیں پایا جاتا اس سے (تلاشی) اور (تلاشت) کی تصریف صحیح نہیں ہوسکتی یہ لفظ خطبہ ۱۷۷ ص ۱۲۷ جزء دوم میں استعمال ہوا ہے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ

''تلاشی الشیء بمعنی اضمحل استعمال کیا جاتا تھا مگر اہل لغت نے اس کا تذکرہ نہیں کیا حقیقتاً یہ لفظ مُوَلّد ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ادا ہونا قیاس میں نہیں آ سکتا''۔

(۵) کیف اور این :

یہ الفاظ اور طریقہ عددیہ کی اصطلاحیں مثلاً:

''الاستِغفار علٰی ستّة معان، الایمان علٰی اربع دعائم ''۔

صدر اول میں مستعمل نہ تھے۔ علوم یونانی کے عربی زبان میں ابتدائے عہد عباسی میں منتقل ہونے کے بعد تیسری صدی ہجری سے استعمال ہوئے۔ یہ اصطلاحیں نہج البلاغۃ کے مختلف خطبوں میں استعمال ہوئی ہیں جن کی تفصیلات بخوف طوالت نظر انداز کرتا ہوں۔

مندرجہ بالا معرب اور اصطلاحی الفاظ کی ان چند مثالوں کے علاوہ مختلف لفظی صنائع خطبات میں بہ کثرت موجود ہیں۔ اول تو اس قسم کی صنعت لفظی عصر جاہلی اور صدر الاسلام کی زبان میں نہیں پائی جاتی، دوسرے یہ کہ خطبات اور تقریروں کی زبان میں اس کی موجودگی قطعی دلیل اس بات کی ہے کہ یہ خطبے تقریری نہیں بلکہ تحریری ہیں جو فصحائے شیعہ نے بعد میں ادبی قابلیت کے جوہر دکھانے اور اپنے مخصوص عقائد کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ادا کرانے کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لکھے ہیں۔ جو شخص بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت سے واقف ہے وہ یہ کیوں کر باور کر سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی ادبی قابلیت کے اظہار کے لیے چوتھی صدی ہجری کی زبان اور طریقہ نگارش کو اختیار کیا ہوگا اور مور (الطاؤوس) چیونٹی (النملة) اور ٹڈی (الجرادة) پر ایسے مقالے ارشاد فرمائے ہوں گے جیسے اب سے ربع صدی پیشتر اردو میں ہمارے خواجہ حسن نظامی لکھا کرتے تھے۔

اسی نہج البلاغۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض خطبات، جو دوسری کتب میں بھی موجود ہیں، نقل ہیں نیز ان کے بعض مراسلات بھی ہیں۔ ان کی زبان اور خطبات کی زبان میں بین فرق صاف دلیل اس امر کی ہے کہ جہاں سادہ زبان استعمال ہوئی ہے وہ ان کے عہد کی زبان ہے یا ہو سکتی ہے۔ زبان اور عبارت آرائی کے علاوہ اصلی چیز مضمون اور بیانات ہیں جو صحیح اور غلط کا اصل معیار ہو سکتے ہیں۔ اب اس معیار سے بھی جانچ لینا مناسب ہے۔

ذاتی اور خاندانی حالات کا بیان:

(۱) جزء دوم میں ایک طویل خطبہ ہے جو ۲۴ صفحات پر آیا ہے اس کا نام ''القاصعة'' رکھا گیا ہے یعنی شیطان کی مذمت وتحقیر کرنے والا۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ الفاظ ادا کرائے گئے ہیں یعنی:

''انا وضعتُ فی الصِغَر بکَلا کِلِ العرب ''۔ (الیٰ آخرہ)

''میں نے بزرگان عرب کے سینوں کو اپنے بچپن میں زمین کے سینے پر رکھ دیا اور قبیلہ ربیعہ اور مضر کی نئی برآمد ہونے والی شاخوں کو توڑ ڈالا۔ تم اس قرابت قریبہ اور منزلت خاصہ کو خوب جانتے ہو جو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک میرا مقام تھا جب میں بچہ تھا۔ آپ نے مجھے اپنی گود میں اٹھا لیا اپنے سینے سے لپٹا لیا، اپنے فرش پر مجھے اپنے پہلو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں رکھتے تھے، اپنے جسم کو میرے جسم سے مَس کرتے تھے، اپنی خوشبو مجھے سُنگھاتے تھے، پہلے کھانے کے لقمہ کو خود چباتے تھے پھر وہ لقمہ میرے منہ میں دے دیتے تھے۔ آپ نے میری گفتار میں کوئی دروغ اور میرے کردار میں کوئی فساد نہیں پایا اور جس زمانہ سے رسول اللہ ﷺ کا درجہ بڑھایا گیا اسی وقت سے اللہ نے اپنے فرشتوں میں سے ایک بڑے فرشتہ (جبرائیل) کو آپ کا ہم جلیس بنایا کہ وہ روز وشب آپ کو طرق کریمہ اور محاسن اخلاق العالم کے رستوں پر چلاتا تھا اور میں ان کی اسی طرح پیروی کرتا تھا جیسا کہ اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے دوڑا جاتا ہو۔ آپ ہر روز مجھے اپنے اخلاق کریمہ کے ایک علم کی تعلیم دیا کرتے تھے اور اس کی پیروی کا حکم دیتے تھے، ہر سال ایک مہینہ، آپ کوہِ حرا میں مقیم رہتے تھے پس میں آپ کو دیکھتا تھا میرے سوا کوئی اور نہ دیکھ سکتا تھا۔ کسی گھرانے کے لوگ اس وقت اسلام کے حلقہ میں مجتمع نہ ہوئے تھے۔

سوائے رسول اللہ ﷺ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اور میں ان دونوں کا تیسرا تھا۔ میں وحی اور رسالت کا نور دیکھتا تھا اور ''ریح النبوۃ'' کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جس وقت وحی رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی (یعنی غارحرا میں) تو میں نے شیطان کی فریاد (رنۃ الشیطان) کی آواز سنی، رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ کیسی آواز ہے۔ فرمایا: یہ شیطان ہے جو اپنی عبادۃ (تسلط) سے مایوس ہو گیا ہے۔ بے شک (اے علی!) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو، جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، اِلَّا یہ کہ تم نبی نہیں ہو لیکن (نبی کے) وزیر ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تم خیر بزرگ پر ہو اور اسی کے ساتھ رہو گے''۔

ابن ابی الحدید نے تشریح کی ہے کہ جس وقت غارِ حرا میں آنحضرت پر وحی نازل ہوئی اس وقت ''خدیجہ رضی اللہ عنہا، علی رضی اللہ عنہ اور ایک خادم'' موجود تھے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر میں خاتم الانبیاء نہ ہوتا تو تم نبوت میں میرے شریک ہوتے اب جب کہ تم نبی نہیں ہو تو نبی کے وصی اور اس کے وارث بلکہ سید الاوصیاء اور امام الاتقیاء ہو۔ ①

یہ صریحاً شیعیت کے مخصوص عقائد ہیں جو عجمیت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

(۲) خطبہ نمبر ۱۸۴ صفحہ ۱۵۶ میں یہ فقرہ ہے:

''ایھا الناس سلونی قبل ان تفقدونی ''۔ (الیٰ آخرہ) ایھا الناس! پوچھ لو مجھ سے جو کچھ تم کو پوچھنا ہے قبل اس کے کہ تم مجھ کو گم کر دو کیونکہ میں بے شک آسمان کے رستوں سے بہ نسبت زمین کے رستوں کے زیادہ واقف ہوں''۔

(۳) خطبہ نمبر ۱۹۲ صفحہ ۱۹۶ کا یہ فقرہ قطعاً خلاف واقعہ ہے ملاحظہ ہو:

''ولقد قبض رسول اللہ ﷺ ''۔ (الیٰ آخرہ)

''جب رسول اللہ ﷺ کی روح پاک قبض کی گئی تو آپ کا سر میرے سینہ پر تھا اور جب آپ نے قے کی تو میں نے اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لیا اور اپنے چہرے پر مَل لیا''۔

یہ تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی علالت کا زمانہ زیادہ تر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں بسر ہوا اور وہیں جب صبح سے آپ

① شرح ابن ابی الحدید صفحہ ۸۰۷ سطر ۹۔ ''لولا أنی خاتم الانبیاء لکنتَ شریکاً فی النبوة فان لا تکن نبیًا فانک وصیُ نبی ووارثه، بل انت سید الأوصیاء وامام الأتقیاء ''۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کی طبیعت قدرے اچھی تھی اور لوگ اس حالت سے مطمئن ہو کر اپنے کاموں کو باہر چلے گئے تھے، اس حالت میں روحِ پاک جسم اطہر سے جدا ہوئی کہ اپنی محبوب بیوی کے سینہ پر آپ ﷺ کا سر مبارک تھا اور وہ ہمیشہ اس پر فخر کیا کرتی تھیں کہ میں نے اپنے دانتوں سے مسواک نرم کر کے دی، وہ آپ نے مل لی اور اسی کے بعد میرے سینہ پر دم توڑا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے نہج البلاغۃ میں کئی جگہ ایسے واضعین نے جن کو تاریخی مسلّمات کی پروا نہیں، یہ غلط الفاظ کہلوائے ہیں۔

(۴) مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی اسلامی مساوات کو اسلام کی شان امتیاز سمجھتے ہیں۔ کلام پاک کی متعدد آیات، رسول کریم ﷺ کے ارشادات خصوصاً خطبہ حجۃ الوداع میں جو بجا طور سے مساوات اسلامی کا ایک منشور ہے کس صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ کسی مسلمان کو دوسرے مسلمان پر سوائے اعمالِ حسنہ کے اور کسی بنا پر کوئی تفوق نہیں، رسول اللہ ﷺ سے قرابت لحمی ونسبی وجہ امتیاز نہیں، قرابت روحانی وجہ فضیلت ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ آل ابراہیم، ابراہیم علیہ السلام کے پیرو اور امتی ہیں۔ فرعون کی آل، فرعون کی پیرو!

''اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ''۔①

''وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ''۔②

اسی طرح آل محمد سے امت محمد یہ مراد ہے۔

لیکن قرآن شریف کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے سراسر خلاف عباسیوں اور علویوں نے حکومت وخلافت حاصل کرنے کی خاطر

① المومن ۴۰:۴۶۔
② البقرۃ ۲:۵۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرابت رسول ﷺ کا صدیوں تک مسلسل پروپیگنڈا کرایا اور ان الفاظ کا بے جا استعمال کیا علویوں کے اسی پروپیگنڈے کی جھلک نہج البلاغۃ کے مندرجہ ذیل اقتباسات میں ملاحظہ ہو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ معارف آگاہ سے منسوب کیے گئے ہیں:

(۱) ''لا یُقاس بآل محمد ﷺ من ھٰذہ الامّۃ احد، ولا یُسَوّٰی بھم من جرت نعمتھم علیہ ابدا ھم اساس الدین وعماد الیقین۔ الیھم یفیء الغالی وبھم یَلْحَقُ التالی ولھم خصائص حق الولایۃ وفیھم الوصیۃ والوراثۃ''۔①

''اس امت (یعنی مسلمانوں) میں سے کسی کو آل محمد کے (جن پر اور جن کی اولاد پر سلام ہو) برابر نہیں سمجھا جا سکتا اور وہ شخص کبھی ان کے ہم پلہ نہیں ہو سکتا جس پر ان کی نعمتیں ہمیشہ کے لیے جاری ہو چکی ہیں۔ یہ لوگ (آل محمد) دین اسلام کی بنیاد ہیں اور یہی صدق و یقین (ایمان) کے ستون ہیں ان ہی کی طرف (علم و اعتقاد) رجوع ہوتا ہے اور (عمل وعبادات) ان ہی سے لاحق ہوتے ہیں۔ (گویا علم دین اسلام ان ہی سے حاصل ہوتا ہے اور عمل وعبادات کے سکھانے والے یہی ہیں۔) حقوق ولایت کے لیے جو خصلتیں ہونی چاہئیں وہ ان ہی میں موجود ہیں، وصیت اور وراثت ان ہی کے لیے مختص ہیں''۔

شارح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) نے آل محمد کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

اہل عرب صرف اس قبیلہ کو تمام قبائل پر فضیلت دیتے تھے جس میں کوئی ''رئیس اعظم'' ہوا ہو چنانچہ اس قبیلہ کے ہر ادنیٰ شخص کو

① خطبہ ۲ صفحہ ۲۴، ۲۵ سطر ۷۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دوسروں پر فوقیت حاصل ہوتی تھی چونکہ رسول اللہ ﷺ رئیس الکل والمنعم علی الکل تھے لہٰذا بنی ہاشم میں سے ہر شخص کو اور خصوصاً علی رضی اللہ عنہ کو ان کلماتِ فخریہ کے کہنے کا جواز حاصل تھا۔ ①

کہا گیا ہے کہ یہ خطبہ جس میں یہ فقرہ ہے، جنگ صفین سے واپسی پر ارشاد ہوا تھا۔

(۲) ''وبینکم عترة نبیکم وهم ازمة الحق وأعلام الدین وألسِنةُ الصِدق، فأنزلوهم باحسنِ منازل القرآن ورِدُوهم وُرودَ الهیم العِطاش ''۔ ②

''تمہارے نبی کی اولاد تمہارے درمیان موجود ہے۔ یہ لوگ حق کی بہاریں ہیں، دین کے جھنڈے ہیں، صدق کی زبانیں ہیں پس دل سے ان کی طرف آؤ کہ وہ قرآن کی بہترین منزل ہیں اور ان کی طرف اس طرح دوڑ کر آؤ جس طرح پیاسے اونٹ آب گاہوں پر جھپٹ کر آتے ہیں''۔

پھر چند سطر بعد ''ثقل الاکبر'' یعنی (قرآن) اور ''ثقل الاصغر'' (یعنی عترت) سے تمسک کرنے کی ترغیب دی گئی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا مشہور ارشاد یہ تھا کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں (ثقلین) چھوڑتا ہوں ایک قرآن اور دوسرے سنت۔ ان دونوں سے تمسک کیے جاؤ گے تو گمراہ نہ ہو گے۔ یہاں سنت کو عترت سے بدل دیا گیا۔ ③

ابن ابی الحدید نے عترت کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

---

① شرح ابن ابی الحدید جز ۱ صفحہ ۲۷ سطر ۲۶ مطبوعہ ایران۔

② خطبہ ۸۳ صفحہ ۱۵۲، ۱۵۳۔

③ صحیح مسلم کی روایت میں سنت کی جگہ عترت اور اہل بیت کے الفاظ موجود ہیں۔ اس روایت پر مفصل کلام کے لیے حنفی عالم ومحدث مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کی کتاب ''حدیث ثقلین'' کی طرف مراجعت نہایت مفید رہے گی۔ (محمد فہد حارث)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات سے ہے، ان کے بیٹے ان کے تابع اور مثل ستاروں کے ہیں جو آفتاب سے کسب ضیاء کرتے ہیں:

''والاصل فی الحقیقة نفسه لأنّ وَلَدَيه تابعان له ونسبتهما اليه مع وجوده كنسبة كواكب المضيئة مع طلوع الشمس المشرقة''۔ ①

(۳) ''نحن شجرة النبوة ومحط الرسالة ومختلف الملائكة ومعادن العلم وينابيع الحكمة، ناصرنا ومحبنا ينتظر الرحمة ومبغضنا وعدوّنا ينتظر السطوة''۔ ②

''ہم نبوت کے شجر، رسالت کے اترنے کا مقام، فرشتوں کے آمدورفت کی جگہ، علم کی کان اور حکمت کے چشمے ہیں۔ ہمارے مددگار اور ہم سے محبت کرنے والے کو رحمت کا منتظر رہنا چاہیے اور ہمارے دشمن اور ہم سے بغض رکھنے والے کو عذاب کا انتظار کرنا چاہیے''۔

(۴) ''اين الذين زعموا انهم الراسخون فی العلم دوننا؟ كذباً وبغياً علينا ان رفعنا الله ووضعهم واعطانا وحَرَمَهم وادخلنا واخرجهم بنا يُستعطى الهدى، ويُستَجلى العَمٰى اِن الائمة من قريش غُرِسوا فی هذا البطن من هاشم: لا تصلُحُ علٰى سِواهم، ولا تصلُح الوُلاة من غيرهم''۔ ③

''کہاں ہیں وہ لوگ جو ہمارے سوائے راسخون فی العلم

① ص ۱۴۱ ۳سطر ۱۲۷ شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ ایران۔
② خطبة ۱۰۵ صفحة ۲۱۴۔
③ خطبة ۱۴۰ صفحة ۳۶، ۳۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے مدعی ہیں؟ یہ ہم پر جھوٹ بولتے ہیں ہم پر ظلم کرتے ہیں اس لیے کہ اللہ نے ہمیں رفیع المنزلت بنایا ہے اور انہیں گرا دیا ہے، ہمیں مرتبہ عطا فرمایا ہے اور انہیں محروم کیا ہے۔ ہمیں (اپنی رحمت میں) داخل کیا ہے، انہیں خارج کر دیا ہے۔ ہماری رہنمائی سے (خیر الامم کی) ہدایت کی گئی ہے۔ اور (طلب گاران بصیرت کی) نابینائی ہمارے ہی سبب سے اٹھالی گئی ہے۔ تحقیق کہ امام (خلفاء) قریش سے ہوں گے اس خاندان بنی ہاشم کے سوائے امامت (خلافت) کسی کو زیبا نہیں اور نہ ان کے علاوہ کوئی حاکم ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں''۔

(۵) ''نحن الشعار والاصحاب والخَزَنَة والابواب ولا تُؤتَی البیوتُ الاّ من ابوابها فمن اتاها من غیر ابوابها سُمِیَ سارقاً۔ فیهم کرائم القرآن وهم کنوز الرحمٰن اِنْ نَطقوا صَدقوا واِنْ صَمَتُوا لم یسبقوا ''۔①

''ہم (رسول اللہ ﷺ) کے خصائل بردار ہیں اور ان کے اصحاب ہیں (اسرار پیغمبر) کے خزانہ دار اور ابواب ہیں۔ دروازوں کے بغیر مکان میں دوسری طرف سے داخل ہونا جائز نہیں اور جو شخص غیر دروازہ سے داخل ہوگا وہ چور کہلائے گا۔ ان میں (یعنی بنی ہاشم میں) کرایم القرآن ہیں۔ وہ رحمت الٰہی کے خزانے ہیں۔ ان کی گفتگو صداقت کی ہے اگر خاموش رہیں تو کوئی ان سے سبقت نہیں لے جائے گا''۔

کرایم القرآن سے مراد بقول شارح نہج یہ ہے کہ کل قرآن بنی ہاشم کی مدح میں نازل ہوا ہے۔ ''والمراد انه قد انزلت

① خطبة ۱۵۰ صفحة ۵۶ جزء ۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فی مدحھم آیات کریمات و القرآن کلہ "۔ ①

اسی طرح اور متعدد فقرے اور جملے نسبی تعلیوں کے جن کے چند الفاظ لکھ دینا کافی ہیں، نہج البلاغہ میں جا بجا موجود ہیں:

۱۔ "ونحن الأعلون نسباً والأشدون برسول الله ﷺ نوطاً"۔

۲۔ "هم عيش العلم، وموت الجهل، وهم دعايم الاسلام "۔ (الیٰ آخرہ)

"ہم باعتبار نسب سب سے اعلیٰ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کے بندھنوں میں مضبوط جکڑے ہوئے ہیں وہ (یعنی آل محمد) علم کی زندگی، جہالت کی موت، اسلام کے ستون ہیں"۔

غیب دانی کا دعویٰ:

اسلامی عقیدہ ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے مخلوق میں سے کسی کو غیب کا علم نہیں۔ قرآن پاک میں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے صاف کہلوا دیا گیا:

"میرے پاس نہ خدا کے خزانے ہیں نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں نہ کوئی فرشتہ ہوں میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی ہوتی ہے"۔

سورۃ انعام (آیت ۵۰) میں ہے:

"قُل لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِندِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ "۔

دوسری جگہ اسی کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ

"اے رسول (ﷺ) تم یہ کہہ دو کہ میں ان کے لیے جو ایمان لائے بشیر و نذیر ہوں۔ عالم الغیب نہیں"۔

① حاشیة صفحہ ۵۸ جزء ۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ‘‘۔①

مگر صاحب ’’نہج البلاغہ‘‘ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ صرف غیب داں بتا دیا بلکہ متعدد خطبوں میں انہیں کی زبان سے گویا اس کا اظہار اور اعلان بھی کرا دیا۔

یہ الفاظ ملاحظہ ہوں:

’’(۱) واللہ لو شئتُ ان أخبرَ کلَّ رَجل بمخرجه ومولجه وجمیع شأنه لفعلتُ ولکن اخاف ان تکفروا فيّ برسول اللہ ﷺ الا وإني مُفضِيه الٰی الخاصّة ممن یُؤمَن ذالک منه والذی بعثه بالحق واصطفاه علی الخلق ما اَنطِقُ الاّ صادقاً وقد عهد الیَّ بذلک کُلِّه ویمهلک من یَهلک ومَنجی من یَنجو ومآل هذا الامر وما أَبقٰی شیئًا یمر علٰی رأسی الاّ أفرَغه في أُذُنَيَّ وافضٰی به اليّ‘‘۔②

’’قسم خدا کی اگر میں چاہوں تو ہر انسان کو اس کے مخرج، اس کی منزل اور اس کے تمام حالات سے خبر دے سکتا ہوں میں ضرور ایسا کرتا مگر مجھے خوف ہے کہ لوگ میرے بارے میں کافر نہ ہو جائیں کہ رسول اللہ ﷺ پر مجھے فضیلت دیں۔ یہ جان لو کہ میں اس (غیب دانی) کی خاصیت سے مفوّض ہوں اپنے خاص اصحاب کے لیے جو اس پر یقین رکھیں! تاکہ اور لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا اور مخلوق میں منتخب کیا کہ بے شک انہوں نے مجھے سچی خبر دے دی اور مجھے بتا دیا کہ یہ

① الاعراف: ۱۸۸.

② خطبة نمبر ۱۷۰ صفحة ۱۰۸ جزء ثاني.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فلاں شخص کی ہلاکت کا مقام ہے جو وہاں ہلاک ہوگا اور یہ فلاں شخص کی نجات کا مقام ہے جو وہاں نجات پائے گا اور یہ کہ اس خلافت کا مآل کار کیا ہوگا اور کوئی امر ایسا باقی نہ رہا جو میرے سر پر سے گزرے مگر یہ کہ میرے کان میں اس کو ڈال دیا گیا اور رموز واسرار سے مجھے آگاہ کر دیا گیا''۔

''(۲) فَاسْأَلُونی قبل ان تَفقدونی فوالذی نفسی بیده لا تسألونی عن شیء فیما بینکم وبین الساعة ولا عن فئة تهدی مائة وتضلّ مائة الا اَنبأتکم بناعقها وقائدها وسائقها ومُناخ رکابها ومَحطِّ رِحالها ومَن یقتل من اهلها قتلاً ومن یموت منهم موتاً ''۔①

''پوچھ لو مجھ سے قبل اس کے کہ گم کردو مجھ کو کیوں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ نہیں سوال کرو گے مجھ سے کسی چیز کے بارے میں جو تمہارے اور زمانہ قیامت تک درمیان ہو! ان گروہوں کے متعلق جن میں سینکڑوں ہدایت پانے والے ہوں اور سینکڑوں گمراہ ہوں مگر یہ کہ میں خبر دے دوں گا تم کو ان کے لشکروں، ان کے سرداروں ان کے برانگیختہ کرنے والوں اوران کے ٹھہرنے کے مقاموں کے متعلق اوراس بارے میں کہ ان میں سے کون قتل ہوگا اورکون اپنی موت مرے گا''۔

''(۳) ایها الناس! سَلُونی قبل ان تفقدونی اعلم منّی بطُرُق الارض ''۔②

''اے لوگو! پوچھ لو مجھ سے (جو کچھ تمہیں پوچھنا ہے) قبل اس کے کہ تم گم کردو مجھ کو کیوں کہ بے شک میں آسمان کے راستوں سے زیادہ

①خطبة نمبر ۸۹ صفحة ۱۸۳.
②خطبة نمبر ۱۸۴ صفحة ۱۵۳ جزء ۲.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واقف ہوں بہ نسبت زمین کے راستوں کے''۔

بنی امیہ کی خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چند ماہ بعد سے شروع ہوئی اور تقریباً ایک صدی تک رہی ۔ پہلے تو علَویوں کے بعض افراد یکے بعد دیگرے وقتاً فوقتاً ان پر خروج کرتے اور ناکام ہوکر مارے جاتے ۔ آخر میں عباسیوں اور ان کے شیعوں نے یورش کر کے ان کا استیصال کرا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے خلافت بنی امیہ کا حال اس طرح بیان کرایا گیا ہے :

''الا وان أخوَفَ الفتن عندی علیکم فتنةُ بنی امیة فانها فتنة عمیاء مُظلمة عَمَّت خُطّتُها و خَصَّت بلیّتها ... نحن اهل البیت منها بِنَجَاةٍ بمَنْجَاةٍ ولسنا فیها بدُعاةٍ، ثم یفرّجها اللّٰہ عنکم کتفریج الادیم بمن یسومهم خَسفاً ویسوقهم عُنقا ویسقیهم بکأس مصبّرة لا یعطیهم الا السیف ولا یُجلِسُهم الا الخوف''۔①

''آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارے لیے میرے نزدیک بدترین فتنہ بنی امیہ ہیں بے شک یہ اندھے اور تاریک فتنے ہیں ،عوام (ان کے وقت میں حق کی طرف) نظر نہیں کرتے ان کی بلائیں (ہم اہل بیت کے ساتھ) مخصوص ہیں ...... مگر ہم اہل بیت ان کی (برائیوں اور بے دینیوں سے) خود تو رستگار رہیں گے مگر اس زمانہ میں کسی کو حق کی طرف دعوت نہ کرسکیں گے ۔ پھر خدا تم سے اس فتنہ کو اس طرح قطع کرے گا جیسے فاسد چمڑے کو کاٹ دیتے ہیں۔ ان میں سے اس شخص کے سبب سے جو انہیں رسوائی کے میدانوں میں چرانے والا اور شدت کی طرف ہنکانے والا ہے انہیں موت کا تلخ پیالہ پلا دیا جائے

① خطبة نمبر ۸۹، صفحة نمبر ۹۴، جزء اول.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گا۔ سوائے تلوار کے ان کو دوسری چیز عطا نہ ہو گی اور پیراہن خوف کے سوائے کوئی چیز ان کو نہ پہنائی جائے گی''۔

خلافت بنی امیہ کے عالم وجود میں آنے میں ابھی کئی برس باقی تھے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک خطبہ (نمبر ۱۰۱ صفحہ ۲۰۰) میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

''فاقسم یا بنی امیۃ عما قلیل لتعرفنھا فی ایدی غیر کم وفی دار عدوکم''۔

''اے بنی امیہ! میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس (خلافت وسلطنت) کو تم اپنے اغیار (یعنی بنی عباس) کے ہاتھوں اور اپنے دشمنوں کے گھروں میں پاؤ گے''۔

پھر ایک اور خطبہ (نمبر ۱۵۳ صفحہ ۶۶ جزء ۲) میں اسی کا اعادہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

''فاقسم ثم اقسم لتنخمنھا بنی امیۃ من بعدی کما تلفظ النخامۃ ثم لا تذوقھا ولا تطعم بطعمھا ابداً ما کَرَّ الجدیدان''۔

''میں قسم کھاتا ہوں اور پھر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بہرصورت بنی امیہ میرے بعد (خلافت کو) اس طرح منہ سے باہر پھینک دیں گے جیسے سینہ سے بلغم پھینک دیا جاتا ہے اس کی شیرینیوں کو نہ چکھ سکیں گے اور کبھی اس کے طعام کو نہ کھا سکیں گے جب تک شب وروز کی گردش باقی ہے''۔

اسی طرح خطبہ (نمبر ۱۶۱ صفحہ ۹۵ جزو ۲) میں بنی امیہ کے خلاف بنی ہاشم (علویوں اور عباسیوں) کے حامیوں کا اجتماع شان سے نکلنا اور بنی عباس کا اموی خلافت کا قلع قمع کر کے اپنی حکومت قائم کر لینا اس طرح سے بیان کرایا گیا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''علی ان اللہ تعالی سیجمعھم لشر قوم لبنی امیۃ کما تجتمع قزع الخریف یولف اللہ بینھم ثم یجعلھم رکاماً کرکام السحاب ثم یفتح اللہ لھم ابواباً یسیلون من مستشارھم کسیل الجنتین حیث لم تسلم علیہ قارۃ ولم تثبت علیہ اکمۃ ولم یرد سنۃ رضُ طود ولا حداب ارض یذعذعھم اللہ فی بطون اودیتہ ثم یسلکھم ینابیع فی الارض یاخذ بھم من قوم حقوق قوم ویمکن لقوم فی دیار قوم وایھم اللہ لیذوبن ما فی ایدیھم بعد العلو والتمکین کما تذوب الالیۃ علی النار''۔

''عنقریب خدا انہیں (یعنی شیعیانِ علی کو) بدترین قوم بنی امیہ کے سبب سے اس طرح جمع کرے گا جس طرح فصل خریف میں ابر کے ٹکڑے جمع ہوا کرتے ہیں اور اللہ ان کے درمیان الفت ومحبت قائم کر دیتا ہے پھر ان سب کو ملا کر ابر غلیظ کے مانند بنا دیتا ہے پھر خدا ان لوگوں کے لیے ایسے دروازے کھول دے گا جو اپنے برانگیختہ ہونے کی جگہ سے اس طرح رواں ہوں گے جیسے (شہر سبا کے) دو باغوں کے سیل۔ پھر نہ کوئی نشیب میں واقع ہونے والا پہاڑ سالم رہے گا نہ کوئی ٹیلا پھر خدا پہلے تو وادیوں کے پوشیدہ مقامات میں متفرق کر دے گا پھر چشموں کے مانند انہیں زمین میں رواں کرے گا تا کہ ایک قوم (بنی امیہ) سے دوسری قوم (بنی ہاشم) کے حقوق لے لے۔ ایک قوم (بنی عباس) کو دوسری قوم (بنی امیہ) کی ولایت میں متمکن کر دے۔ خدا کی قسم! یہ مال ومتاع جو کچھ ان (بنی امیہ) کے ہاتھ میں ہے، اس بلندی واقتدار کے بعد اس طرح پگھلا دیئے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جائیں گے جیسے چربی کو آگ پر پگھلا دیتے ہیں''۔

شارح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) نے مندرجہ بالا فقرے کی تشریح میں لکھا ہے کہ

''یہ اشارہ ہے شیعہ ہاشمیہ کے اجتماع کی جانب جو ازالۃ ملک بنی امیہ کے لیے ہوا تھا''۔ ①

زوالِ دولت بنی مروان کے بارے میں تو پیش گوئی کر دی گئی لیکن دولت ہاشمیہ عباسی کے زوال کے بارے میں کوئی پیش گوئی کسی خطبہ میں درج نہیں کی گئی۔ سبب ظاہر ہے کہ مؤلف نے صرف ان تاریخی واقعات کے ''اخبار'' بطور پیش گوئی کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے خطبوں میں درج کیے جو اس کے زمانہ تک واقع ہوئے اور کتب تاریخ میں ان کا ذکر ملتا ہے لیکن اپنے زمانہ کے بعد کے کسی تاریخی واقعہ کے بارے میں کوئی پیش گوئی درج نہیں کی۔ لطف یہ ہے کہ ان ''اخبار'' کے بارے میں ابن ابی الحدید نے بہت ہی بھولے پن سے لکھا ہے کہ

''ہم نے ان کو جانچا تو مطابق واقعہ کے پایا جو ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے دعویٰ غیب دانی پر دلیل ہے۔ **ولقد امتحنا اخباره فوجدناه موافقاً فاستدللنا بذٰلک علی صدق الدعوی المذکورة** ②

مگر اس سلسلے میں دلچسپ پیش گوئی عبیدیوں کے ظہور اور سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے بارے میں ہے جنھوں نے بعد میں اپنے کو فاطمی کہلوایا۔ امام جعفر الصادق رحمہ اللہ کے بڑے بیٹے اسماعیل تھے جو فرقہ امامیہ کے دستور کے مطابق اپنے والد کے بعد امام ہوتے لیکن وہ اپنے باپ کی حیات میں فوت ہو

① ص ۵۱۵، جلد ۱۔

② ص ۳۶۴ سطر ۱۹ جلد ۱ مطبوعہ ایران در مطبع میر باقر طھرانی ۱۲۷۱ھ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئے تھے۔ ان کی موت اپنے والد کے انتقال سے کوئی بیس برس پہلے ۱۲۳ھ میں ہوئی۔ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ

''جب اسماعیل فوت ہو گئے، ان کے والد نے ان کی میت کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا۔ پھر اپنے اکابر شیعہ کو چادر ہٹا کر ان کی میت دکھاتے تھے تا کہ کسی کو ان کے فوت ہو جانے کے متعلق کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ اس بنا پر اسماعیل کو ''المسجّٰی بالرداء'' کہا گیا ہے۔''

ایک شخص عبید اللہ نے جس کے نسب میں اختلاف کثیر ہے بلادِ مغرب (مراکش) میں قبیلہ کتامہ کی امداد و نصرت سے ربیع الآخر ۲۹۷ھ میں حکومت کی بنیاد ڈالی جو وہاں تقریباً ساٹھ برس تک قائم رہی، پھر یہ لوگ مصر کو منتقل ہو گئے اور دو سو برس تک یہاں حکمراں رہے۔ ان کے متعلق بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے پیش گوئی کرائی گئی ہے:

''ثم یظهر صاحب القیروان الغض البض ذوالحسب المحض المنتخب من سلالة ذی البداء المسجّٰی بالرداء ''۔

''پھر ظاہر ہوگا قیروان (مراکش) کا حاکم، نوخیز و نازک اندام، سچے نسب وحسب والا بزرگ اور اعلیٰ خاندان والے چادر سے ڈھکے ہوئے کے اخلاف سے ہوگا''۔

نہج البلاغہ کے مؤلف یا ''جامع'' الشریف الرضی کو عبیدیوں سے، جو اس کے زمانہ میں مصر پر حکمران تھے، ایسی عقیدت تھی کہ بغداد میں بیٹھ کر ایک قصیدہ لکھا تھا جس کے تین شعر یہ تھے:

اَلْبِسُ الذُّلَّ فی بلاد الأعادِی   وبمصرَ الخلیفةُ العَلَوِیّ

وابوه ابی ومولاه مَولا ىَ اذا ضَامَنی البعیدُ القَصِیّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لف عیصتی بعیصه سید الناس جمیعاً محمد و علیّ

ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ جب اس کی اطلاع خلیفہ عباسی کو ہوئی تو شریف الرضی کے باپ کو طلب کر کے پوچھا گیا کہ اس کے بیٹے کے ساتھ ہمارے یہاں کیا ذلت اور کیا ناانصافی کا برتاؤ ہوا؟ اور حاکمان مصر سے کیا فیض حاصل ہوا جو یہ شعر کہے؟ اس کے باپ ابو احمد موسوی نے عرض کیا کہ میں نے یہ شعر کبھی اس کے منہ سے نہیں سنے اور نہ اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے دیکھے، کسی دشمن نے ان کو اس سے منسوب کیا ہے۔ خلیفہ عباسی نے اس پر کہا کہ تم لوگ حاکمان مصر کو اگر فاطمی نسب نہیں جانتے، ایک محضر ان کے نسب کی قدح میں تیار کرو جس پر رضی سے دستخط کراؤ چنانچہ ایسا محضر تیار کیا گیا۔ رضی کے باپ ابو احمد نقیب، اس کے بھائی شریف المرتضیٰ اور دوسرے اعیان واکابرین نے دستخط کیے لیکن رضی نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ مجھے حاکمان مصر کی دشمنی کا خوف ہے۔ یہ بیان تو ابن ابی الحدید کا ہے۔ ①

کتب تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ اس قسم کا ایک محضر ۴۰۲ھ میں تیار ہوا تھا جس پر اس زمانے کے بڑے بڑے علماء وفقہاء مثلاً ابو الفرج ابن الجوزی، ابوالقاسم التنوخی، ابوعبداللہ البیضاوی، ابوالحسن القدوری، ابوحامد الاسفرائنی، ابوالقاسم الخزری اور دیگر اکابرین نے عبیدیوں کے علوی وفاطمی نسب ہونے کی تکذیب وتردید میں دستخط ثبت کیے تھے لیکن رضی نے باوجود حلفیہ قسمیں کھانے کے کہ یہ اشعار میرے نہیں ہیں دستخط کرنے سے انکار کیا تھا۔ اس کے بھائی مرتضیٰ کے دستخط کرنے کی وجہ ابن ابی الحدید نے یہ لکھی ہے کہ اس نے تقیۃً دستخط کیے تھے کیوں کہ اس کو خلیفہ عباسی کا خوف بھی تھا اور اس فعل سے تسکین دینا بھی مقصود تھا۔ (وکان المرتضی فعل ذالک تقیة وخوفا من القادر وتسکینا له) صفحہ ۹۔

① صفحہ ۸ جلد ۱ شرح نہج البلاغۃ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہر حال مقصود اس تفصیل سے یہ ہے کہ عبیدیوں کے فاطمی نسب ہونے کے متعلق عام طور سے شبہات تھے لہٰذا ان کے طرفدار، نہج البلاغۃ کے مؤلف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ پیش گوئی منسوب کر دی اور اس طرح عبیدیوں کے نسب کی سند (معاذ اللہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دلوا دی۔

عبیدی فاطمی تو پھر بھی دوسری مملکت کے لوگ تھے، بو یہ خاندان کے لوگ جو دیلمی یا دیالمہ کہلاتے تھے، مؤلف نہج البلاغۃ کے زمانے میں بغداد پر مسلط تھے، خلیفہ عباسی ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ یہ لوگ شریف الرضی اور اس کے باپ بھائی کے سرپرست تھے۔ ان کے متعلق جو ''خبر'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے بیان کرائی گئی ہے وہ اس خاندان کی گویا چند الفاظ میں مختصر تاریخ ہے:

''ویخرج من دیلمان بنو الصیاد ثم یستشری امرھم حتی یملکوا الزوراء ویخلعوا الخلفآء ''۔

''اور نکلیں گے دیلمان سے صیاد (ماہی گیر) کے بیٹے پھر ان کی حکومت پھیل جائے گی یہاں تک کہ وہ دور دراز ملکوں پر قابض ہوں اور خلفاء کو تخت سے اتار دیا کریں''۔

اس کے بعد فرضی حاضرین میں سے کسی سے یہ سوال بھی کرا دیا ہے کہ

''فکم مُدّتُھم یاامیر المومنین؟ ''

ان کی (حکمرانی کی) مدت کتنی ہوگی؟

فرضی سوال کے بعد فرضی جواب بھی دلوا دیا ہے، مائۃ او تزید قلیلاً یعنی ایک سو برس یا اس سے کچھ زیادہ۔ شریف المرتضیٰ کی وفات، جو اپنے بھائی کی اس تالیف میں شریک کار رہا تھا، ۴۳۶ ہجری میں ہوئی اور یہی وہ زمانہ ہے جب بو یہ خاندان کے تسلط و اقتدار کا زوال ہوا۔ کیوں کہ اس سے ایک سال پہلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جلال الدولہ بن بہاء الدولہ بن عضد الدولہ بن بویہ دیلمی مر چکا تھا۔ ادھر طغرل بیگ نے بویہ خاندان کی حکومت کا ایران میں قلع قمع کر دیا تھا۔ اس اعتبار سے ان کی مدت حکومت سو برس یا اس سے کچھ زیادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ سے کہلوائی گئی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اپنے سرپرست عضد الدولہ کے ایک واقعہ کو جو اپنے خاندانی رقیب کے قتل کر دینے کے سلسلہ میں سرزد ہوا تھا، ان الفاظ میں بیان کرایا گیا:

''وکقوله فیهم والمترف ابن الاجذم یقتله ابن عمّه علٰی دجلة وهو اشارة الی عزّ الدولة بختیار بن مُعِزّ الدوله أبی الحسین وکان مُعِزّ الدولة اقطع الید قطعت یده للنکوص فی الحرب وکان ابنُه عزّ الدوله بخت یار مترفًا صاحب لهو وشرب وقتله عضد الدولة فنّاخسرو ابن عمّه بقصر الجص علٰی دِجلة فی الحرب وسلبه ملکه ''۔ ①

''اور مثل قول (علی رضی اللہ عنہ) کے جوان کے متعلق ہے فرمایا: وہ عیش پرست جو ہاتھ کٹے ہوئے کا بیٹا ہوگا اس کو اس کا چچیرا بھائی دجلہ پر قتل کرا دے گا۔ یہ اشارہ ہے عز الدولہ بختیار ولد معز الدولہ ابی الحسین کی جانب۔ معز الدولہ کا ہاتھ کٹا ہوا تھا جو ایک لڑائی میں کٹ گیا تھا اس کا بیٹا عز الدولہ بختیار عیش پرست لہو ولعب اور شراب نوشی میں مبتلا اس کو عضد الدولہ فنا خسرو بن رکن الدولہ اس کے چچیرے بھائی نے ایک لڑائی میں دجلہ کے متصل قصر جص میں قتل کرا دیا اور اس کے ملک پر قبضہ کر لیا''۔

یہ سب پیش گوئیاں پانچویں صدی ہجری کے اوائل یعنی شریف المرتضیٰ کے

① ص ۳۶۴ سطر ۳۳ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمانہ تک کی ہیں۔ اس کے بعد سے جو بعض اہم واقعات تاریخ میں پیش آئے، ان کا کوئی اشارہ تک نہیں۔ عباسی خلافت کے قائم ہونے کا کئی جگہ ذکر کیا گیا ہے لیکن ابن علقمی کی سازش سے ہلاکو خاں اور اس کے ٹڈی دل نے خلافت ہاشمیہ کا خاتمہ جس سفا کی سے کیا، جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسل سے بھی صدہا اشخاص قتل ہوئے، اس کا مطلق ذکر نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ نہج کے مؤلف یا مؤلفین کو آئندہ کے حوادث کا کیسے علم ہوسکتا تھا۔ انہوں نے تو تاریخ کی کسی کتاب کو سامنے رکھ کر یہ سب ''اخبار'' وضع کر ڈالے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کر دیئے ورنہ کوئی بات نہیں کہ عباسی خلافت کے قیام کے لیے تو وہ ان، الفاظ میں پیش گوئی کر دیں کہ سیاہ جھنڈے لیے ہوئے بنی زریق خراسان سے نکلیں گے جو دولت عباسیہ کے ''دُعاۃ'' ہوں گے۔ ''ظهور الرايات السُود من خُراسان ... دُعاة الدولة العباسية''۔ ①

پھر سرزمین عراق میں جو حوادث پیش آئے، ان کی پیش گوئیاں بڑی تفصیل سے کی گئی ہیں مثلاً خطبہ ۹۷ صفحہ ۱۹۴ میں خلیفہ اموی عبدالملک بن مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ کی لشکر کشی کا حال ان الفاظ سے کیا ہے:

''كأنّي أنظر الى ضليل قد نهق بالشام... ''۔الخ

ترجمہ: ''گویا میں ایک سخت گمراہ ہو جانے والے کی طرف دیکھ رہا ہوں جو ملک شام میں حیوانوں کی طرح آواز نکال رہا ہے۔ اس نے نواحی کوفہ میں اپنے علَم ظاہر اور بلند کیے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب اس کا منہ درندوں کی طرح کھل جائے۔ اس کی سرکشیاں شدید ہوجائیں وہ زمین میں نہایت سختی سے منہ مارنے لگے۔ اس کے

① ص ۳۶۴ سطر ۳۷.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتنہ آمیز اور نکیلے دانت ابنائے زمانہ کو گزند پہنچائیں، لڑائی کی موجیں جنبش کریں، دنوں میں اس کے ظلم وستم کی گرفت ظاہر ہو اور راتوں میں اس کے جور والم کی گزند۔ میری آنکھوں میں ہے کہ اس کی زراعت سرسبز ہو۔ اس کے رسیدہ میوے نہال ہو جائیں۔ اس کا گلو شقشقہ شتر مست کی طرح آواز دینے لگے۔ اس کی تلوار کی بجلیاں چمکیں، اس کے فتنے شب تیرہ وتار اور بحر متلاطم ومواج کی طرح نظر آنے لگیں اور شہر کوفہ توڑ دینے والی آندھیوں سے شگافتہ ہو جائے، تند اور سخت ہواؤں کا اس پر گزر ہو، تھوڑے ہی زمانہ میں یہ گروہِ مردم (بنی امیہ) دوسرے گروہ (بنی عباس) کے ساتھ لپٹ جائے اور یہ لوگ کھنچی ہوئی تلواروں سے ریزہ ریزہ ہو کر زیر خاک پنہاں ہو جائیں''۔

دوسرے عراقی شہر بصرہ کی تباہی کا حال ایک اور واقعہ کے سلسلہ میں بیان کرایا گیا ہے۔ شوال ۲۵۵ھ میں قبیلہ بنی عبدالقیس کے ایک فتنہ پرداز نے جس کا نام علی بن محمد بن عبدالرحیم عبقسی تھا۔ علوی نسب ہونے کا دعویٰ کر کے حبشیوں کی ایک بڑی جماعت کو ساتھ لے لیا اور خلیفہ المہتدی باللہ عباسی پر خروج کر دیا، بغداد وکوفہ کے اطراف کو خوب لوٹا کھسوٹا اور غارت کیا۔ تاریخ میں یہ ''فتنة صاحب الزنج '' سے موسوم ہے۔ اس کے متعلق جو پیش گوئی کرائی گئی ہے وہ ان لفظوں سے شروع ہوتی ہے:

''فویل لکِ یا بصرة عند ذالک من جیش ''۔ الخ

یعنی ''اے ولایت بصرہ! ماتم ہو تجھ پر، جس وقت وہ عقوبت الٰہی کا لشکر آئے کہ نہ تو اس کے گھوڑوں کے پاؤں کا غبار نظر آئے گا اور نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے اسلحہ کی جھنکار سنائی دے گی۔ اس وقت تیرے شہری سخت تر موت سے اور ناداری وقحط کی بھوک سے دوچار ہوں گے“۔

یہ پیش گوئی خطبہ ۱۲۴ کی ابتدائی سطور میں درج ہے اور اس خطبہ کا عنوان یہ ہے: ”بصرہ میں جو بڑے خونی واقعات ہوئے، ان کی خبروں کے بارے میں“ ابن ابی الحدید نے بیس صفحے اپنی کتاب کے ان تین سطروں کی پیش گوئی کی شرح اور ”صاحب الزنج“ کے حالات میں صَرف کر ڈالے ہیں۔ یہ شخص جو اپنے کو زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے کہتا تھا اور پانچ برس تک فساد مچاتا رہا تھا، جس نے ۲۵۷ھ میں اہالی بصرہ کو تہ تیغ کر ڈالا تھا، ۲۶۰ھ میں مارا گیا۔ ①

اس کی پیش گوئی اور اس کے حالات کی تفصیلات تو وہ کچھ ہیں جس کا ذکر ابھی ہو چکا لیکن خلافت عباسی کے خاتمہ اور عظیم دارالخلافہ بغداد کی تباہی کی کوئی پیش گوئی کہیں نظر نہیں آتی حالانکہ بنی امیہ کی خلافت کے خاتمہ اور بنی عباس کی خلافت قائم ہونے کے بارے میں متعدد پیشین گوئیاں نہج البلاغہ میں ہیں۔ آخری کے متعلق ”ابن ابی الحدید“ کہتا ہے کہ یہ غیب صریح ہے۔ ② یعنی **اقبلت الدولة الهاشمية وزوال مُلک بني أمية** لیکن اسی دولت ہاشمیہ (خلافت عباسیہ) کا خاتمہ جس تباہی کے ساتھ ہوا کہ

خون فرزندانِ عم مصطفیٰ شد ریختہ
ہم برآں خاکے کہ سلطاناں نہادندے جبیں

اس حادثہ کی کوئی پیشین گوئی نہیں اور اس وجہ سے نہیں کہ واضعین نہج البلاغہ (الرضی والمرتضیٰ) سے تقریباً ڈھائی سو برس بعد یہ حادثہ پیش آیا تھا۔ یہی

---

① طبری.
② ص ۱۰۵۸، سطر ۶.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قوی ثبوت اس کلام کے وضعی ہونے کا ہے جو اخبار غیب کے سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا گیا ہے۔

دراصل اس کتاب (نہج البلاغہ) کے چمکنے کا بڑا سبب وزیر ابن علقمی ہے۔ اسی نے ابن ابی الحدید ① سے یہ شرح لکھوائی جو اپنی مثال آپ ہے۔ ہرچند کہ اس میں بے سروپا باتیں بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں مگر مجموعی طور سے اس کے مصنف کی ہمہ گیری اور جامعیت کا پتہ دیتی ہیں۔ اس شرح نے نہج البلاغہ کو اس کے درجہ سے ہزار درجہ زیادہ کر دیا اور اس کلام کو (دون کلام الخالق وفوق کلام المخلوق) کہلوا دیا۔ یہ شرح ابن ابی الحدید نے اس زمانہ میں لکھی ہے جب چنگیز خان نے مختلف ممالک اسلامیہ کو تاراج کر ڈالا تھا اور اس کی اولاد کے زیر کمان تاتاری فوجیں مدینۃ الاسلام بغداد کی طرف بھی بڑھی تھیں۔ ابن ابی الحدید نے ان حالات کو کہ اس کے چشم دید تھے شرح و بسط سے لکھا ہے کہتا ہے کہ

”وقد كان الخليفة المستعصم بالله اخرج عسكره الى ظاهر سور بغداد على سبيل الاحتياط“۔

پھر کہتا ہے کہ بغدادی اور تاتاری لشکروں میں جھڑپیں ہوئیں بالآخر تاتاری لوٹ گئے اور یہ دلائل نبوۃ سے ہے۔

(وكان ما جرى من دلائل النبوة لأنّ الرسول ﷺ وعد هذه الملّة بالظهور والبقاء الٰى يومِ القيامة)

”کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملت اسلامی یوم قیامت تک باقی رہے گی اب اگر بغداد میں پھر بھی کوئی ایسا حادثہ پیش آ جاتا جو

---

① اس کا اصل نام عبدالحمید (عز الدین ابو حامد عبدالحمید بن داود ھبۃ اللہ بن محمد بن محمد بن الحسین ابن ابی الحدید المدائنی) سالِ ولادت ۵۸۶ھ، ادیب، شاعر، فقیہ تھا ۶۵۵ھ میں بغداد میں فوت ہوا۔ ابن علقمی نے اس شرح کی تصنیف پر گراں بہا انعام زر نقد و خلعت عطا کیا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دوسرے اسلامی ملکوں کو پیش آیا تو ملت اسلام کا خاتمہ ہو گیا تھا''۔

اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''لو حدث علی بغداد منهم حادثة کما جری علی غیرها من البلاد لانقرضت ملة الاسلام ولم یبق لها باقیة ''۔①

مگر یہ سطریں لکھتے وقت اس کو کیا معلوم تھا کہ اس کا سرپرست چند ہی سال بعد اسی فوج تاتار سے جو خلیفہ عباسی سے ہزیمت اٹھا کر چلی گئی تھی، ساز باز کرے گا اور وہ حادثہ پیش آئے گا جس کی پیش گوئی واضعین ''نہج البلاغہ'' نہیں کرا سکے تھے۔

نہج البلاغۃ کی اصلیت کا کچھ اندازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ضخیم دیوان سے بھی کیا جا سکتا ہے جو عام طور سے ملتا ہے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی شاعری نہیں کی۔ زمانہ حال کے ایک نقاد احمد تیمور پاشا کا یہ مقولہ صحیح ہے کہ دیوانِ علی میں جو شعر ہیں اگر وہ اصل مالکوں کے حوالے کر دیئے جائیں تو ''دیوانِ علی'' کی جیب خالی ہو جائے۔ یہ واضعین خواہ نہج البلاغۃ کے ہوں یا دیوانِ علی رضی اللہ عنہ کے، اس سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں جو ابتدائی خانہ جنگیوں کا مرکز بن گیا تھا یعنی عراق۔ یہاں عجمیوں نے اپنے تمدن، اپنی روایات اور قومی خصوصیات کا مذہب اسلام پر کیا اثر ڈالا، اس کی ایک جھلک نہج البلاغۃ کے مشمولہ کلام سے بھی ملتی ہے۔ تفاخر نسبی، شہنشاہوں کی اولاد کی طرح بزرگ قوم کی اولاد کا حق وراثت وغیرہ جس سے، ایک مستشرق ② کے الفاظ میں، ان عجمیوں نے اسلام کو اپنے مخصوص رنگ

① شرح ابن ابی الحدید ص ۴۵۵ سطر ۱۳۔

② They (persians) leavend it (Islam) thoroughly with their own peculiar leaven and, especially deprived it of the practical political and natural character which it had assumed after the flight to Madina (De Goeje-Ency Br itanica)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے رنگ دیا اور خاص طور سے اس کو اپنی ان قومی اور سیاسی خصائص سے محروم کر دیا جو بعد ہجرت اس میں پیدا ہوئی تھیں:

عجم کے روایات میں کھو گئی
یہ امت خرافات میں کھو گئی ①

خطبوں کے علاوہ جو ''کتب'' ومراسلات صاحب ''نہج البلاغہ'' نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیے ہیں باعتبار مضامین ومطالب اکثر و بیشتر الحاقی ہیں مثلاً مراسلہ (نمبر ۲۸ صفحہ ۴ ۳ سطر ۲ جز وسوم) میں یہ فقرات درج ہیں:

''فانا صنائع ربنا والناس بعد صنائع لنا۔ لم یمنعنا قدیم عزنا ولا عادی طولنا علی قومک ان خلطناھم بانفسنا فنکحنا وانحکنا فعل الاکفاء ولستم ھناک''۔

کہا جاتا ہے کہ یہ مراسلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مکتوب کے جواب میں لکھا گیا تھا اور اس مراسلہ کو صاحب نہج البلاغہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ''محاسن الکتب'' میں شمار کیا ہے۔ ابن ابی الحدید نے تو پہلے فقرہ کی شرح میں صرف یہ لکھا ہے کہ

''اس کلام کا درجہ بہت بلند ہے اور معنی بھی ایسے ہی بلند ہیں: **ھذا کلام عظیم، عالٍ علی الکلام، ومعناہ عالٍ علی المعانی**''۔ ②

پھر کہتا ہے کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ

''ہمارے اور خدا تعالیٰ کے درمیان تو کوئی واسطہ نہیں بلکہ ہم اللہ اور دوسرے انسانوں کے درمیان واسطہ ہیں یہ تو ظاہری معنی ہیں اور

---

① حقیقت خرافات میں کھو گئی — یہ امت روایات میں کھو گئی
غالباً علامہ عباسی نے اس میں تصرف کر کے اس کو نسخ کیا ہے۔ (محمد فہد حارث)

② صفحہ ۲۱۸ سطر ۸۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

باطنی معنی یہ کہ ہم تو اللہ کے بندے ہیں اور دوسرے انسان ہمارے بندگان ہیں''۔

''فلیس بیننا وبینہ واسطة والناس بأسرھم صنائعنا فنحن الواسطة بینھم وبین اللہ تعالٰی وھذا مقام جلیل ظاھرہ ما سمعت وباطنہ انھم عبید اللہ وان الناس عبیدھم ''۔①

کیا ان الفاظ سے عقائد اسلامی کی صریحاً تکذیب نہیں ہوتی؟ اب دوسرے فقرے کو لیجیے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو درکنار کوئی دوسرا ہاشمی یہ الفاظ زبانِ ذہن یا زبان قلم پر نہیں لا سکتا۔ بنی ہاشم اور بنی امیہ دو حقیقی بھائیوں کی اولاد ہیں۔ ہاشم اور عبدالشمس (والد امیہ) کے زمانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تک کوئی نوے برس سے زیادہ مدت نہیں گزری تھی اور اس تمام مدت کے دوران ان ہی دونوں خاندانوں میں برابر تعلقات مصاہرت اور رشتہ قرابت ہوتے رہے اور بعثت کے بعد حتی کہ صفین اور کربلا کی خانہ جنگیوں کے بعد بھی برابر یہ رشتے قائم و برقرار رہے۔ قبل اسلام کے رشتوں کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی یعنی ابوطالب کی بہن صفیہ رضی اللہ عنہا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بھائی حارث بن حرب بن امیہ کی زوجہ تھیں۔

''صفیہ زوجہ حارث بن حرب بن امیہ بود بعد از و عوام بن خویلد اُو را خواست و زُبیر اَز و بہم رسید''۔②

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چچی ام جمیل بنت حرب بن امیہ ابولہب کی زوجہ تھیں۔ حضرت علی کی دوسری پھوپھی ام الحکم بیضاء بنت عبدالمطلب خاندان بنی عبدشمس میں کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدالشمس کو بیاہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی

① صفحہ ۲۱۸ سطر ۸۔
② حیات القلوب ج ۲ صفحہ ۵۸۲ ملا باقر مجلسی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاندان بنی امیہ میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی نوردیدہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے خود نکاح کیا اور اپنی چار صاحبزادیوں میں سے تین صاحبزادیوں کو اسی خاندان بنو عبد شمس میں بیاہا۔سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص بن الربیع عبشمی رضی اللہ عنہ کے حبالہ عقد میں دیا اور دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ وام کلثوم رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان بن عفان اموی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں۔ بعد واقعہ صفین وکربلا فاطمہ بنت الحسین بن علی رضی اللہ عنہما کا عقد ثانی عبداللہ الاکبر بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا جن کے بطن سے جناب حسین کے اموی نواسہ محمد الدیباج بن عبداللہ بن عمرو عثمان تھے جو اپنے اخیافی بھتیجوں محمد المہدی اور ابراہیم ابنائے عبداللہ المحض حسنی کے تعلقات کی وجہ سے گرفتار ہوکر مارے گئے۔ زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کی صاحبزادی نفیسہ خاندانِ بنی امیہ میں سے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو بیاہی گئیں۔ اسی ولید بن عبدالملک بن مروان کی سوتیلی والدہ عبداللہ بن جعفر طیار بن ابوطالب رضی اللہ عنہما کی دختر تھیں۔ جناب سکینہ بنت الحسین بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنا ایک نکاح حضرت عثمان کے پوتے زید بن عمرو سے کیا تھا۔ایک اور نکاح بھی ان کا اسی خاندانِ اموی میں اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے ہوا تھا مگر پھر تفریق ہوگئی تھی۔اسی طرح اور بہت سے رشتے بنی ہاشم اور بنی امیہ میں ہوتے رہے جس کی تفصیل باعث طوالت ہے۔ ان حالات میں کون صحیح العقل یہ باور کرسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قلم سے ایسی غلط بات ادا ہوسکے کہ بنی امیہ بنی ہاشم کے ہم کفو نہیں......؟

خاندانی شرف واعزاز کیا زمانہ جاہلیت اور کیا اسلام، بنی امیہ کو ہمیشہ حاصل رہا اور خود ابن ابی الحدید نے شرح میں اس کا اعتراف کیا ہے۔غرضیکہ یہ مکتوب اور اسی طرح دوسرے مراسلے ہرگز ہرگز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نہیں کہے جاسکتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اطلاع

عباسی خاندان کی تاریخ شروع سے آج تک زیادہ تر خلفائے عباسی کی خلافتوں اور حکومتوں کے معمولی حالات تک محدود و منحصر رہی ہے اور ان حالات کی ترتیب میں بھی اکثر و بیشتر تعصب و تنگ نظری سے کام لیا گیا ہے۔ اس خاندان کے بزرگوں اور اہل کمال کے سوانح، ان کی علمی و سیاسی خدمات کی ترتیب بڑی تحقیق و تلاش سے کی گئی ہے۔ جو مختلف حصوں میں شائع ہو کر برادرانِ قوم اور عام پبلک کے مطالعہ کے لیے پیش ہوں گے۔ یہ اس سلسلہ کا پہلا حصہ ہے دوسرا حصہ اس سے چار گنا زیادہ ضخیم ہے جس میں حَبر الامہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سوانح اور ان کی علمی و سیاسی خدمات کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ امید ہے کہ برادرانِ قوم اور پبلک کی قدردانی سے یہ سلسلہ جلد شائع ہو سکے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ادارے کی دیگر کتب

① اہل سنت اور محرم الحرام	تالیف حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ
② امیر حجاج بن یوسف ثقفی رحمہ اللہ چند غلط فہمیوں کا ازالہ	تالیف و ترتیب محمد فہد حارث
③ اولیاء اللہ اور تصوف	تالیف علامہ عبدالسلام مبارکپوری
④ وقائع دلپذیر بادشاہ بیگم اودھ (جلد اول)	تالیف عبدالاحد رابط
⑤ ہندوستان کی سیاسی تاریخ کا مذہبی پہلو (جلد دوم)	تالیف پروفیسر محمد ایوب قادری
⑥ وبائی امراض اور جمعہ و جماعت پر پابندی	تالیف ڈاکٹر محمد مشتاق احمد
⑦ جدید سبائی گروہ کا علمی تعاقب	تالیف حافظ عبیداللہ
⑧ حیات سیدنا یزید رحمہ اللہ	تالیف ابوالحسین عظیم الدین صدیقی
⑨ داؤدی بوہرے ایک اجمالی تعارف	تالیف محمد فہد حارث
⑩ دین تصوف	جمع و تدوین: محمد فہد حارث
⑪ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاسی زندگی	تالیف مولانا علی احمد عباسی رحمہ اللہ
⑫ خلیفہ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر سو اعتراضات کا علمی تجزیہ	تالیف پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی
⑬ سیرۃ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (اتہام و شیعیت کی حقیقت)	تالیف مولانا علی احمد عباسی رحمہ اللہ
⑭ فضائل صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم اور مسائل و واقعات محرم الحرام	تالیف حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ
⑮ شہید کربلا اور کردار یزید کا علمی و تحقیقی جائزہ	تالیف حافظ عبیداللہ
⑯ تاریخ شاہان عالم	تالیف ابوحیان ظہیرالدین بابر
⑰ مولانا محمد اسماعیل ریحان کی "تاریخ امت مسلمہ" کا تحقیقی جائزہ (حصہ اول)	تالیف حافظ عبیداللہ
⑱ ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں (سفرنامہ)	تالیف محمد فہد حارث
⑲ رد عقائد بدعیہ اور تردید حاضر و ناظر	تالیف شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ
⑳ اسلامی خلفاء و ملوک اور تاریخ اسلام سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ	جمع و تدوین: محمد فہد حارث
㉑ معدوم فقہی مسالک	تالیف: مختار خواجہ
㉒ حجاج بن یوسف۔ تاریخ و حقائق	تالیف: ڈاکٹر محمود زیادۃ مترجم: حافظ قمر حسن

حارث پبلی کیشنز

Email: haris.publications@gmail.com